انبیائے اصغر
کے
پیغامات

پادری جے۔ ایل گرے۔ بی۔ اے

انبیاءِ اصغر کے پیغامات

روزانہ ذِکر و فکر کے لئے درس

مُصنّفہ

پادری۔ جے۔ ایل گرے۔ بی۔ اے جگادھری

مُترجمہ

عبدالمجید خاں۔ بی۔ اے۔ مُنشی فاضل کھرڑ

سنہ ۱۹۴۰ء

بار اوّل　　تعداد ۱۰۰۰　　قیمت فی جلد ۱۵ / ۱

تمہید

انبیاء اصغر کے یہ درس تین قسم کے لوگوں کو مدِ نظر رکھتے ہُوئے تیار کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے یہ امید کی جاتی ہے کہ یہ انفرادی طور پر روزانہ علیحدگی کے مطالعہ کے لئے مفید ثابت ہونگے۔ خصوصاً ان کے لئے جنہوں نے پاک نوشتوں کے اس حصے کو مشکل پایا ہو۔ اور اس وجہ سے اس کے اہم اور حقیقی پیغام سے تھوڑی بہت لاپروائی اختیار کی ہو۔ پاسٹروں اور منادوں کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ اس کتاب کے مطالعہ سے وعظوں کے لئے انہیں کافی مصالحہ دستیاب ہوگا۔ انبیاء اصغر کے پیغام ہمارے زمانے اور نسل کے لئے ایک زندہ پیغام ہیں۔ اور کسی مناد کو اپنے لوگوں کے سامنے ان بڑی حقیقتوں کے بیان کرنے میں کبھی غافل نہیں رہنا چاہئے۔ آخری بات یہ ہے۔ کہ طالب علم کو اس سے پاک کلام کے اس حصے کے متعلق جو ہمیشہ دھندلا سا رہتا ہے کم از کم ایک سادہ تمہیدی بیان مل جائیگا۔

مَیں نے سب سے مشہور انگریز مفسروں کی تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے اور ان کے احسان کو تسلیم کرتا ہوں۔

ان درسوں کے استعمال کے متعلق مَیں چند ایک الفاظ کا اور اضافہ کیا چاہتا ہوں۔ یہ درس تفسیری نوٹوں کے ساتھ روزانہ تلاوت کے حصوں میں منقسم ہیں۔ نہایت تاکید کی جاتی

ہے۔ کہ سب سے پہلے ایک دفعہ پوری نبوّت کو پڑھ جائیں اور
پھر جو کتاب آپ نے پڑھی ہے اُس کے تواریخی تمہیدی بیان
کی طرف متوجّہ ہوں۔ اور اسے پوری توجّہ کے ساتھ پڑھنے کے
بعد تواریخی سلسلے کی روشنی میں پھر پوری کتاب کو پڑھیں۔
تب آپ تفصیلی روزانہ مطالعہ کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ شاید
اس بات کی طرف توجّہ دلانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کہ روزانہ
تلاوت کے لئے کلام کا مقرّرہ حصّہ نہایت غور کے ساتھ پڑھا جائے
اور اس کے متعلّق پاک کلام کے جو حوالے دئے گئے ہیں۔ ان
سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے +

جے۔ ایل۔ گرے
جگادہری
جولائی ۱۹۴۰ء

فہرست مضامین

انبیاء اور نبوت

سرسری نگاہ سے مُطالعہ کرنے والوں کے نزدیک نبیوں کی تحریریں (نوشتے) بے معنی اور مُبہم ہیں۔ اور اس کی کتنی ایک وجُوہات ہیں۔ ان تحریرات (نوشتوں) کی غیر واضح زبان اور استعاروں کی بھرمار سے پڑھنے والے اُکتا جاتے ہیں۔ ان کے طرز بیان اور انداز تحریر سے ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ مصنّف جن واقعات کا ذکر کر رہا ہے۔ وُہ زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ اور ان کے بیانات میں بیسویں صدی کے اِنسانوں کے واسطے کوئی پیغام نہیں۔ سبب اس کا یہ ہے۔ کہ جو بیانات ان تحریروں میں آئے ہیں اُن میں تواریخی سِلسلہ نہیں۔ ان کو سمجھنے کے لئے بہت سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ پڑھنے والے کو یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ ان میں جو ہمّت دلائی گئی ہے۔ حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ الزام لگائے

گئے ہیں۔ مجرم ٹھیرایا گیا ہے اور بعزت ملامت کی گئی ہے اس کا سبب کیا ہے۔ جن لوگوں کو ان انبیاء نے وعظ و نصیحت کی۔ ان کی کیا حالت تھی۔ تاریخی لحاظ سے حالات کیسے تھے۔ کون حکمران تھے۔ ان کی خارجی پالیسی کیا تھی۔ کونسے قومی حادثات واقع ہوئے اور کیوں۔ عوام کی دینی حالت کیا تھی۔ اور مذہبی پیشوا کیسے تھے؟ عموماً یہ ہوتا ہے کہ جیسے حالات ہوں ویسا ہی پیغام ہوتا ہے۔ یعنی پیغام زمانہ کے حسب حال ہوتا ہے۔ اور پیغام کا مفہوم و مطلب حالات اور واقعات کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

بعض اوقات نبی اپنا پیغام امثال اور استعارات میں پیش کرتا تھا۔ کہ مبادا حکومت یا با اثر لوگ اس کی زبان بندی کر دیں۔

قدیم زمانہ ہی سے اسرائیل کے نبیوں نے ایک اخوت کی صورت اختیار کی ہوئی تھی۔ سیموئیل نبی کے زمانہ میں نبوت کے مقام پر نبیوں نے ایک آشرم قائم کیا ہوا تھا۔ (۱ سموئیل ۱۹: ۱۸-۲۴) اس کے دو سال بعد عبدیاہ نے ایزبل کے غضب سے ایک سو نبیوں کی جانیں بچائی تھیں۔ (۱ سلاطین ۱۸: ۴) نیز ہم پڑھتے ہیں۔ کہ اخیاب کے عہد میں چار سو سے زائد نبی موجود تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک باقاعدہ صیغہ قائم ہو گیا تھا۔ اور بیت ایل جلجال۔ یریحو اور بعض دیگر مقامات پر اس کے مرکز تھے۔

انبیاء کی ایک مستقل جماعت تھی۔ جس کے شرکاء اکٹھے رہتے تھے۔ ایک ہی جگہ کھاتے تھے۔ اور خاص وضع کا لباس پہنتے تھے۔ اور عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ ہم وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس جماعت کے شرکاء کا گزارہ کیا تھا۔

مگر یہ تو واضح ہے کہ چونکہ وہ غیب دان تھے۔ لوگ مشکل معاملات کی تفتیش اور تحقیق کے واسطے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ مثلاً مویشیوں کی چوری یا گم شدگی کے موقع پر تلاش کے لئے لوگ ان غیب دانوں کے پاس آتے تھے۔ نیز بیماریوں کے علاج اور ردِ بلا کے لئے ان سے صلاح لیتے تھے۔ اور ان سے قانونی مشورہ بھی لیتے تھے۔ رشوت اور اجرت لے کر ادھر اُدھر کی ڈینگیں مار کر اپنے مرتبہ کا بے جا استعمال کرنے کا اُن کے لئے بہت موقع اور احتمال تھا۔ جو ایسا کرتے تھے وہ جھوٹے نبی کہلاتے تھے۔

یرمیاہ کے عہد میں انبیاء کا گروہ قوم کے واسطے بہت ہی خطرناک سمجھا گیا تھا۔ یرمیاہ نے ان لوگوں کی خوب گت بنائی تھی۔ مگر تمام انبیاء اس قسم کے نکمے اور خطرناک نہ تھے۔ جن انبیاء کا ہم مطالعہ کریں گے وہ مردِ خدا تھے۔ ان کے پاس اپنے زمانہ کے لئے اور اپنی قوم کے واسطے صاف اور جرأت آمیز پیغام تھے۔

وہ گوشہ نشین اور تارک الدُنیا نہ تھے۔ اور نہ وہ ایسے لوگ تھے جیسا کہ ہندوستان میں یوگی دیکھنے میں آتے ہیں۔ اپنے اپنے پیغام کو موثر اور زور دار بنانے کے لئے وہ غیر معمولی اور فوق العادت وسائل کام میں لاتے تھے۔ مثلاً یشعیاہ تین سال تک مادر زاد ننگا یروشلم کی گلیوں میں گھومتا رہا۔ یرمیاہ نے سب لوگوں کے رُو برُو ہیکل میں اپنی گردن پر جُوا رکھا۔ حزقی ایل اپنے ایک ہی پہلو پر دُکھ اور اذیت کی حالت میں پڑا رہا۔ اور وہ خوراک کھائی جو قحط سالی میں میسر ہوتی ہے۔ اور اپنے اس فعل سے یہ پیشین گوئی کی کہ اس طرح یروشلم کا محاصرہ ہوگا۔ نبوی تلقین کا یہ طریقہ نہایت دِقت طلب اور دشوار ہے۔

مگر اس سے دیکھنے اور سُننے والوں پر گہرا اور دیرپا اثر ہوتا تھا۔
یہ نبی ہیکل میں۔ شاہی محلّوں میں اور گلی کوچوں میں نبوّت کرتے تھے۔ اور منادی میں ایسے افعال کو آلۂ کار بناتے تھے۔ جو خاص کام کی علامت ہوں۔
خدا کا پیغام ان کو کبھی خواب میں کبھی رویا میں اور کبھی ایک زبردست اندرونی تحریک کی صورت میں پہنچتا تھا۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی تاریخی واقعہ کو روحانی معنوں میں استعمال کرتے یا گھر یا بازار کے کسی واقعہ یا حادثہ کی روحانی تعبیر کرتے تھے۔ اور وہ ہی ان کا پیغام ہوتا تھا۔ وہ خدا کی قربت میں رہتے تھے۔ اور زندگی کے واقعات کا بغور مطالعہ کرتے تھے۔ انہیں میں خدا کا پیغام دیکھ لیتے تھے۔ اور قوم تک یا متعلقہ گروہ تک پہنچا دیتے تھے۔ وہ قوم کو راستبازی اور خدا پرستی کا سبق دیتے تھے۔ اور جب قوم راہِ راست سے بھٹک جاتی تھی تو اسے واپس لاتے تھے۔ وہ ہمیشہ قوم کو یاد دلاتے تھے کہ خدا کا غضب کس قدر مہیب ہے۔ اور اس کا رحم کیسا وسیع ہے۔
انبیائے اصغر کے سلسلہ کو سمجھنے کے لئے میں انہیں تاریخی لحاظ سے یعنی بلحاظ زمانہ ترتیب دوں گا۔ اس ترتیب میں سر جارج اے سمتھ کی تصنیف بنام "بارہ نبیوں کی کتاب" سے مدد لی گئی ہے۔ حالانکہ اس میں بھی تاریخیں تخمینہ اور قیاس ہی سے دی گئی ہیں۔

۱۔ عاموس	۷۵۹	سے	۷۴۳	ق۔م
۲۔ ہوسیع	۷۴۳	"	۷۳۷	"
۳۔ میکاہ	۷۲۰	"	۶۹۵	"

۴۔	صفنیاہ	۶۲۶	سے	ق-م
۵۔	حبقوق	۶۱۰		" "
۶۔	نحوم	۶۰۸		" "
۷۔	حجّی	۶۲۰		" "
۸۔	ذکریاہ	۶۲۰		" "
۹۔	عبدیاہ	۵۹۹		" "
۱۰۔	ملاکی	۴۶۴		" "
۱۱۔	یوئیل	۴۱۰		" "
۱۲۔	یوناہ	۳۰۶		" "

ہم ان بارہ نبیوں کا مطالعہ نہیں کر سکیں گے۔ لہذا فقط ان انبیاء کا مطالعہ کرینگے جن کے پیغام ہمارے زمانہ کیواسطے خاص معنی رکھتے ہیں۔ اس مطالعہ کے دوران میں بائبل کے حوالوں کا پڑھنا ازبس ضروری ہے۔

جب تک بائبل کی زبان اور کلام اللہ کے الفاظ سے واقفیت نہ ہو۔ ان پیغامات کی تشریح بیکار ہوگی۔ ان انبیاء کی تصانیف مختصر ہیں۔ لہذا ان سب کو شروع سے آخر تک پڑھنا چاہئے۔ اس سے ان کے سمجھنے میں بہت سہولت ہوگی۔ ان کو ایک بار نہیں بلکہ کئی کئی بار پڑھنا چاہئے۔ ہر بیان کی تشریح اور تفسیر سے پیشتر اس بیان کو کئی کئی بار پڑھنا چاہئے۔

پہلی فصل

عاموس

عدل کے لئے فریاد

عاموس وُہ قدیم عبرانی نبی جس کی تحریرات ہم تک پہنچی ہیں اسی لحاظ سے بائبل میں بارہ (۱۲) انبیائے اصغر کو ترتیب دیا گیا ہے۔ کہ عاموس سب سے پہلے آتا ہے۔

عاموس چرواہا تھا۔ نیز پھل پیدا کرکے اُن کی فروخت اور تجارت بھی کرتا تھا۔ اپنے پھلوں اور اون کی فروخت کے واسطے اُسے تجارتی منڈیوں میں جانا پڑتا تھا۔ اور بہت سفر کرنا پڑتا تھا۔ اغلب ہے۔ کہ سفر کے دوران میں وُہ بیت ایل جلجال اور سامریہ میں شمالی اسرائیلیوں کے مذہب کے مرکزوں سے گزرتا ہوگا۔ جہاں کہیں وُہ گیا اس نے ایک ہی قسم کی دینی سماجی اور اقتصادی بدیاں دیکھیں۔ اس کی غیرت جوش میں آگئی۔ غیرت اور غضب سے وُہ جل اُٹھا۔ اور اسے یقین ہو گیا۔ کہ خدا نے اُسے ایک پیغام دیا ہے۔ چنانچہ اس نے قوم کو اپنا پیغام سُنایا اور کہا کہ عدل وانصاف کرو اور حالات کو بحال کرو۔

عاموس نے یربعام ثانی شاہ اسرائیل کے عہد میں نبوّت

کی۔ یربعام نے مواب جلعاد اور آرام کا کچھ حصّہ فتح کر کے پھر اسرائیل کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اُس کے عہد میں سلطنت کو عروج و کمال حاصل ہؤا۔ باوجود اس کے مذہب کے بارے میں وُہ رائے عامہ کا حامی تھا اور بُت پرستی کی حمایت کرتا تھا۔ ایسی حسینہ اور برقرار سلطنت کے خلاف عاموس کی نبوّت بالکل کمزور اور عبث معلُوم ہوتی تھی۔ مگر پچاس سال کے اندر ہی اندر یہ سلطنت قطعاً زیر و زبر ہو گئی ؂

پہلا درس

عاموس کی شخصیت

عاموس ۱:۱ اور ۷:۱۰-۱۷

ایک معتبر اور مستند عالم نے عاموس کے متعلق کہا ہے۔ کہ انسانوں کی تاریخ میں عاموس سب سے زیادہ عجیب و غریب ہستیوں میں سے ایک ہے۔ لہذا اس شخص کی سیرت کا اور اس کے روحانی تجربہ کا مطالعہ قابل قدر ہوگا۔ اس مطالعہ سے ہم اس کے پیغام کو آسانی سے سمجھ سکیں گے اور اس کی قدر جان سکیں گے۔

۱۔ عاموس بہت ہی ذلیل اور ادنےٰ حالات میں تھا جب وہ ایک اعلےٰ اور پاکیزہ منصب کے لئے بُلایا گیا۔ وہ خود بیان کرتا ہے۔ کہ وہ چرواہا تھا اور گولر کے پھل بٹورا کرتا تھا۔ اس سے یہ مُراد ہے۔ کہ وہ ایک خاص نسل کی صحرائی بھیڑوں کا چرواہا تھا۔ جو آج تک عرب میں بہترین اون کے واسطے مشہور ہیں۔ انجیر کی طرح گولر کے درخت کے تنے پر اور پُرانی ٹہنیوں پر پھلوں کے گچھے لگتے ہیں۔ غریب لوگ گولر کے پھل کو رغبت سے کھاتے ہیں۔

اس سے ہم یہ سیکھتے ہیں۔ کہ اکثر اوقات خدا کی بُلاہٹ

غریب اور سادہ لوح لوگوں کو آتی ہے۔ مثلاً جدعون۔ بیت اللحم کے چرواہے جو رات کو اپنے گلے کی نگہبانی کرتے تھے اور مسیح کے کئی ایک شاگرد۔ پولوس رسول اس کو اور بھی وسیع اور واضح کرتے ہیں۔ جب وُہ کہتے ہیں۔ کہ خدا نے حقیروں اور بیوقوفوں کو عمداً چن لیا ہے تاکہ قدرت والوں کو شرمندہ کرے (اکرنتھیوں ۱:۲۶-۲۷)

آؤ ہم ذرا تامّل کریں۔ کہ کتنی دفعہ ہم خدا کی خدمت کی بلاہٹ کو یہ کہہ کر ٹال کر دیتے ہیں۔ کہ ہم میں لیاقت نہیں۔ یا یہ کہ ہم غریب اور ادنےٰ حیثیت کے لوگ ہیں۔ مگر خدا جو عاقل و دانا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو بُلاتا ہے۔ اور انہیں کے سپُرد اپنا کام کرتا ہے۔ کیونکہ عجز و انکسار خدا کی قدرت اور قوّت کا بہترین اور مخصُوص ظرف ہوتا ہے۔

۲۔ جب عزیاہ کاہن نے عاموس سے سوال کیا (۷:۱۴ و ۱۵) تو اس نے اپنی نبوّت کی تصدیق پیش کی۔ اور سہ گونہ روحانی تجربہ بیان کیا۔

(الف) خدا نے مجھے لیا۔ اس سے مُراد یہ ہے۔ کہ عاموس اقرار کرتا ہے کہ میں نے نبوّت خود اختیار نہیں کی۔ بلکہ خدا نے میرے سپُرد کی ہے۔ یعنی جب عاموس بھیڑیں چرا رہا تھا تو خُدا نے اسے پکڑا اور چُن لیا۔ اگر عاموس کو انتخاب کا موقعہ ملتا تو اغلب ہے کہ وُہ تقوع میں رہنا اور بھیڑوں کی گلہ بانی کرنا ہی اختیار کرتا۔ اب گویا وُہ خدا کی طرف سے مجبُور کیا گیا۔ خُدا نے اُسے پکڑا۔ (دیکھو یوحنّا ۱۵:۱۶)

(ب) خدا نے مجھے کہا۔ اس کا پیغام خدا کی طرف سے تھا۔ عاموس

کے لئے خاموش رہنا آسان تھا۔ مگر اب جبکہ خُدا نے رُوح میں اس سے کلام کیا تو ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ وُہ خاموش رہ سکے۔ ایسے ہی تجربہ کے بعد رسولوں نے کہا تھا کہ "ہو نہیں سکتا کہ جو کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے اس کا بیان نہ کریں"۔ نیز پولوس رسول کہتا ہے کہ "اگر میں انجیل کی منادی نہ کروں تو مجھ پر افسوس ہے"۔ جب تک خدا کا پیغمبر یہ نہ کہے۔ کہ "خداوند نے مجھے فرمایا" اسے موثر اور زبردست پیغام دستیاب نہیں ہو سکتا۔

(ج) عاموس کے واسطے الٰہی حکم تھا۔ "نبوّت کر"۔ خُدا نے اُسے پکڑا۔ اس سے کلام کیا اور اسے بھیجا۔ اب وُہ تقوع کے خاموش اور پُرسکون ڈھلوانوں پر ٹھیر کر گولر کے پھل نہیں بٹور سکتا تھا۔ وُہ مجبور تھا۔ کہ بیت ایل میں بادشاہ کے دربار تک پیغام پہنچائے۔ اور بُت پرست یربعام کے متکبر پجاریوں کو خُدا کا سخن سُنائے۔

خدا کے سچے اور وفادار خادم بننے کے لئے عاموس کا سہ گونہ تجربہ ضروری ہے۔ جب ہم بائبل میں اور مسیحی بزرگوں کی سوانح عمریوں میں خُدا کے خادموں کی زندگیاں دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ عناصر ان میں ضرور دکھائی دیتے ہیں۔

یہ سہ گونہ تجربہ ہمیں بھی مختلف طریقوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر ہم خدا کی بادشاہت میں مفید خادم ہونا چاہتے ہیں تو یہ ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم بھی عاموس جیسا تجربہ حاصل کریں۔ یعنی خدا ہمیں چن لے۔ ہم سے ہمکلام ہو اور ہمیں بھیجے +

دوسرا درس

غیر اقوام میں خدا کا عدل

پڑھو عاموس ایک باب سے ۲ باب ۳ آیت۔

یہ معاملہ بہت دلچسپ اور قابل توجہ ہے۔ کہ عاموس اپنے لوگوں سے خطاب کرنے سے پیشتر ان اقوام کی طرف توجہ کرتا ہے جو اسرائیل اور یہوداہ کے آس پاس رہتی تھیں۔ اس کے کئی ایک اسباب ہیں۔

ایسا کرنے سے اس نے اپنی قوم کی توجہ حاصل کی۔ کیونکہ اس نے اُن دشمنوں کے متعلق خدا کے فتوے اور فیصلے سُنائے۔ جن سے قوم اسرائیل بے حد نفرت کرتی تھی۔ عاموس اس سے بھی بڑا کام کرنا چاہتا تھا۔ یعنی وُہ اپنے لوگوں کی ضمیر کو تحریک دینا چاہتا تھا۔ تاکہ وُہ بدی کے ان اصُولوں کے گھناؤنے پن کو دیکھ لیں جو اس کی اپنی قوم میں بھی خرابی کا باعث ہو رہے تھے۔ ان ہی کے خلاف وُہ آواز بلند کرنا چاہتا تھا۔ وُہ ثابت کرنا چاہتا تھا۔ کہ خدا کی نظروں میں عیش پرستی۔ رشوت۔ ظلم و زیادتی اور بدی جو اس کی قوم میں موجود تھی ان مظالم

سے کہیں بڑھ کر تھی جو جنگ و جدل میں عمل میں آتے تھے۔
غیر اقوام کے بیان میں وُہ ان چھ ریاستوں یا مملکتوں کا ذکر کرتا ہے جو کہ سرحد پر تھیں۔ اور ہر نتوے کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے:۔
"تین بدیوں کے سبب۔ ہاں چار کے سبب ......
دمشق۔ غزہ۔ طیر۔ ادوم۔ عمون اور موآب سب کے سب پر لعنت کی جاتی ہے"۔ اور ان کو وُہ ظلم جتلائے جاتے ہیں جو انہوں نے وقتاً فوقتاً کئے۔

۱۔ عاموس خدا کا یُوں تصوّر کرتا ہے۔ کہ وُہ "صیحون سے انسان کی بدکاری اور ظلم پر گرجتا ہے اور خدا کا گرجتا ہُوا غضب آندھی طوفان کی گرج میں اور زلزلے کی تباہی میں ظاہر ہُوا۔ نبی کو یقین ہے۔ کہ خدا اب عدل کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس نے ملک میں ادھر اُدھر پھرتے ہوئے دیکھا۔ کہ انسان کس طرح دوسرے انسانوں پر ظلم اور زیادتیاں کرتے ہیں۔
ظلم خواہ کسی شکل میں ہو خُدا کی نظروں میں نفرت کے قابل ہے۔ اس کی طبیعت کے خلاف ہے۔ اور اس کے مقاصد کے منافی ہے۔ لہٰذا لازم ہے۔ کہ خدا اس کے خلاف کارروائی کرے۔ خواہ یہ ظلم گزرے زمانہ کے لوگوں میں ہو جن میں عاموس رہتا تھا خواہ بیسویں صدی میں یورپ۔ چین یا حبشہ میں ہو۔
۲۔ ظلم کے انجام اور سزا سے ہرگز بچ نہیں سکتے۔ لفظ "یہ" سے عاموس خدا کی پوشیدہ عدالت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ کبھی نہ کبھی خدا کا سخت غضب ان پر پڑے گا جن کے ہاتھ معصوموں کے خون سے رنگے ہُوئے ہیں۔

اِس ظلم اور جبر و تشدّد کے زمانہ میں ہم اکثر یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ خُدا کا عدل کیوں رُکا ہُوا ہے۔ اور بے خدائی اور بدی اور ظُلم کی طاقتوں کو کیوں آزادی ہے۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ خُدا اپنے وقت پر بدی اور ظلم کی طاقتوں کے خلاف گرجیگا۔ اور مُجرموں پر خُدا کا اٹل غضب ضُرور نازل ہوگا۔ جس سے بچ نہیں سکتے۔ قصوروار ضُرور ہی سزا پائیں گے۔ اور اس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی ؞

تیسرا درس

یہوداہ اور اسرائیل کے حق میں ایک راستی

پڑھو عاموس ۲: ۴ سے ۴: ۳

یہ اغلب ہے کہ عاموس کے سامعین جب تک وُہ غیر اقوام کو سعن طعن کرتا اور ان کے متعلق خدا کا عدل اور فتویٰ سُناتا رہا غور اور دلچسپی سے سُنتے رہے۔ مگر اب نبی اپنی قوم کی طرف توجہ کرتا ہے اور کہتا ہے یہوداہ اور اسرائیل میں بھی بدی اور ظلم کے وہی اصُول کام کرتے ہیں جو غیر اقوام میں۔گو بظاہر میں صفائی کے ساتھ نظر نہیں آتے۔ اس لئے خدا ان پر بھی غضب نازل کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔

۱۔ یہوداہ کو تین وجوہات کی بنا پر لعنت ملامت کی جاتی ہے (آیت ۴) ان تین وجوہات پر غور کرو۔ کیا روحانی حقیقتوں کی طرف ہمارا رویّہ بھی ایسا ہی ہے۔

۲۔ یہوداہ اور اسرائیل کی اس زمانہ کی روحانی اور اخلاقی حالت کا خُوب خاکہ کھینچا ہے۔ (آیات ۶ تا ۸) عدل پر رشوت سے پردہ پڑا ہُوا ہے۔ عبادت گاہوں میں بھی بد اخلاقی کے افعال کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ غریبوں کے ساتھ بیدردی کا سلوک ہوتا ہے۔ "غریب کا سر خاک میں ملا جاتا ہے"۔

۳۔ اسرائیل کی یہ حرکتیں کرنے کا کچھ تو یہ سبب تھا۔ کہ ان میں شکرگذاری اور احسانمندی کی رُوح نہ تھی۔ جو کچھ خدا نے ان کے واسطے کیا تھا وُہ بالکل بھُول گئے (آیات ۹-۱۱) ان کو مصر سے نکالا۔ ایک نیا اور موعودہ مُلک ان کو دیا۔ اور ان کی اولاد کو دینی مراتب عطا کئے۔ مگر لوگ بدی میں اس قدر مست تھے کہ خدا کی بخشش کی بالکل پروا نہ کی۔ اور اس کے عطا کردہ حقُوق کو پامال کیا۔ (آیت ۱۲) مدبر سرکش ہو گئے اور اپنی منتوں کو توڑ ڈالا۔ وُہ جوان جنہوں نے الٰہی پیغام کی تاثیر اور تحریک کو قبُول کرنے کی نیّت دکھائی خاموش کر دئے گئے۔ اب اگر اُن پر مصیبت آئے اور وُہ شکست کھائیں تو تعجّب کی بات نہ ہوگی۔

۴۔ ۳: ۲ میں ایک عظیم اصُول ہے۔ جو یاد رکھنے کے قابل ہے۔ چُونکہ اسرائیل کو اس قدر حقوق عطا ہُوئے تھے اور اُن پر عظیم رحمت ہوئی تھی۔ جس کی انہوں نے بے قدری کی۔ لہذا ان کی سزا بھی عظیم اور نمایاں ہوگی۔ ان کا خُدا کے نام سے واقف ہونا ان کو سزا سے نہیں بچا سکتا تھا۔ نہ خدا کے غضب کو ان پر آنے سے روک سکتا تھا۔ بلکہ چُونکہ وُہ اپنے فرض سے لاپروا اور غافل ہو گئے ان کی سزا اور ہلاکت میں اضافہ ہوگا۔

سزا سے بچ جانے کا نام مذہب نہیں۔ بلکہ مذہب ایک موقع ہے انسان کے واسطے بدی پر غالب آنے کا۔ مذہب انسان کو سب سے بڑا اخلاقی موقع دیتا ہے۔ اگر انسان لاپروائی سے اس کو کھو دے تو اس کی سزا بہت بھاری ہوگی۔ وُہ انسان جس کو کبھی موقع ہی نہیں ملا کہ مسیح کی دعوت یعنی انجیل کو بخوبی سمجھ سکے اس کا عدل اس کے موقع کے لحاظ سے ہوگا۔ (مسیح کی

کونسی تمثیل سے اس حقیقت کی تعلیم ملتی ہے)

۵۔ دیکھو آیت ۹۔ اس آیت سے باب کے آخر تک عاموس اس سزا اور ہلاکت کا ذکر کرتا ہے جو اسرائیل پر آنے کو تھے۔ اور سامریوں کی بدی کی شہادت پیش کی ہے۔ اور ان کے ظلم کا حوالہ دیا ہے۔ نبی کافروں کو یعنی شمال مشرق سے اسوریوں کو اور جنوب مغرب سے مصریوں کو بلاتا ہے۔ کہ وہ اس قوم کی بدی اور شرارت کا ملاحظہ کریں۔ جو خدا کی قوم کہلاتی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ غیر مسیحی مسیحیوں پر فتویٰ صادر کریں؟ بے شک کتنی ہی بار ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے کہ غیر مسیحی ہمیں شرم دلاتے اور ملامت کرتے ہیں۔ وہ جو کلیسیاء سے باہر ہیں کلیسیاء کی ناکامیوں اور خامیوں پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ ہمارا طرزِ زندگی ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ غیر مسیحی ہماری کمزوریوں اور ادھورے پن کے نہیں بلکہ ہمارے ایمان اور عمل کی یکسانیت کے گواہ ہوں۔ اور ہمارے بلند اخلاق کے شاہد ہوں۔ متی ۵: ۱۶ سے یہی مراد ہے۔

کس قدر تسکین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ جب غیر مسیحی لوگ مسیحی شخصوں کے ایمان عمل اور اخلاق کی تعریف کرتے اور شہادت دیتے ہیں۔

۶۔ دوسری آیت میں عاموس اس اصول کی تشریح کرتا ہے۔ کہ جس قدر بڑی ذمہ واری ہوگی اسی قدر بے ایمانوں کو زیادہ سزا ملے گی۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا نبی کے سامعین میں سے کوئی چلا اٹھا۔ کہ "تمہارے پاس کیا نشان یا ثبوت ہے کہ ایسا عدل اب قریب ہے"۔ آیات ۳ سے ۸ میں اس سوال کا علامتی جواب ہے۔

وُہ دشت کی زبان استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ ہر آواز اور ہر واقعہ کا ضرُور کوئی مطلب اور سبب ہوتا ہے۔ مثلاً بے راہ دشت میں دو دوستوں کی ملاقات۔ شیر کا دھاڑنا۔ پرندے کا گرنا شہنائی کا پھُونکا جانا۔ ان تمام علامتوں کا ضرُور کوئی مقصد ہوتا ہے۔ چُونکہ خدا نے اپنا خاص پیغام اس کے سپُرد کیا تھا۔ ضرُور تھا۔ کہ نبی بولے اور پیغام سُنائے۔ یہ تھا جواب جو نبی نے نکتہ چینوں کو دیا۔ اور اس سے بہتر کوئی جواب ہو بھی نہ سکتا تھا۔ جب اس نے قوم کی سماجی اخلاقی اور روحانی بدحالی کو صفائی اور خدا کی عطا کردہ روشنی میں صفائی سے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اب خدا جلد عدل کرنے والا ہے۔ واقعات کا سلسلہ بے معنی اور بلا مقصد نہیں۔ بلکہ یہ واقعات کسی آنے والی بلا کی پیش خبری دیتے ہیں۔

وُہ باطنی آواز جس نے عاموس کو تقوع سے بلایا تھا زبردست تھی۔ نیز خدا کی بلاہٹ اور خدا کا حکم ایسا واضح تھا۔ کہ نبی اس سے سر نہیں پھیر سکتا تھا۔ کسی طرح اس کے ایمان کو جنبش نہ آ سکتی تھی نہ کوئی اس کو خاموش کرا سکتا تھا۔ ہمارے ایمان کے نکتہ چینوں اور شک کرنے والوں کے لئے بھی بس یہی جواب ہے۔

چوتھا درس

حقیقی عبادت

پڑھو عاموس ۴: ۴-۱۳ و ۵: ۲۱-۲۷

حقیقی عبادت وُہ ہے۔ جس میں کہ عابد کی نیّت اور میلان درُست ہوتا ہے۔ اور خدا کی طرف سے اس کی عبادت کا جواب بھی ملتا ہے۔ عاموس کی کتاب کے ان مقامات میں یہ بیان ہے۔ کہ جن لوگوں کو عاموس نے پیغام سُنایا ان کے ذہنوں میں عبادت کا کیا غلط تصوّر تھا۔

۱- ان کی عبادت برائے نام اور غیر حقیقی تھی کیونکہ ان کو خیال تھا۔ کہ عبادت کا مقصد محض خدا کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ نیز کہ خوشامد قربانیوں اور ہدیوں سے اس کو خوش کر سکتے ہیں۔ مگر عاموس ان کو جتلاتا ہے۔ کہ ایسی قربانیاں خدا کی نظروں میں حقیر اور مکرُوہ ہیں (۴: ۴-۵ و ۵: ۲۱-۲۳) کیونکہ ان میں وُہ عنصر نہیں جو قربانی کو خدا کی نظروں میں قابلِ قدر بناتا ہے۔ خدا کیا طلب کرتا ہے۔ دیکھو آیت ۲۴۔ "لیکن عدالت کو پانی کی مانند اور صداقت کو بڑی نہر کی مانند جاری رکھ۔ تب مَیں تیری عبادت کی قدر کرونگا"۔ عاموس درحقیقت ان کو یہ جتلاتا ہے۔ کہ ان کی قربانیاں اور تحفے ان کے جرائم میں

اضافہ کرتے ہیں۔ چاہئے تھا۔ کہ بیت ایل ان کے واسطے خدا کا گھر ہوتا۔ مگر چونکہ وُہ اپنی مکروہ اور ناپسندیدہ قربانیاں لے کر وہاں جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی بدی بجائے ڈھلنے اور گھٹنے کے بڑھ جاتی ہے۔ (۴:۴) خدا چاہتا ہے۔ کہ میری وقت۔ زر اور خدمت کی قربانیاں خالص ہوں اور خلوص دِلی سے ہوں۔

۲۔ دوسری بدی جس کے خلاف عاموس آواز اُٹھاتا ہے یہ ہے۔ کہ قوم رسمیات پر زور دیتی تھی اور ظاہری رسوم کو بلند درجہ دیتی تھی۔ اسرائیل سمجھتے تھے۔ کہ چند ضروری رسوم کی باقاعدہ ادائیگی قربانیاں پیش کرنا اور گیت گانا ہی کافی ووافی ہے۔ اسی سے خدا خوش ہو جاتا ہے۔ مگر خدا رسمیات کی بجائے نیکی طلب کرتا ہے۔ جس کا عمل میں لانا رسمیات کی ادائیگی کی نسبت زیادہ مشکل ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ رسمیات بھی عبادت میں ایک خاص مقام اور مقصد رکھتی ہیں۔ ورنہ شریعت میں خُدا رسمیات کا حکم نہ دیتا۔ رسمیات میں ایک گہرا روحانی مقصد ہوتا ہے۔ رسمیات میں جو کہ مادی اشیاء سے تعلق رکھتی ہیں گہرے روحانی معنے ہوتے ہیں۔ اگر رسمیات خلوص دِلی اور صاف نیتی سے ادا کی جائیں تو ان سے روحانی فائدہ اور ترقی ہوتی ہے۔

دل کی پاکیزگی اور اخلاص سے حقیقی عبادت ہو سکتی ہے۔ بے شک یہ بہت آسان ہے۔ کہ انسان رسمیات پر زور دے۔ ان کو ادا کرے اور پھر یہ سمجھے۔ کہ اب مجھے خدا کی طرف سے ثواب ملنا چاہئے۔ بہت لوگ اسی طرح اتوار کے روز گرجے میں جاتے ہیں۔ عبادت میں رسمی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اب ہفتہ بھر کے لئے انہوں نے خدا کی

خوشنودی حاصل کرلی۔ اچھا ہے۔ کہ مومن گرجا جائے۔ عبادت میں شریک ہو۔ مگر یہ ہی کافی نہیں۔ خُدا کچھ اور بھی طلب کرتا ہے۔ وُہ راستبازی اور راستکاری کا مطالبہ کرتا ہے۔ (۵: ۲۴) نیز وُہ چاہتا ہے۔ کہ محتاجوں کی خدمت گزاری کی جائے۔ اور اپنی باطنی دینداری کو قائم رکھا جائے۔ (دیکھو یعقوب ۱: ۲۷)۔ درحقیقت یعقوب کا پورا خط اس نکتہ کی تشریح و تاویل کرتا ہے۔

۳۔ پڑھو آیات ۶ تا ۱۱۔ ان آیات میں نبی عبادت کا وُہ پہلو پیش کرتا ہے۔ جو خدا سے متعلق ہے۔ اس میں وُہ تصوّر کرتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے اور کہتا ہے۔ کہ میں نے تمہارا دل لینے۔ تمہاری خوشنودی حاصل کرنے۔ تمہاری تربیت کرنے اور تمہیں تادیب کرنے کی کوشش کی۔

یہ کام خدا نے قحط امساکِ باراں (بارش نہ ہونا) مری اور شکست کے وسیلے کیا تھا۔

خدا کے متعلق اسرائیل کا یہ گمان تھا۔ کہ وُہ بھی ایک عام معبود ہے۔ جس کی خوشامد ور آمد اور پٹ پُوجا ضروری ہے۔ اور خدا کا میلان اسرائیل کی طرف یہ تھا۔ کہ وُہ ان کو ایسے بچّے سمجھتا تھا جن کی تربیت و تادیب ضروری تھی۔ خدا چاہتا تھا۔ کہ خواہ ان لوگوں کو مادی طور پر نقصان ہی پہنچے مگر ان کی تربیت ہونی ضروری ہے۔ تاکہ اُن کی رُوحیں بچ جائیں مُصیبتوں اور مشکلات کے سلسلہ میں جو اسرائیل پر وارد ہوئیں عاموس نے دیکھا کہ ان کا مقصد محض قوم کو سزا دینا نہیں بلکہ اُن کی معرفت خُدا کل قوم کو درست کرنا اور ان کا درجہ بلند کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیل خدا کی نظروں میں گراں قدر اور عزیز تھا اور خُدا

ان کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا چاہتا تھا۔
زندگی کے ایسے ہولناک اور مایوس کن تجربوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ نقصان۔ بیماری۔ غم اور دکھ کو آسمانی باپ کے اس ازلی انتظام کا حصّہ سمجھنا چاہیئے جو وُہ ازل سے ہر انسان کے واسطے رکھتا ہے۔ ہم ایسے بچّے نہیں جن کو خُدا ہمیشہ پچکارتا اور دلاسہ دیتا ہے۔ بلکہ خُدا ہمارے واسطے ایک اعلےٰ مقصد رکھتا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے واسطے خدا تباہی اور ہلاکت بھی استعمال کرتا ہے۔ اور یوں ہمیں اپنے قریب تر لاتا ہے۔ وُہ ہم کو بے بس اور عاجز بنا کر ایسی حالت میں لے آتا ہے۔ کہ جس میں وُہ ہم کو اپنے جلال کے واسطے استعمال کر سکتا ہے۔

۴۔ اس پیرا کا مرکزی خیال ۴: ۱۲و ۱۳ کے ان الفاظ میں ملتا ہے۔ "خداوند فرماتا ہے کہ تم میری طرف نہیں پھرے ہو"۔ ان لوگوں پر جو بدی بے انصافی اور ظلم کے عادی اور غلام ہو گئے تھے پیغام کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور نہ ہی وُہ متوجہ ہوئے۔ خدا کے کل سلوک کو انہوں نے بیکار کر دیا۔ اب فقط ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا تھا۔ "اے اسرائیل اپنے خدا کی ملاقات کو تیار ہو"۔ جب ہم اس آخری جملہ کے الفاظ پڑھتے ہیں۔ تو ہمارے دل میں ایک محبّت آمیز خوف پیدا ہوتا ہے۔

اسرائیل خدا کی طرف رجوع ہوئے۔ آخر خدا اسرائیل کی طرف متوجہ ہوا۔ کائنات کا خالق جو دانا مطلق اور قادرِ مطلق ہے کہتا ہے۔ کہ اے اسرائیل اپنے خدا کی ملاقات کی تیاری کر۔ اسرائیل کو تیاری کے واسطے تو کہا گیا ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ خدا اسرائیل کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اور کس

طرح ان سے ملاقات کریگا۔ نہ ہی یہ بیان ہؤا ہے۔ کہ ان کو کیسی سزا دیگا۔ فقط یہ کہا گیا ہے کہ "اے اسرائیل میں تمہارے ساتھ یہ کرونگا"۔ سزا کو گمنام رکھنا اور لفظ یہ سے اس غیر معلوم کی طرف اشارہ کرنا اس سزا کو اور بھی ہولناک اور وحشتناک بنا دیتا ہے۔ وہ خدا جس کو انہوں نے جھوٹی قربانیوں سے بے قدر کیا تھا اور مکاری اور ریاکاری کی تقریبوں سے شرمندہ اور ذلیل کیا تھا وہی خدا اب ان کے پاس آنے والا تھا

کس قدر سنجیدہ اور عبرتناک مقام ہے۔ یہ کیفیت بالکل نئے عہد نامہ کی تعلیم کے موافق ہے۔ عبرانیوں ۱۰: ۲۶۔ ۳۱ پڑھو اور مقابلہ کرو۔ انسان خدا کے فضل و رحم کی بے قدری کرکے اس کو ردّ کرسکتا ہے۔ انسان خدا کی رحمتوں کو ٹھکرا سکتا ہے۔ اور روحانی حقیقتوں سے قطع نظر کرسکتا ہے۔ مگر پھر ایسا وقت آ جاتا ہے۔ کہ "انسان زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑ جاتا ہے"۔ آؤ ہم خدا کی ملاقات کی تیاری کریں +

پانچواں درس

ہم کاہے کی تلاش کریں

پڑھو عاموس ۵: ۱-۲۰۔

ان آیات میں اسرائیل کے حشر پر ایک نوحہ کیا گیا ہے دوسری اور تیسری آیات بالکل عرانی نوحہ کی طرز اور بحر میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یربعام کی کسی شاندار فتح کے جشن اور تقریب پر عاموس کھڑا ہُوا اور یہ حسرت بھرے الفاظ کہے۔ اسرائیل کی ظاہرا اور بیرونی حالت "ترقی اور فتحمندی کی تھی۔ مگر حقیقت میں ان کی حالت مکروہ شرمناک اور ذلیل تھی۔ خدا نے اس کو فراموش کر دیا تھا۔

لفظ کنواری جو یشعیاہ نبی کی کتاب میں یروشلم کے واسطے استعمال ہُوا ہے یہاں قوم اسرائیل کے شمالی حِصّہ کے واسطے آیا ہے۔

۱۔ عاموس خدا کو بیت ایل۔ جلجال اور بیرسبا سے بُلاتا ہے۔ (آیت ۵) نبی کیوں ایسا کرتا ہے۔ یہ اسی تنبیہ کے سلسلہ میں ہے جو چوتھے درس میں ہے۔ کہ ان مذہبی مرکزوں میں بذاتہ کوئی خیر و خُوبی یا پاکیزگی نہیں۔ اور نہ ہی یہ عاقبت میں کسی کو بچا سکیں گے۔

یہاں جتلایا گیا ہے۔ کہ مذہبی رُسوم اور تقریبات کی تعمیل اور ادائیگی کسی عابد کو نہیں بچا سکتی۔ نہ پاک بنا سکتی ہے۔ جب کہ اس کے دل میں بدی اور شرارت بھری ہوئی ہو۔

خدا کے گھر کی پاکیزگی خدا کی حضوری پر منحصر ہوتی ہے بلکہ اگر مکاری اور ظاہر داری سے کوئی خدا کے گھر میں داخل ہو تو انجام خدا کا قہر و غضب ہوگا۔

۲۔ آیات ۷ و ۹ - ۱۲ میں اسرائیل کی رشوت ستانی۔ ظلم و تشدّد اور برگشتگی کی تصویر ہے۔ عاموس نبی قوم کی اس حالت کے خلاف گرج کر آواز اٹھاتا ہے اور لعنت کرتا ہے۔

پھاٹک سے مراد ہے عدالت یا کچہری اور عدل کے حاکم۔ وہ کہتا ہے۔ کہ عدل اس لکڑی کی مانند ہے جسے دیمک نے کھا لیا ہو اور وہ جو سچ بولنا اور حق بات کہنا چاہتے ہیں ان کی زبان بندی کی جاتی ہے۔ اور ان کو بولنے یا کچھ کہنے کا مطلقاً موقع نہیں دیا جاتا۔ ملک میں دروغ گوئی عام تھی اور غریب کنگال کا انصاف نہیں ہوتا تھا۔ ان کا مال چھین لیا جاتا تھا۔ اور ملک میں جابجا لوٹ کھسوٹ مچی ہوئی تھی۔ غریبوں کے مال سے اور رشوت کی کمائی سے عالیشان گھر تیار ہوتے تھے اور ان کے ساتھ وسیع باغ لگائے جاتے تھے۔ مگر چونکہ یہ سب کچھ خدا کی نگاہوں میں مکروہ اور قابلِ نفرت تھا ان کا حشر قریب آ رہا تھا۔ چنانچہ پچاس سال کے اندر ہی اندر ان کا انجام آ پہنچا اور ان کے گھروں اور انگوری باغوں کو نگل گیا۔

عاموس کے کلام کا بہت سا حصّہ آج ہندوستان پر بھی عائد ہو سکتا ہے۔ ہم مسیحیوں کو رنج اور ماتم کرنا چاہیئے اور

جس طرح بھی ہو سکے حالات حاضرہ سے فائدہ اٹھا کر ظلم اور بے انصافی کا انسداد کرنا چاہئے۔ یقین جانو۔ کہ ان بے انصاف ظالموں پر جو ظلم اور بے انصافی سے غریبوں اور مظلوموں کا مال کھا کر موٹے ہو رہے ہیں حساب کتاب کا ایک دن آ رہا ہے جس سے وُہ ہرگز ہرگز بچ نہ سکیں گے۔

۳۔ اس درس میں دو وعدے ہیں جو اس کتاب پر سے تاریکی کا پردہ اٹھاتے ہیں۔ دیکھئے آیت ۶۔ خداوند کی تلاش کرو۔ تو تم زندہ رہو گے۔ اور آیت ۱۴ نیکی کی تلاش کرو تو تم زندہ رہو گے۔

حقیقی زندگی اور حقیقی نیکی خدا کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ خدا اور پاکیزگی ایک ہی ہیں۔ بعض اوقات ہمارا رستہ بالکل تاریک ہو جاتا ہے۔ اور ہماری حالت یہ ہو جاتی ہے۔ کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ یعنی ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کیا کریں اور کہاں جائیں۔ ہمارے کاروبار میں پریشانی چھا جاتی ہے۔ اور نتیجہ غیر یقینی ہوتا ہے۔ اس وقت یہ سوال ہمارے لبوں پر ہوتا ہے کہ اب ہم کیا کریں۔

سنئے عاموس اس کا کیا جواب دیتا ہے۔ وُہ کہتا ہے خدا کی تلاش کرو اور نیکی کے طالب ہو۔ اس تلاش سے کبھی غافل مت ہو۔ غم۔ مایوسی یا آزمائش کو سدِّ راہ نہ بننے دو۔ خدا کی تلاش کرو تو تم حقیقی زندگی پاؤ گے۔

سنئے کہ خداوند یسوع مسیح نے اس کا کیا جواب دیا۔ مسیح خداوند نے فرمایا کہ پہلے تم خدا کی بادشاہت اور اس کی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مل جائیں گی۔ متی ۶: ۳۳۔

چھٹا درس

جھوٹا بھروسہ

پڑھو عاموس باب ۶۔

اس باب میں تین تصویریں ہیں۔ اسیریا کی فوجیں اسرائیل کی تاک میں تھیں۔ مگر اسرائیل لاپروا تھے۔ وہ اس گمان میں تھے۔ کہ ہم محفوظ ہیں۔ وہ اپنی طاقت اور حفاظت پر جھوٹا بھروسہ کرتے تھے۔ عاموس یہی مضمون چھیڑ دیتا ہے۔

۱۔ آیات ۱۔۸ میں اسرائیل کے امرا کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ جو عیش اور تکبر کی زندگی بسر کرتے اور من کی موج کرتے تھے۔ وہ آس پڑوس کی قوموں سے اپنا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو کلنہ۔ حمات اور جات پر ترجیح دیتے اور کہتے ہیں کہ ہمارا اقبال اور رسوخ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

یہ ایک جھوٹا قومی بھروسہ تھا۔

اس کے بعد عیش پرستی کی زیادتی کی تصویر ہے جس میں اسرائیل کے عوام مست اور غلطاں رہتے تھے۔ (آیات ۴-۱۴) ان کی بدمستی میں ان کی اخلاقی تباہی اور ہلاکت تھی۔ اس سے عوام میں قوم کی اخلاقی پستی اور روحانی پژمردگی کی نسبت انتہا درجے کی غفلت اور بےحسی چھا گئی۔ وہ تن آسان اور لاپروا ہو گئے وہ اس ظلم رشوت اور بت پرستی پر جس کا

قوم میں دور دورہ تھا مطلقاً رنج نہ کرتے تھے۔ وہ عیش پرستی اور نفس پروری کی زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی حالت سے مطمئن تھے۔

یہ تصویر ہمارے زمانہ کے بالکل متشابہ ہے۔ آج مشرق اور مغرب میں ایک جھوٹی قسم کی اور فریب دہ قومیت اور قوم پرستی پائی جاتی ہے۔ اقوام اپنی اپنی ذات پر اپنے مقبوضات پر اور اپنے اداروں پر فخر و ناز کرتی ہیں۔

ہماری جماعتوں میں کتنے لوگ ہیں جو آرام طلبی اور تن آسانی میں اس قدر محو ہیں۔ کہ اپنے ہم قوم۔ ہم ایمان اور رشتہ داروں کی اخلاقی اور روحانی گراوٹ کی نسبت قطعاً لاپروا ہو گئے ہیں۔ ہم ان کی بدحالی اور گمراہی کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کیا؟ پڑھو حزقی ایل ۳۳: ۱-۲۰۔ گھٹنے ٹیک کر اور سر بسجود ہو کر یہ آیات پڑھو اور اپنی ذمہ واری پہچانو۔ غور کرو۔ کہ عاموس کس طرح شخصی تساہل اور غفلت کو دوسروں کی روحانی تباہی سے نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ وہ جو صیحون میں آرام طلبی کی زندگی بسر کرتے ہیں ان پر خدا حشر بپا کریگا۔ کیونکہ وہ یوسف کی تباہی پر رنج نہیں کرتے۔ پس اب وہ اسیر ہونگے +

ہمیں خبردار اور محتاط رہنا چاہئے کہ مبادا ہمارا طرزِ زندگی۔ ہماری سوچ بچار۔ ہمارے فکر افکار اور طرزِ عمل ایسا خود غرضانہ۔ غیر منصفانہ اور غیر مسیحیانہ نہ ہو۔ جس سے پڑوسیوں اور ہم ایمان بھائیوں کی اخلاقی پستی اور روحانی گمراہی کی حالت کی نسبت ہم میں ہمیں کیا کی لاپروائی پیدا ہو جائے۔

ملک کی تباہی اور ہلاکت کے اسباب پر مسیح کے بندوں کو غور کرنا اور ان کا علاج اور انسداد نہ فقط سوچنا بلکہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ ہم پر افسوس ہے اگر ہم اپنے ہم جنسوں کی اخلاقی پستی کو دیکھیں اور ہمارے دل میں حرکت پیدا نہ ہو۔ اور ہم ظلم و تشدد۔ بے انصافی اور زیادتی۔ غربت۔ بیماری اور جہالت اور روحانی تاریکی کی نسبت لاپروائی اور بے تعلّقی کا اظہار کریں۔

۲۔ آیات ۹ و ۱۱ میں ایک تصویر ہے جس میں دکھایا گیا ہے۔ کہ جب عیش پرستوں پر وبا آئے گی۔ تو ان کی کیا کیفیت ہو گی۔ اس میں دکھایا گیا ہے۔ کہ ہر خاندان میں دس سے نو افراد مر گئے۔ ماں کے بھائی کے ذمے یہ کام آتا ہے۔ کہ وہ لاشیں نکالے اور ان کو جلائے اور جو بچ گئے ہیں انہیں بھی ساتھ لے جائے۔ ماں کا بھائی گمان کرتا ہے۔ کہ شاید کوئی اور بھی زندہ بچ گیا ہے اور یہ کہہ کر بلاتا ہے۔ کہ کوئی ہے؟ جواب آتا ہے کہ نہیں کوئی بھی نہیں۔ اس پر وہ حیرت سے اُف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہوواہ کا نام نہ لو۔

کیوں؟ ایسے ہولناک موقع پر تو ان کو ضرور ہی خدا کا نام لینا چاہئے۔ مگر وہ لوگ ایسے توہم پرست ہو گئے تھے۔ کہ اب وہ گمان کرتے تھے۔ کہ جس خدا کو خوشی اور سلامتی کے ایام میں موٹی اور چربی دار قربانیوں سے خوش کیا جاتا تھا۔ اب جبکہ اس کا غضب بھڑک اُٹھا ہے۔ اس کی خوشنودی کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کی بھیجی ہوئی سزا اور ایذا بغیر شکوے اور گلے کے برداشت کر لی جائے۔ کیا یہ خیال مسیح کی تعلیم سے کچھ نسبت رکھتا ہے۔ کیا مسیحیوں کا یہی نقطہ نگاہ ہے؟

مسیح نے کہا۔ کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے۔ مسیح نے خدا کے ساتھ ہمارا ایک کامل مستقل اور قریبی رشتہ قائم کیا ہے۔ مسیح خود ایک کامل۔ اور آخری قربانی ہے۔ ہم ایمان سے اور کامل تابعداری سے اس کے غلام نہیں بلکہ اس کے دوست بن جاتے ہیں۔ اور خوف کی بجائے محبت پیدا ہو جاتی ہے (یوحنا ۱۴: ۲۳، ۲۴ ، ۱۵: ۱۵ و ۱۶ ، ۱۶: ۲۳ - ۲۷)

۳۔ آیات ۱۲ تا ۱۴ میں اس قوم کی انتہائی جہالت اور تاریکی دکھائی گئی ہے۔ جس کی نیکی اور بدی کی تمیز جاتی رہی ہو۔ عاموس کہتا ہے۔ کہ کوئی شخص چٹان کے کناروں پر گھوڑے دوڑائے گا۔ اور نہ کوئی آدمی بحیرۂ شور پر بیلوں سے ہل چلائیگا۔ مگر یہ لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ عدل کے قانون کی خلاف ورزی کی جا سکتی ہے اور اس کے بد نتائج سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اسرائیل کا گمان ہے۔ کہ عدل و انصاف میں کمی بیشی کرنے سے کچھ ہرج نہ ہوگا۔

یربعام ثانی نے اسی زمانہ میں آرام بادشاہ سے دو شہر فتح کرکے واپس لے لئے تھے۔ ان شہروں کے نام تھے لودبار اور کرنائم۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ لودبار کے معنے ہیں لاشئے بے قدر چیز اور کرنائم کے معنے ہیں دو سینگ (جوڑا)

عاموس کی تنبیہ کے جواب میں ان لوگوں نے جواب دیا۔ کہ ان دو شہروں کا واپس لینا ہماری فوجی قوت کی زبردست دلیل ہے۔ پس ہم سریانیوں یا کسی اور غنیم سے مطلقاً نہیں ڈرتے۔ ان لوگوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا۔ کہ سریانی فوجوں کے دل بادل اور ان کے بے پناہ لشکر ان پر چڑھائی کرنے کو آمادہ تھے

اور ان کی تباہی کے منصوبہ سے لشکر آرائی کر رہے تھے۔

خود فریبی کس قدر آسان ہے۔ ہم کئی بار بے حقیقت چیزوں پر تکیہ کر بیٹھتے ہیں۔ اور بعض دفعہ اپنی طاقت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی فریب خوری آج کل عام ہے۔

اس حقیقت کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ کوئی شخص یا کوئی قوم جس میں مستقل طور پر ناپاکی ہو راستبازی۔ محبّت۔ انصاف اور رحم کے قوانین کو باطل اور بیکار نہیں کر سکتی۔ عدل کا ایک دن ہے جو کسی طرح رُک نہیں سکتا۔ اس دن کا آنا اور بدکاروں کا کیفرِ کردار کو پہنچنا ازبسکہ اٹل ہے۔

ساتواں درس

عاموس کی رویائیں

پڑھو عاموس ۷: ۱-۹ و ۸: ۱-۳

اس درس سے عاموس کی کتاب کا ایک نیا حصّہ شروع ہوتا ہے۔ اب تک ہم نے نبی کی ان تقریروں کا مطالعہ کیا ہے۔ جو غالباً کسی تقریب پر عوام کے سامنے کی گئیں۔ اب ہم اس کی رویاؤں کا مطالعہ کرینگے۔ اس درس میں چار رویائیں ہیں۔

۱۔ ٹڈی دل کی رویا آیات ۱ تا ۳۔
نبی کو وثوق تھا۔ کہ خدا نے اُسے مطلع کیا ہے۔ کہ اسرائیل پر ٹڈیوں کی آفت ضرور آئیگی۔ ان کی دوسری فصل گھاس کی فصل تھی۔ ان کی پہلی فصل ہمیشہ فوجی رسالوں کے گھوڑوں کے واسطے لے لی جاتی تھی۔ اگر دوسری فصل کو ٹڈیاں چٹ کر جائیں تو آپ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ انسانوں۔ چوپاؤں اور چرند پرند کا کیا حال ہوگا۔ پس عاموس نے دعا کرنا شروع کیا۔ اس کی سفارش قبول ہوئی اور اسرائیل پر سے بلا ٹل گئی۔

۲۔ بڑی آتشزدگی کی رویا (آیات ۴-۶) یہ آتشزدگی اس قدر ہولناک تھی۔ کہ سمندر کے پانی کو بھی چٹ کر جاتی۔ سامی لوگوں کا اعتقاد تھا۔ کہ زمین ایک وسیع سمندر پر تیر رہی ہے۔

اور تمام پانی اُسی سمندر سے آتا ہے۔ تمام دیگر سمندر، دریا چشمے اور ندیاں اسی وسیع سمندر سے پانی لیتے ہیں۔ عوام کی آنیوالی تباہی کے تصوّر نے نبی پر ہراس اور سنسنی طاری کر دی۔ وُہ خدا کے حضُور چلّایا۔ اس کی مناجات قبول ہوئی۔ اور آتشزنی رُک گئی۔

ایلیاہ نبی نے امساک باراں کو بلایا اور خشک سالی کا سواگت کیا۔ (۱ سلاطین ۱:۱۷) مگر عاموس کا روّیہ اس سے بالکل جداگانہ تھا۔ آنیوالی بلاؤں کے تصوّر ہی نے نبی کو سجدے میں گرا دیا۔ اور اس نے دعا کی۔ نبی ہونے کی حیثیت سے اس کا فرض تھا۔ کہ ایک خطاکار قوم کو آگاہ کرتا۔ کہ ان کی بدیوں کے سبب ان پر خدا کا غضب آنے والا تھا۔ مگر اس کے دِل میں اپنی اُمّت کے واسطے اس قدر محبّت، ہمدردی اور خیر اندیشی تھی۔ کہ اس نے ایسا محسوس کیا۔ کہ گویا امّت کی تکلیف اور بد حالی میں وُہ بھی شریک اور شامل تھا۔ اور آنے والی بلا کے تصوّر ہی سے وُہ درد اور ذہنی دکھ محسوس کر رہا تھا۔ پس اس نے خطاکاروں کی خاطر دعا کی اور اس کی دعا قبول ہُوئی۔ ایسی حالت میں جب کوئی خطاکار اور قصوروار کے ساتھ اس کے جرم اور سزا میں شریک ہو۔ اور اس کی خطاکاری اور سزا کی وحشت اور ہیبت کو محسُوس کرے۔ تو وُہ دل سے دعا کر سکتا ہے۔ مسیح خداوند ایسا ہی کرتا ہے۔ وُہ ہماری شفاعت کے لئے زندہ ہے۔ اس کی سفارش اور شفاعت کو قبولیت حاصِل ہے۔ کیونکہ ہمارے تمام دکھوں میں وُہ ہمارے ساتھ دکھ اٹھاتا ہے۔ وُہ تمام باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا۔ اس نے صلیب

پر اپنے جسم میں میرے گناہوں کو لے لیا۔
جس دعا میں دوسروں کے لئے کچھ برداشت کرنے کے عناصر نہ ہوں وُہ قابل قبول نہیں ہوتی۔

۳۔ ساہُول کی رویا۔ آیات ۷ تا ۹

پہلی وُہ رویتیں ان ہلاکتوں کی تھیں جو نبی کی سفارش سے رک گئیں۔ مگر یہ تیسری ہلاکت ایسی اٹل ہے۔ کہ عاموس اس کے رُکنے کی سفارش کرنے کو تیار نہیں۔
اسرائیل تولا گیا اور کم نکلا۔ وُہ ٹیڑھا اور جھوٹا ہے۔ لہٰذا ملعُون ہے۔ اسرائیل کی قومی زندگی عدل، نیکی اور راستی کے ساہُول سے جانچ گئی۔ مگر معلُوم ہُوا۔ کہ تمام ڈھانچہ لرز رہا ہے۔ اور گِرنے کو تیار ہے۔ اسوریا تیار ہے اور خدا اس کی قوت کو یربعام اور اس کے سرکش اور خود رائے لوگوں کی تباہی کے لئے استعمال کریگا۔
ساہُول سے مراد وُہ پیمانہ یا ناپ ہے جس سے ہم اپنی آزمائش کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس مسیح کا اخلاق اور مسیح کا کلام ہے۔ جو اعلیٰ ترین پیمانہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں اخلاقی اور سیاسی معیار ناقابل اعتبار اور غیر مستقل ہیں۔

۴۔ گرمی کے موسم کے پھلوں کی رویا۔ (عاموس ۸: ۱-۳)

عبرانی زبان کا وُہ لفظ جس کے معنے ہیں گرمی کا موسم انجام یا حد کے معنے بھی رکھتا ہے۔ کینڈا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پھل کے موسم کو (FALL) فال کہتے ہیں۔ رویا سے معلُوم ہوتا ہے۔ کہ اسرائیل کا انجام آ گیا تھا۔ ان کی عشرت ہوا و حرص اور بد اعمالیوں کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ اور ان کا ہولناک حشر قریب

تھا۔ جب اسور کو ان کے ساتھ ہی سزا دی گئی تو ہیکل کی نغمہ خوانیاں آہوں اور چیخوں میں بدل گئیں۔ اور ہر جگہ لاشے اور سنسنی خیز خاموشی کا دَور دَورہ تھا۔

علماء کا خیال ہے۔ کہ یہ الفاظ نبی کا آخری کلام ہے۔ جو اسرائیل تک پہنچا۔ امصیاہ کاہن نے نبی کو خاموش اور دم بخود بنایا (۷: ۱۲و۱۳) اور وُہ ملک بدر کیا گیا۔

امصیاہ سے یہ حرکت ہو تو گئی مگر وُہ اس کے نتائج سے آگاہ نہ تھا۔ عاموس نے جس کی زبان بند ہو گئی تھی لکھنا شروع کیا اور اس کی تحریر آج تک محفوظ اور ہمارے پاس موجود ہے۔

عاموس پہلا نبی ہے جس نے اپنا پیغام قلمبند کیا۔ اس کو خاموش کرنے کا یہ نتیجہ ہُوا۔ کہ اس کا پیغام ضبط تحریر میں آ کر غیر فانی ہو گیا۔ اور دور دراز تک مشتہر ہُوا۔

اسی طرح دشمنوں نے جان بنین کی زبان بند کر دی۔ اس نے مافی الضمیر قلم کی زبان سے کہنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ دنیا کو ایک مشہور عالم و شہرۂ آفاق تصنیف یعنی مسیحی مسافر کی کتاب ملی۔

یوحنا عارف کو پتمس جزیرہ کے گوشۂ تنہائی میں بند کیا گیا۔ اس تنہائی سے مکاشفات کی کتاب پیدا ہوئی۔ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ اسی طرح ملک ہند میں خدا کا کلام پھیلے گا۔ بلکہ تمام عالم کی انتہا تک پہنچے گا۔ آج خدا کے خادموں کو خاموش کرنے اور ان کی زبان بندی کی انتہائی کوشش ہو رہی ہے۔ جرمنی رُوس۔ جاپان اور کوریا میں انجیل کے مبشروں پر ظلم و ستم ڈھایا جاتا ہے۔ اور ان کو جیل کی تنگ و تار کوٹھڑیوں میں بند

کیا جاتا ہے۔ یوں کلیسیاء کو بے زور اور بے اثر بنانے کی بے حد کوشش ہو رہی ہے مسیح کے خادموں کے خلاف جبر و تشدد اور قہر و ستم کی طاقتیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ مگر انجام کار یہ بیکار ٹھیرینگی اور ان ہولناک ایام کا انجام ایک خوشگوار انقلاب اور صداقت کا ظہور ہوگا۔

خدا کے ارادے کبھی باطل نہیں ٹھیرتے اور اس کی تجویز میں خطا نہیں ہوتی۔ فتنہ گر انسان کے شر انگیز منصوبے کبھی کامیاب نہیں ہوتے اور نہ خدا کے ازلی اور پاکیزہ ارادوں کو رد کر سکتے ہیں +

آٹھواں درس

خدا کے کلام کا قحط۔

عاموس ۸: ۴-۱۴

اپنی نبوّت کے اختتام پر نبی تین عنوان پیش کرتا ہے۔

۱۔ اسرائیل کی حقیقی کیفیّت اور اس کا انجام۔

۲۔ نویں باب کے شروع میں پانچویں رویا۔ جس میں ایک سنہری امید کی جھلک ہے۔ اور یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ اسرائیل بحال ہوگا۔ اِس مطالعہ میں ہم روحانی قحط اور اُس کے اسباب (۸: ۴-۱۴) کا مطالعہ کرینگے۔

عاموس یہاں اسرائیل کے سوداگروں سے مخاطب ہوتا ہے اور ان کا ایسا فوٹو کھینچتا ہے۔ کہ وُہ نئے چاند اور سبت کے ایام میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ اور ان کے چہروں پر مُردنی چھائی ہوتی ہے۔ وُہ بے قراری سے منتظر ہیں۔ کہ یہ دن گزریں اور وُہ دھوکہ اور فریب کا سودا شروع کریں۔ وُہ پکارتے ہیں۔ "وقت یونہی ضائع ہو رہا ہے۔" یہ بھولے بھالے آدمی جن پر ہمارے ترازو کا جادو چلتا ہے۔ اور جو ہماری ناکارہ جنس کو اچھی سمجھکر خریدتے ہیں بے شمار ہیں۔ مگر ہم کو سبت اور دیگر تہواروں کے لیئے دکانیں بند کرنی پڑتی ہیں اور دن بیتے جا

رہے ہیں"۔
اس پُر فریب ریاکاری پر خدا کا غضب بھڑک اُٹھتا ہے۔ وہ اس کو فراموش نہیں کرسکتا۔ خدا غریبوں کا خدا ہے اُس کی آتش غیظ و غضب اُسی طرح جوش میں آتی ہے۔ جس طرح مسیح کی۔ وہ غریبوں پر ظلم ڈھانے والوں اور ستم روا رکھنے والوں پر غصے ہوتا ہے۔ وہ ایسے گناہوں کی برداشت نہیں کرسکتا۔ خواہ یہ ظلم و ستم اسرائیل میں ہو یا ہندوستان میں چین میں ہو یا انگلستان میں۔ امریکہ میں ہو یا فرنگستان میں۔ اس کا نتیجہ سخت عذاب ہوگا۔ زلزلہ۔ گرہن اور موت خدا کے غضب کا محض ایک حصہ ہونگے۔ آیات (۸-۱۰)

اس اہم حقیقت پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ پرانے عہد نامہ میں سبت کی تقریبیں غربا کے مفاد سے وابستہ ہیں۔ عاموس یہاں واضح کرتا ہے۔ کہ سبت کو بھی اُسی دنیاداری اور روپے کے لالچ کا خطرہ لاحق ہے۔ جو بیکسوں اور ناداروں کو پیسے ڈالتا ہے۔ سبت کے فوائد غریبوں کے فوائد ہیں جو سبت کا دشمن ہے۔ وہ غربا کا دشمن ہے۔ جیسا کہ مسیح نے کہا "سبت انسان کے لئے بنا ہے"۔ یعنی عام انسان کے مفاد اور بہبودی کے لئے۔ اگر تم ان آدمیوں میں سے ہو جو کاروبار اور تعیش یعنی عیش و عشرت کے لئے سبت کے احکام کو توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سبت جو خدا نے عبادت اور آرام کے لئے مقرر کیا ہے تو سمجھ لو۔ کہ تم اپنے ابنائے جنس کے لئے کانٹے بو رہے ہو۔

مگر دیکھئے سبت کی مخالفت اور اس کی طرف دنیاوی رویہ کا ایک اور نتیجہ بھی ہے۔ آیات ۱۱-۱۴ میں روحانی قحط کی ایک

دردناک تصویر کھینچی گئی ہے۔ جو خدا دند کے دن کے ناجائز استعمال کا نتیجہ ہے۔ عاموس آگاہ کرتا ہے۔ کہ وُہ دن آئے گا۔ اور بہت جلد آئے گا۔ کہ تمہاری آنکھیں کھل جائیں گی۔ جب تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ تم میں روحانی حقیقتوں کے سمجھنے اور قدر کرنے کی قوت باقی نہیں رہی۔ عبادت میں کوتاہی کی۔ دل و دماغ کی تمام قوتیں نفسانی خواہشات کی نذر ہو گئیں۔ اور رہی سہی قوت فریب سے مال جمع کرنے میں صرف ہو گئی۔ اب تمہاری روحانی قوتوں پر مُردنی اور جمود چھا گیا ہے۔ وہ نفسا نفسی اور اضطرابی کی حالت میں اِدھر اُدھر دوڑے پھرینگے تاکہ کہیں خدا کے کلام کی بھنک کان میں پڑے اور اُن کا روحانی بوجھ ہلکا ہو۔ لیکن یہ انہیں کہیں نہ ملیگا۔ کیونکہ ان کی روحانی استعداد (قابلیتیں) سلب ہو چکی ہے۔ وہ طرح طرح کی قسمیں کھائینگے۔ تاکہ الٰہی پیغام نازل ہو مگر سب فضول۔

کیا طُرفہ ماجرا ہے۔ بیت ایل میں انہوں نے کاہن امصیاہ کے کہنے سے عاموس کو چُپ کرا دیا۔ اور اُسے نکال دیا۔ مگر اب وُہ کلام کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ پھر انہوں نے نبی کو جلا وطن کر دیا۔ اب وُہ خدا کے اُس زندہ کلام کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ جس کو انہوں نے خود خاموش کرایا تھا۔ ہمیں سبت کس احتیاط سے منانا چاہئے۔ اور خدا کے کلام کو جو ہم تک پہنچے کس طرح قبولنا چاہئے۔ مبادا ہم پر کلام کا یہ ناگفتہ بہ قحط نازل ہو۔ اور ہم آخرکار اطمینان۔ معانی اور قوت کے کلام کے لئے بھٹکتے پھریں۔ اور پتہ صرف یہ ملے۔ کہ ہم نے اپنی لاپروائی اور خود غرضی سے خاص اُس استعداد کو برباد کر دیا ہے جس سے ہم پیغام الٰہی کو سمجھ سکتے ہیں۔

نواں درس

انجام اور نئی ابتدا

عاموس باب۹۔

یہ باب دو حصوں میں منقسم ہے۔

عاموس کی پانچویں اور آخری رویا (۱-۶)

مستقبل کی امید کی علامت اور اسرائیل کی بحالی (۷-۱۵)

۱۔ آخری رویا (۱-۶)

عاموس کی اس آخری رویا کے الفاظ کس قدر ڈراؤنے ہیں۔ قوم کی بربادی اور ہلاکت کا احساس کیسا مکمل اور قطعی ہے۔ غالب عاموس کو یہ رویا بیت ایل ہی میں ہوئی۔ وہاں کی ہیکل ایسی تھی۔ کہ اُس کی چھت تین تین ستونوں کی دو قطاروں پر کھڑی تھی۔ اُس نے دیکھا۔ کہ ہیکل کی چھت کے ستون گرا دئے گئے۔ اور چھت نیچے بیشمار آدمیوں پر گر پڑی۔

عاموس کی رویا اور یشعیاہ (۶) کی رویا کے فرق کو ملاحظہ کیجئے۔ یشعیاہ نے بھی خداوند کو دیکھا۔ مگر کتنا مختلف! وہاں خداوند جلال کے تخت پر متمکن ہے۔ اور تمجید و تعریف کے نعروں سے زمین کے طبق ہل گئے۔ مگر خداوند جو عاموس کو نظر آیا۔ وہ مذبح کے پاس کھڑا تھا۔ اور الٰہی نعرہ کا مفہوم یہ تھا۔ مارو۔ ہلاک کردو۔ اور

بھسم کر دو۔

حقیقت میں مذبح علامت ہے رحم۔ رفاقت اور شراکت کی مگر یہاں وُہ عدل اور تعزیز کا تخت بنا ہُوا ہے۔ کیوں! اس لئے کہ اسرائیل نے اُس مذبحہ کی حقیقت کا تمسخر اُڑایا۔ وُہ فریب اور ریاکاری سے مذبحہ کے نزدیک آئے۔ وُہ خدا کے حضور میں ایسے ہدیے لیکر آئے جو غریبوں کا خُون نچوڑ کر حاصل کئے گئے تھے۔ وُہ سمجھے کہ خدا کو مُردہ رسموں۔ رسیلی قربانیوں سے رجھایا جا سکتا ہے۔ مگر خدا کو ٹھٹھوں میں نہیں اُڑایا جا سکتا تھا۔ اور مذبحہ جو رافت اور برکت کا مقام تھا۔ بدبختی اور مقام تعزیز بن جاتا ہے۔

ہمیں برکت کے وسیلوں کو احتیاط سے برتنا چاہیے۔ اور خُدا کے حضور میں پھُونک پھُونک کر قدم رکھنے چاہئیں۔ ریاکاری اور رازداری کو ترک کر دینا چاہیئے۔ مبادا رحمت کا مقام ہمارے لئے سزا کا تخت بن جائے۔

۲۔ بڑی اُمید : (۷-۱۵)

ابتدا میں عاموس پکارتا ہے۔ کہ گناہ کی تعزیر میں دُوسری قوموں کے مقابلہ میں اسرائیل کی کوئی رو رعایت خدا روا نہیں رکھتا۔ گو وُہ خدا کی خاص قوم ہے۔ لیکن انصاف کے لحاظ سے وُہ کسی قسم کی رعایت کی مستحق نہ ہوگی۔ قادرِ مطلق خُدا کی بادشاہت کا تمام عالم پر تسلط ہے۔ کسی کو خاص مراعات حاصل نہیں۔ فخر جو خدا کے ہاں مقبُول ہے وُہ صرف نیکی۔ انصاف اور راستی کا فخر ہے۔ قوم کو چھلنی میں سے چھانا جائیگا۔ (آیت ۹) وُہ لوگ جو فریب خوردہ ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہبی دیوانے عاموس

کے الفاظ ناممکن الوقوع اور ناراست ہیں۔ ناگاہ بربادی اور ہلاکت کو اپنے سر پر پہنچا ہُوا پائیں گے۔

۱۱-۱۵ آیات میں تاریکی نُور سے مبدل ہو جاتی ہے۔ اور ایک اُمید کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ سچ ہے۔ اور ہم کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ عدل کو بالائے طاق نہیں رکھا گیا۔ نہ اُسے بدلا گیا۔ بلکہ وُہ ہو چکا۔ مگر اسرائیل کی بربادی کچھ ایسی نہ تھی۔ جس کا کوئی مداوا نہ ہو۔

اس لاینقطع تاریکی کے باعث چند علماء کی رائے ہے کہ اُمید کی یہ آیات عاموس کی رُوح سے بالکل ناآشنا معلوم ہوتی ہیں۔ پس قرین قیاس ہے۔ کہ وُہ بعد میں زائد کی گئی ہیں۔ وُہ عاموس کے اصل پیغام میں موجود نہ تھیں۔

مگر یقیناً خُدا سب کُچھ کر سکتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس بدبختی کی عاموس نے پیشین گوئی کی وُہ چند سالوں میں ہی وقوع پذیر ہُوئی۔ لیکن یہ تاریکی اور بدبختی قادرِ مطلق خالق کا مخلوق کے لئے قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

پس ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہودیہ کی جنوبی سلطنت کو پھر عرُوج نصیب ہوتا ہے۔ اور وُہ اپنی حدود سے گزر جاتی ہے۔ اور اسرائیل جو اب اپنی سیاہ کاریوں سے پاک ہو کر ضبط سیکھ چکے ہیں۔ فارغ البالی اور خوشحالی کے دن دیکھتے ہیں۔ ان بحال شدہ مملکتوں کے اخلاقی اور روحانی حالات کا کوئی خاص ذکر نہیں ہے۔ مگر مادی خوشحالی کو اُن کی توبہ اور تبدیلئ قلب پر خدا کی مہر تصوّر کیا جا سکتا ہے۔

پس عاموس کا پیغام جو لاینقطع سیاہ بختی کا حامل اور

اور عنقریب بربادی کا نشان ہے۔ ایک امید کی جھلک بھی دکھاتا ہے۔ پس خدا کی تادیب اور سختی ہمارے لئے قطعی مایوسی نہیں ہے۔ بلکہ وُہ توبہ کے لئے تازیانہ ہے۔ اور آسمانی باپ کے پاس خلوص دلی سے واپس آنے کے لئے ترغیب ہے جو ہر وقت تائب مسرفوں کو قبول کرنے اور بحال کرنے کے لئے طیار رہے +

تتمّہ

الیشع سے عاموس تک

اُن حالات کو سمجھنے کے لئے جن سے نئی طریقت کے پہلے نبی عاموس کو دو چار ہونا پڑا۔ یہ لازم ہے۔ کہ ہم اُن انقلابات کو یاد رکھیں۔ جو اسرائیل اور یہوداہ کی زندگی میں اُن پچاس سالوں کے دَوران میں رُونما ہُوئے۔ جو پُرانی طریقت کے آخری نبی الیشع کی موت اور نئی طریقت کے پہلے نبی عاموس کی کے درمیان گزرے۔

الیشع ۷۹۸ء یا ۷۹۷ء ق۔م میں فوت ہُوا۔ اس کی زندگی میں اسرائیل پر حملے ہُوئے۔ اور بہت سے دُشمنوں نے اُن پر عرصۂ حیات "تنگ کیا۔ پس الیشع نے قومی تحفظ کے فرائض انجام دینے اور اسرائیل کی حوصلہ افزائی کرنے میں زندگی بسر کی۔ مگر شاہِ یہوآس (۷۸۳ - ۷۹۸) کے عہد حکومت میں وُہ مُلک جو اُس کے باپ کی سلطنت کے ایام میں ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ دوبارہ حاصل کر لیا گیا۔ (۲ سلاطین ۱۳: ۲۳-۲۵) یربعام ثانی نے چالیس سال کے (۷۸۳ - ۷۴۳ ق۔م) طویل عہدِ سلطنت میں اسرائیل کی حدود کو بحال کر دیا۔ اور دمشق کے کچھ حصّہ پر بھی قبضہ ہو گیا۔ (۲ سلاطین ۱۴: ۲۸) اِس کا

یہ

مطلب ہے۔ کہ عاموس کے زمانہ میں ایک ایسی قوم پیدا ہو گئی تھی جو شکست کے نام تک سے آشنا نہ تھی۔ اور جسے بیشتر جنگ کا تجربہ نہ تھا۔

جو کچھ یہوآس اور یربعام ثانی نے اسرائیل کے لئے کیا۔ وہی عزیاہ (۷۸۰ - ۷۴۰ ق م) نے یہوداہ کے لئے کر دیا۔

(دیکھو ۲ سلاطین ۱۵ اور ۲ تواریخ ۲۶)

اس نے فلستیوں کو تہ تیغ کیا۔ اپنی فوج کو دوبارہ منظم کر کے ایک نئی قسم کا توپ خانہ ایجاد کیا۔ دشمن پر پتھر پھینکنے کے لئے ایک انجن (منجنیق) بنایا۔ اور اچانک حملے سے بچنے کے لئے چوکیوں کا ایک سلسلہ تعمیر کیا۔

اب اس سے یہ ظاہر ہے۔ کہ اسرائیل اور یہوداہ محفوظ تھے۔ زراعت از سرِ نو شروع ہو گئی۔ سب سے زیادہ تجارت اور تعمیر میں ترقی ہوئی۔ اور یربعام ثانی اور عزیاہ کے چالیس سالہ عہد سلطنت میں اسرائیل اور یہوداہ ایک مصروف اور دولتمند تجارتی قوت بن گئی۔ لوگ شہروں کی طرف اُمنڈ آئے۔ انہوں نے اپنے لئے وسیع مکانات تعمیر کئے۔ اور پُر تکلف اور آسائش کی زندگی بسر کرنے لگے۔ جلد ہی شہری پُر تکلف زندگی کی حماقتوں اور گناہوں نے سر بلند کیا۔ تصنع۔ شہروں کے نچلے طبقے میں انتہائی افلاس۔ لالچ اور جھوٹ اور مذہبی رسم پرستی غربا کی آہوں سے چشم پوشی۔ زندگی کے چھوٹے معیار۔ وغیرہ وغیرہ۔ قومی زندگی کی یہ قباحتیں سب اس بات کی آئینہ دار ہیں۔ کہ نئی فارغ البالی قومی خطرات سے مملو تھی۔

یہ تھی صورتِ حالات جس میں عاموس کو لب کشائی کرنی

پڑی اور عاموس کے شانہ بشانہ ہم اُن حالات سے دو چار ہوتے ہیں جو ہمارے اپنے زمانے میں واقع ہو رہے ہیں۔
یہ بات خاص طور پر پُرمعنی ہے کہ ہم اُن متقابل اُمور کا جائزہ لیں جو اس وقت واقع ہُوئے۔ اور جو اب ہندوستان میں واقع ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کے اسّی فی صدی لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ لیکن تجارت اور صنعت کی ترقی کے باعث ایک انقلاب پیدا ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس انقلاب سے ہندوستان میں کایا پلٹ ہوتی رہیگی۔ بڑے بڑے صنعتی مرکز قائم ہو رہے ہیں اور لوگ دیہات کو چھوڑ کر اُن کی طرف اُمنڈے چلے آ رہے ہیں۔ وہی خطرات عیاں ہیں یعنی بڑے بڑے شہروں میں غُرباء کے رہنے کے مکانات۔ سماجی بدیاں۔ تکلف و آسائش کے جھوٹے معیار وغیرہ وغیرہ۔
پس اِن انبیاء کے پیغامات زمانہ ماضی کی مدھم آواز نہیں بلکہ ہمارے مُلک۔ زمانہ اور خطرات کے لئے زندہ پیغام ہیں +

دُوسری فصل

ہوسیع

فصل کا پہلا نبی

عاموس نبی کے مطالعہ سے ہم پر واضح ہو گیا۔ کہ وُہ راستی کا وعظ کرتا تھا۔ اُسے انصاف و اصلاح کی کمی۔ سیاہ کاری اور ظلم کی کثرت کا افسوس دامنگیر تھا۔ اس نے پکار پکار کر کہا۔ کہ اب مظالم کا اتنا غلبہ ہو گیا ہے اور اتنا اندھیر پڑ گیا ہے۔ کہ آنے والی مصیبتوں کو کوئی طاقت نہیں تھام سکتی۔ جنگ اور اسیری کے ذریعے لوگ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ اور ہم نے یہ بھی دیکھا۔ کہ وُہ تادیب کے بعد بحالی کے وعدے کے ساتھ اپنے پیغام کو ختم کرتا ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ عاموس نے اس مسئلہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ کہ یہ بحالی کیونکر وقوع پذیر ہو گی۔ وُہ گناہوں اور اُن کے لازمی نتائج کی مذمت کر کے

اسرائیل کی خفتہ ضمیر کو بیدار کرتا ہے۔ مگر وُہ یہ انکشاف نہیں کرتا۔ کہ یہ اخلاقی اِنقلاب کِس طرح رُو نما ہوگا۔ یہ تیج ہے کہ وُہ کہتا ہے "۔ تم میرے طالب ہو اور زندہ رہو" (عاموس ۴:۵)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کی اخلاقی تجدید اُن کی لگاتار زندگی کے ساتھ مشروط ہے۔ مگر عاموس کوئی ایسی نمایاں کوشش نہیں کرتا جس سے لوگوں کو توجہ کی تحریک ہو۔ اور اُن کے دل و دماغ میں تبدیلی ہو۔ جو تجدید کے ناگزیر اجزا ہیں۔ اس مقام پر ہوسیع کھڑا ہوتا ہے۔ وُہ بھی انصاف اور اخلاقی اصلاح کے لئے اتنا ہی سرگرم تھا جتنا کہ عاموس۔ مگر اُس کو اُن وسائل کا علم ہو گیا تھا۔ جو اس انقلاب کے واحد محرّک تھے۔ وُہ محبت۔ فضل اور توبہ کا نبی ہے۔ خاص اس کے نام کا مطلب "نجات" ہے۔ جو جوشوا اور یسُوع کا مترادف ہے۔ اس نے تجربہ سے محبت کی عمیق پوشیدہ قوت کو معلوم کر لیا۔ یشعیاہ اور یرمیاہ ہوسیع کی سی نرم دلی کے مالک نہ تھے۔ نہ اُنہیں پریم کی اس ریت کی بصیرت حاصل تھی جو حقیقی مذہب کی بیخ و بنیاد ہے۔ ایک عالم تو یہاں تک کہتا ہے۔ کہ" انبیاء مابعد نے کوئی ایسی حقیقت الٰہی فضل کے متعلق بیان نہیں کی۔ جس کا اشارہ ہوسیع میں نہ ملتا ہو۔

ہوسیع کَون تھا؟ کہا گیا ہے۔ کہ وُہ بیری کا بیٹا تھا۔ غالباً وُہ ایک خوشحال زمیندار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اسرائیل کی شمالی سلطنت کے لوگوں کی سیاسی زندگی سے

خوب واقف تھا۔ یربعام ثانی کے عروج کے دنوں میں وہ عاموس کی طرح بسر اوقات کرتا تھا اور بادشاہ کی موت کے بعد جو تنزل کا زمانہ آیا۔ وہ بھی اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ شاید اُس نے ۷۲۱ ق۔ م میں سامریہ کو اسوریوں کے ہاتھوں میں جاتے ہُوئے بھی دیکھا ہوگا۔

اس شخص کو سب سے غمناک تجربہ اپنی المناک خاندانی زندگی میں حاصل ہؤا۔ پس یہ تعجب نہیں۔ کہ علماء نے ہوسیع کی نابکار بیوی کی حکایت کی یہ تشریح کی ہے۔ کہ بنی نوع انسان کے ساتھ خدا کی محبّت کی وضاحت کے لئے نبی نے یہ تمثیل گھڑ لی تھی۔

مگر یہ تاویل ناممکن ہے۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ وہ سب کچھ جو نبی پہلے تین دردناک بابوں میں اپنے گھر کی المناک داستانیں بیان کرتا ہے وہ سچے واقعات ہیں۔

ہوسیع کو ان المیہ واقعات کا تجربہ ہؤا۔ اُس نے صبر و تسلّی کے لئے خدا کی طرف رجوع کیا۔ خدا نے غم کی ان ظلمتوں کو اُس کی ہمدردی اور بصیرت کو مالا مال کرنے کے لئے استعمال کیا۔ اور ان سے اسے ناقابلِ تسخیر محبّت اور نجات بخش قوّت کا سبق سکھایا۔

پہلا درس

بے وفا بیوی

ہوسیع : (۱:۱ - ۲:۱)

پہلے تین ابواب میں ہوسیع کی خانگی زندگی کی المناک داستان مندرج ہے۔ اس کے غم اور رسوائی کے واقعات چھپے نہیں۔ کیونکہ کتاب مقدس جب گناہ سے نفرت یا خدا کی رہا کرنے والی محبت کا اعلان کرنا چاہتی ہے۔ تو اُسے عین معاملات کی واقعیت سے عار نہیں۔

ہوسیع کی حکایت آیت ۲ کے تعجب خیز الفاظ کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے خود ہوسیع کو حکم دیا کہ ایسی عورت سے شادی کرے جس کا چال چلن مانا ہوا بُرا تھا۔ ہم اس کی کیا تاویل کر سکتے ہیں؟

ہوسیع کے پیغام اور اس کتاب کو سمجھنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے۔ کہ ہم صفائی سے دیکھیں کہ ہوسیع الہام کے طفیل کس طرح اپنے غمناک تجربہ کے واقعات کو استعمال کرتا ہے مجھے اس سلسلہ میں جارج آدم سمتھ کے بیان سے بڑھ کر اور کوئی واضح مثال معلوم نہیں اور میں اس مقام پر اس کا خلاصہ درج کرنا چاہتا ہوں۔

ہوسیع نے جُمر سے اس عقیدت کے ساتھ شادی کی۔

کہ وُہ نیک بیوی ہے۔ ورنہ اُسے اسرائیل کے ساتھ تشبیہ نہ دی جاتی۔ جس کے خُدا سے قدیم تعلقات صحیح اور جائز تھے۔ نہ ہم ہوسیع کی بیوی کے گناہ کے راز فاش ہونے پر اُس کے بے پناہ غم کو معلُوم کر سکتے ہیں۔ تاوقتیکہ اُس کی اوّلین محبت پاک اور پرعقیدت نہ ہو۔ تو پھر خُدا کے صریح حکم کے ساتھ (کہ ہوسیع ایک بدکار عورت سے شادی کرے) ہم کس طرح مطابقت پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے۔ جب شادی کے چند سال بعد ہوسیع پر اپنی بیوی کے بدکار ہونے کی قلعی کھلنے لگی۔ اور وُہ دُعا کے وقت اپنے دل کی گہرائیوں میں اس پر غور کرنے لگا۔ تو خدا نے اُس پر منکشف کیا۔ کہ کیوں اس نے (جو تمام باتوں کو ازل سے جانتا ہے) ہوسیع کو ایسی عورت کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دی۔

ہوسیع کو خُدا کے مقصد کا علم دیر میں ہُوا۔ یعنی اس کی منگنی کے کئی سال بعد لیکن جب وُہ اپنے تلخ تجربے کا بیان تحریر میں لاتا ہے تو ایسا معلُوم ہوتا ہے۔ گویا اس مقصد کا اُسے پہلے ہی علم تھا۔ یعنی اس کی منگنی کے وقت اور اس کے طرزِ تحریر سے ایسا معلُوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے اسے حکم دیا۔ کہ اس خراب عورت سے شادی کرے۔ حالانکہ اس کے چال چلن کی خرابی اس پر بعد میں ظاہر ہُوئی۔ اس کے لئے یہی خدا کے کلام کا آغاز تھا۔ (۲:۱)

زندگی کے مصائب اور غم کیوں ہیں ہمیں بھی اکثر یہی حالات پیش آتے ہیں۔ جب ہم مصیبتوں سے دو چار ہوتے ہیں تو ہمیں اُن کا راز معلُوم نہیں ہوتا۔ مگر بعد میں ہم پر یہ

معمہ کھل جاتا ہے۔ کہ کس طرح خدا اِن مصائب کے ذریعے اپنے منشا کو پورا کر رہا تھا۔

اِن ابتدائی آیات سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ کہ ہوسیع پر اس کی بیوی کی سیاہ کاری کس طرح بتدریج آشکار ہوئی۔ اور کیونکر اس کا گھر برباد ہوا۔ پہلے لڑکے کو وُہ اپنا بتاتا ہے۔ اور لڑکے کے نام یزرعیل پر بھی کوئی بٹہ نہیں۔ گو یہ قوم کے لئے بدبختی کا نشان تھا۔ مگر ہوسیع دوسرے بچّے کا دعوے نہیں کرتا۔ اور بچّے کے نام لُورحامہ کا مطلب یہ ہے۔ "وُہ بچّی جس نے باپ کی محبّت کا حظ کبھی نہیں اُٹھایا"۔ نہ وُہ اس بچّے کو اپنا بتاتا ہے۔ جس کا نام لوعمّی ہے۔ (اس کے معنی میری اُمّت نہیں) اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ "میرا رشتہ دار نہیں"۔ پس تقریباً چھ سال کے بعد جب ظاہرا کوئی بات باقی نہ رہی جُمر نے اپنے گھر کو خیرباد کہا۔ اور آخرکار بدکاری کی زندگی کا شکار ہو گئی۔

ہوسیع کی خانگی زندگی کے یہ غمناک واقعات ہیں۔ یہ واقعات غمناک ضرور ہیں۔ لیکن ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہی المناکی ایک فتحیابی میں تبدیل ہو گئی۔ اور خدا کی حکمت سے ہوسیع پر یہ بات واضح ہو گئی کہ جس طرح اُس کو اپنی بیوی کے گناہ کے باعث غم لاحق تھا۔ اسی طرح اسرائیل کے گناہ کے طفیل خدا غمگیں تھا جو اُس کی برگزیدہ قوم تھی۔ جس طرح ہوسیع نے ابتدا میں جُمر سے محبّت کی۔ اس کی عزّت کی اور اُس کی رفاقت سے حظ اٹھایا اور بعد میں معلوم ہوا۔ کہ وُہ بدکار اور بے وفا ہے۔ اسی طرح خُدا کے چُنے ہوئے لوگوں

نے اُس کی محبّت کو ٹھکرا دیا اور بُت پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔

آیات ۱۰:۱ - ۱:۲ سے کہ اس ابتدائی زمانہ میں بھی اسرائیل کے خدا کی طرف رجُوع لانے کا سراغ ملتا ہے۔ اس کے بعد ہمیں معلُوم ہوگا۔ کہ کس طرح جمر ہوسیع کی گناہگار بیوی گناہ کی قید سے رہا ہو کر ہوسیع کے گھر میں واپس آئی۔ ہوسیع کے لئے یہ بھی ایک رمز تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ وُہ لوگ جو گمراہ ہو کر اصنام پرستی اور گناہ کے بندے ہو گئے تھے اور خدا کے لوگ نہ رہے تھے۔ پھر خدُا کی طرف رجُوع لاتے ہیں اور اس کی محبّت کا احساس ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر ان کو "خدُا کے فرزند ہونے" کا حق عطا ہُوا۔ عمّی اور رحامہ پر رحم کیا گیا۔ اُنہیں "میرے لوگ" اور "محبوب" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ محبّت نے ایک دفعہ پھر فتح پائی۔

دُوسرا درس

قومی زناکاری کی سزا

ہوسیع ۲:۲-۱۲-

اس پیرے میں ہوسیع کے دِلی جذبات کا اظہار ہے۔ وُہ اپنی بدکار بیوی کے باعث رنج و الم میں گھُلا جا رہا ہے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اب بیوی سے مُراد اسرائیل ہے [illegible] ہمیں اس سے یہی سمجھنا چاہئے۔ اسرائیل ایک طرح یہوداہ کی برگزیدہ بیوی تھی۔ وُہ اُس [illegible] شتاط تھی۔ لیکن اسرائیل نے گناہ کیا [illegible] بُت پرستی کی طرف مائل ہو گئی۔ اپنی بیوفائی سے زناکار ثابت ہوئی۔ پس اُسے اپنے گناہ کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔

۱- آیات ۲و۳: یہاں ہوسیع اسرائیل سے اِلتجا کرتا ہے۔ کہ وُہ خدا کی طرف رجوع [illegible] اپنی [illegible] کے باعث اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے۔ خُدا یہاں کلام کرتا ہے۔ کہ اسرائیل نے اپنے گناہ سے پاک رِشتہ کو توڑ ڈالا ہے۔ لہٰذا اب وُہ اُسے اپنی بیوی کی حیثیت سے نہیں دیکھ سکتا۔ جو محبت کے باعث اُس کی زوجیت میں تھی۔ وُہ قوم کے نوجوانوں کو دعوت دیتا ہے۔ کہ وُہ دلائل و بُرہان سے قوم کو قائل کریں مبادا تمام قوم برباد ہو۔

۲- آیات ۴-۵: اسرائیل کی خدا سے برگشتگی کے زمان میں

آباد ہونے کے بعد واقع ہوئی اور وہ نتیجہ تھی اس امر کا کہ کنعان میں اصلی باشندے دوسرے معبودوں کو مانتے تھے۔ اور اُن کا ایمان تھا۔ کہ یہ معبود اُن کو فراوانی سے مالا مال کرتے ہیں۔ اسرائیل بھی ان توہمات کا شکار ہو گئی۔ گو وہ اب تک اپنے آپ کو یہوواہ کی برگزیدہ سمجھتی تھی۔ لیکن مقامی معبودوں کی غلام بن گئی۔ اور اپنے ریوڑ اور غلہ میں فراوانی حاصل کرنے کے لئے بعل سے ملتجی ہوئی۔ لہٰذا ہمیں پانچویں آیت میں روٹی اور ... کے لئے اسرائیل کے رُوحانی زنا کا اشارہ ملتا ہے

اِس کا نتیجہ ملاحظہ فرمائیے۔ چوتھی آیت میں جو بچے اسرائیل کے بطن سے پیدا ہوئے۔ وہ اپنے باپ کے صلب سے نہیں بالفاظ دیگر اسرائیل کی نئی نسل یہوواہ سے بالکل ناواقف تھی۔ اور اس نے اپنی زندگی کی ان حماقتوں اور بدکاریوں سے ثبوت دیا۔ کہ اسرائیل نے کنعان کی بت پرستی اور بُت پرستوں سے میل جول کیا۔ وہ خدا سے اتنی دُور تھی۔ کہ اُسے ہوسیع کے بچوں کی طرح لورحامہ اور لوعمی کہا جا سکتا تھا۔ (صفحہ ۵۱) ہوئی الحقیقت اس کے بچے نہیں تھے۔

آؤ یہاں ہم تھوڑی دیر کے لئے تامل کریں۔ اور اس کا زمانہ موجودہ کے معاملات سے مقابلہ کریں۔ اگر مسیحی یا کلیسیا خدا کی عبادت کو ادنےٰ معبودوں سے ملا دیں۔ تو اِس کا انجام سوائے اِس کے اور کیا ہوگا۔ کہ آئندہ نسل کے نوجوان خدا سے اُس کی کلیسیاء اور حقیقی مذہب سے اور دُور جا پڑینگے۔ ایسی باتیں مثلاً خود پرستی۔ زرپرستی۔ عیش پرستی۔ اقتدار پرستی۔ آج کل کے جھوٹے معبود ہیں۔ اپنے واسطے دُنیا اور ہندوستان

میں مسیح کی کلیسیاء کے واسطے۔ اپنے بچوں کے واسطے اور اس مُلک کے نوجوانوں کے واسطے ہمیں "اپنے آپ کو بُتوں سے بچائے رکھو (۱یوحنا ۵:۲۱) یاد رکھنا چاہیئے۔

۳۔ آیات ۶۔۱۳۔ خدا چاہتا ہے۔ کہ اپنی قوم کو پھر واپس لائے۔ لیکن وُہ جانتا ہے۔ کہ یہ آسان نہیں۔ اسرائیل اُس وقت تک توبہ نہ کریگی۔ تاوقتیکہ اس پر روشن نہ ہو جائے۔ کہ وُہ چھوٹے معبُود جن کو پوجتی رہی۔ وُہ نعمتیں مہیا نہیں کر سکتے۔ جن کی وُہ خواہاں ہے خدا اسرائیل کو بتانا چاہتا ہے۔ کہ تعلیم اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ نیز غلہ۔ مے۔ اُون اور کتان سب خدا کے ہیں۔ اور وہی اُن پر واحد حاکم ہے۔ وُہ ایک وقت ان میں گرانی کر سکتا ہے اسرائیل کی آنکھوں پر سے پردہ اٹھانا مقصوُد تھا۔ اور اس کو تسلیم کرانا تھا۔ کہ چھوٹے معبُود اس لائق نہیں کہ اس کی امیدوں کو پُورا کریں جب اُسے یہ احساس ہوگا وُہ خدا کی طرف رجُوع کریگی۔ (آیت ۷)
مسیح نے جو مُسرِف بیٹے کی تمثیل (لوقا ۱۵) کہی۔ اُس میں مُسرِف بیٹے کا یہی حال تھا۔ جب اُس پر اپنی طرزِ زندگی کا پول کھل گیا اور اُسے یقین ہو گیا کہ جن دوستوں اور رنگ رلیوں کے پیچھے وُہ دیوانہ ہو رہا تھا وُہ سب حماقت کی نشانی ہیں۔ تب وُہ اپنے باپ کی طرف لوٹنے پر آمادہ ہو گیا۔

پس یہوؔواہ نے اپنی نعمتوں کا دروازہ بند کر لیا۔ تاکہ اسرائیل اپنے عبرتناک گناہ کا احساس کرے۔ اور نادم ہو۔ (آیات ۸۔۱۰) حتےٰ کہ اس سے عبادت کے موقعے بھی چھین لئے جائینگے (آیت ۱۱) وہی چیزیں جن کے واسطے اسرائیل

نے بُت پرستی اختیار کی اُن کو برباد و ویران کر دیا جائیگا (آیت ۱۰و۱۳) اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے کنعان کے بتوں کی قلعی کھل جائیگی۔ کہ اُن کے پاس نہ قدرت ہے نہ فراوانی۔ جونہی اِس طرح اسرائیل کی آنکھوں سے پردہ اُٹھ جائیگا اور وُہ ایک خدائے واحد کی طرف راغب ہوگی۔ جو اُس کا محبّ اور مالک ہے۔ اور جس سے وُہ برگشتہ ہو گئی ہے۔

ہمارے آسمانی باپ کا اپنے بچوں یعنی ہمارے ساتھ اکثر یہی طرزِ عمل ہوتا ہے۔ ہم اکثر اُس سے دُور جا پڑتے ہیں کیونکہ ہم قیاس کرتے ہیں کہ دنیا کی عارضی راحتیں اور نعمتیں اِسی طرح حاصل ہو سکتی ہیں اور ان ہی کی ہم کو ضرورت ہے۔ تب خدا اپنی رافت و محبت کے تقاضے سے ہم پر نظر کرتا ہے۔ کبھی ہم کو غم نصیب ہوتا ہے تو کبھی ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ کبھی ہم کو نقصانات اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن ان سب صورتوں میں ہمارے لئے خدا کا ایک اعلےٰ اور سُود مند مقصد مخفی ہوتا ہے۔ تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ زندگی کی دائمی نعمتیں اُس کی اور صرف اُس کی ہیں۔ جب ہماری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اُٹھ جاتا ہے تو ہمیں اپنی حماقت یعنی نادانی اور گناہ فوراً نظر آ جاتے ہیں۔ پھر ہم فروتنی سے تائب دل کے ساتھ خدا کی طرف رجُوع کرتے ہیں۔

تیسرا درس

امید کا در

ہوسیع ۲ : ۱۴ — ۳ : ۵

اِن پیروں میں ایک نشاطِ امید ہے۔ چونکہ خدا اسرائیل کو واپس لانے کا متمنی ہے۔ ہوسیع کا اپنی بدکار بیوی کو اپنے گھر میں بحال کرنا (۳ب) اس محبّت بھری تمنّا کا اطلاق ہے اور پہلے دو بابوں کی المناک داستان کے بعد یہ ایک تشفی دہ اور خوشنما منظر ہے۔

۱- ۲ : ۱۴-۲۲ ان آیات میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا بیوفا اسرائیل کی محبّت کے متعلّق بیان کرتا ہے۔ وُہ انہیں "بیابان میں" واپس لائیگا۔ بیشک اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ وہ فی الحقیقت بیابان میں واپس جاملینگے۔ بلکہ اِن الفاظ میں آنیوالی جلاوطنی کی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ خُدا اسرائیل کو جھوٹے معبُودوں کی طرف سے پھیر کر خود اُس سے ہم کلام ہوگا۔ (آیات ۲ : ۹ - ۱۳) اور اس کے رجوع لانے کے بعد لعنت دُور ہو جائیگی۔ (۲ : ۹ - ۱۳) ملک میں فراوانی ہوگی۔ اسرائیل پر پھر خدا کی شفقت و رحمت ہوگی۔

غور کیجئے۔ کہ خدا کی رحمتیں جو اسرائیل کی واپسی پر اُسے خدا کی طرف سے حاصل ہونگی۔ وُہ مختلف طریقوں سے بیان

برگشتہ و گمراہ اسرائیل کی تلاش میں تھی۔ ہوسیع نے جمر کو پندرہ روپیہ اور ڈیڑھ خومر جو دے کر خرید لیا۔ جمر واپس اس کے گھر میں آ گئی۔ محبت نے اس کو چھڑا لیا۔ مگر کچھ تادیب کی ضرورت تھی۔ پس وہ تنہائی میں رہتی۔ اس کو ازدواج کا عیش و عشرت نصیب نہ تھا۔ لیکن اُسے امید تھی کہ توبہ اور منکسرانہ خدمت سے وُہ اپنے آپ کو قابلِ اعتماد ثابت کر کے اپنا درجہ (یعنی نبی کی بیوی) حاصل کر لیگی۔

اس نئے رشتہ اور تادیب میں جو جمر کو درپیش تھی ہوسیع نے یہ علامت دیکھی کہ خدا بھی اسرائیل کی طرف ایسا میلان رکھتا ہے۔ (آیات ۴ و ۵) خدا اپنے بندوں کو نجات دیگا۔ مگر اپنا قدیم درجہ اور اعتماد حاصل کرنے سے پہلے اسرائیل کو تادیب کی ضرورت ہے۔ اُنہیں جلا وطنی کے عرصہ میں سے گزرنا تھا۔ اُن کا نہ کوئی بادشاہ ہوگا۔ نہ شاہزادہ۔ نہ ہیکل ہوگا۔ اور نہ رسوم عبادت خواہ جائز یا ناجائز جو انھوں نے مذہب کفار سے سیکھی تھیں۔

گو تادیب کا یہ زمانہ کڑا ہے۔ مگر اس کا خوف نہ ہونا چاہیے۔ اس میں الٰہی معرفت نہاں ہے۔ اس میں تزکیہ نفس اور ہدایت مخفی ہے۔ اگر ہم اس کو خلوص نیت سے قبول کریں تو اس کے بعد ہم زیادہ قوی اور کلیتہً خدا کے لوگ ہونگے (دیکھو رومیوں ۱۱: ۲۲-۲۳)

بیان کرتا ہے اور یہ بہت پُر معنی ہیں۔

(۱)- اوّل خدا کے علم سے جہالت ہے۔ ہوسیع ۴:۱ - ۶:۴ میں دو دفعہ اس پر زور دیتا ہے۔ ۴:۱۰ و ۴:۱۴ میں مختلف الفاظ میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ خُدا کا یہ علم محض ذہنی واقفیت یعنی اس بات پر کہ خدا موجود ہے" مشتمل نہیں۔ کیونکہ اسرائیل کو یہ تو معلوم تھا۔ وُہ خُدا کے متعلق جانتے تھے۔ اُس کے وجُود اور قدرت کا اعتراف کرتے تھے۔ جس علم یا عرفان کا یہاں ذکر ہے وُہ تجربہ سے متعلق ہے جس کا مطلب زندگی چلن طرزِ زندگی کا انقلاب یا تبدیلی ہے۔

یہ اہمیّت جو ہوسیع نے مذہب کو دی نہایت ہی اساسی اور پُر معنی حقیقت ہے۔ اور ہمیں واضح طور پر اس کے معنی سمجھنے چاہئیں۔ یہ زور نہ صرف اسی پیرا پر دیا گیا ہے۔ بلکہ ہمیں ذیل کے حوالوں کا بھی مطالعہ کرنا چاہئے۔

۵:۴ و ۲:۱۰ و ۳:۱۱ و ۶:۶ و ۲:۲۲ و ۲:۸۔

(یہ مشورہ دیا جاتا ہے۔ کہ خدا کے عرفان کا یہ موضوع خاص طور پر مطالعہ کیا جائے)

یہ علم یا عرفان اس قسم کا ہے۔ کہ ہم میں اپنی قدرت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اور اس سے ایک عملی تجربہ برآمد ہوتا ہے۔ جب ہم کو خدا کی یہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو یا تو ہمارے دل میں شرمندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے یا محبّت موجزن ہو جاتی ہے۔ یا خدا کی عزت ہمارے دل میں غالب ہو جاتی ہے۔ یا ہم میں فرض کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اسرائیل کو اس قسم کی معرفت حاصل نہ تھی۔ گناہ سے

کی گئی۔ وضاحت کے لئے ہم ان پر ایک ایک کرکے نظر ڈالیں گے
ا۔ نئی اُمید۔ (آیت ۱۵) "عکور کی وادی" سے "عذاب کی وادی"
مراد ہے۔ اور یہ عکس (یشوع ۷: ۲۶۔ یسعیاہ ۶۵: ۱۰) کی بدبختی کی
منزل ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ وادی تنگ راستہ ہے۔ جو
غیر آباد اور بنجر ملک کو جاتا ہے۔ جس میں ننگی اور کٹی پھٹی پہاڑیوں
کے سلسلے ہیں۔ یہاں یہ وعدہ ہے کہ یہ وادی جو بدبختی اور ویرانی
کا مقام ہے۔ امید کا دروازہ ثابت ہوگی۔ جلا وطنی (خروج) کے
ڈراؤنے اور تاریک تجربات کا مطلب بربادی اور قطعی بدبختی
نہ ہوگا۔ بلکہ یہ وُہ دروازہ ہے جس میں سے اسرائیل کے لوگ
جو عاجز ہو چکے ہیں گزرینگے۔ تاکہ موعودہ نئی زندگی اور فراوانی
سے بہرہ یاب ہوں۔ یہ حال ہمارا بھی ہو سکتا ہے۔ وُہ تاریک
اور تلخ تجربے جو ہم سب کو پیش آتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی
"عذاب کی وادی" سے نامزد کرتے ہیں۔ اور اپنی بدبختی پر روتے
ہیں۔ لیکن خدا اپنی شفقت و رحمت کے واسطے سے عکور کو
اُمید کا دروازہ بناتا ہے۔ یہ اُمید کیا نئی زندگی کی اُمید۔ اور
خدا کے ساتھ نئی رفاقت کی اُمید ہوتی ہے۔ لیکن مقام افسوس
ہے۔ کہ ہم اکثر اپنی تکالیف میں اس قدر ڈوب جاتے ہیں۔ کہ
ہم "اُمید کے تنگ دروازے سے بھٹک جاتے ہیں۔

ب۔ نیا رشتہ۔ (آیات ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۰ و ۲۳) یہاں اس رشتہ
کی جو خدا اور اُس کے لوگوں کے درمیان قائم ہوگا۔ کیسی
دلفریب اور خوشنما تصویر کھینچی گئی ہے۔ بت پرستی کے پرانے
نام مثلاً بعلی وغیرہ خاطر سے محو ہو جائینگے۔ اور اسرائیل خدا کو
"ایشی" یا "میرے شوہر" کے نام سے یاد کریگی۔ محبت اور اعتماد

ج: نئی فراوانی۔ (آیات ۱۸ و ۲۱ و ۲۲)

یہ ایک قسم کی فطرت کی تجدید تھی۔ حتیٰ کہ وحشی جانور بھی ایک دوسرے کے ساتھ اور انسان کے ساتھ صلح قائم کرینگے۔ (دیکھو رومیوں ۸: ۲۱) جنگ کی بجائے صلح قائم ہو گی۔ دیکھو میکاہ۔ ۴: ۳) پیاسی زمین بارش سے سیراب ہو گی۔ غلے۔ تاک اور تیل کی افراط ہو گی۔ نکتہ یہ ہے۔ کہ وُہ خدا کی طرف رجوع لائے۔ اب وُہ ان کی دُعا سنتا ہے۔ اور انہیں مادی اور روحانی برکتوں سے مالا مال فرماتا ہے۔ یہ سب کچھ اس محبت اور اعتماد کے نئے رشتہ کے قیام کا نتیجہ ہے۔ جس نے گناہ کے بندھنوں کو توڑ ڈالا۔ اور خدا کی جناب میں اُن کی دُعا مقبول و مستجاب ہونے لگی۔

بعینہ مسیح کی تعلیم ہے۔ یوحنا رسول کی انجیل کے پندرھویں باب کی ساتویں آیت میں ہے۔ یسوع میں قائم رہنا مقبول دعا کا راز ہے۔ ہمیں ایجاب صرف روحانی برکات تک محدود نہ رکھنا چاہئے۔ مادی دنیا بھی خدا کی ہے۔ اور ہوسیع نے بتایا کہ خدا اپنی مادی برکتوں سے بھی اُن لوگوں کو محروم نہیں رکھتا۔ جو اس کے ساتھ صحیح رشتہ قائم رکھتے ہیں۔

۲: باب ۳: ہم نے دیکھا۔ کہ کس طرح پایاں کار ہوسیع کی بے وفا بیوی جُمر نے اُس کو چھوڑ دیا اور گناہ کی دلدل میں زیادہ سے زیادہ دھنستی گئی۔ حتےٰ کہ وُہ سر بازار غلام کی حیثیت سے فروخت کے لئے لائی گئی۔ یہاں ہوسیع اُسے ملا۔ اور چونکہ اب بھی ہوسیع کے دل میں اس سے محبت تھی۔ اور وُہ اس الٰہی محبت کی بہت کچھ معرفت حاصل کر چکا تھا۔ جو

کا رشتہ بحال ہو جائیگا۔ بلکہ اس کے علاوہ اس منگنی کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ منگیتر کو اپنے "شوہر" خدا کی صفات حاصل ہونگی۔ یعنی راستی۔ انصاف۔ محبت اور رحم یہ سب صفات خدا کا خاص جوہر ہیں۔ اور اس نئے اور قریبی تعلق کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اسرائیل یہوواہ کے کامل اور محبت بھرے رحم پر پورا پورا توکل کرے گی۔

اگر آپ یوحنا رسول کی انجیل کے چودھویں۔ پندرھویں اور سولھویں باب کا بہ نظر تعمق مطالعہ کریں۔ تو آپ پر واضح ہو جائیگا۔ کہ یہاں ہوسیع کا قدیم وعدہ بالکل پورا ہو گیا۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نیا رشتہ جو روح القدس کے ملنے سے قائم ہوا۔ وہ ایماندار مردوں اور عورتوں کو عین خدا کی قوتوں اور وسیلوں کے مہیا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں آیت ۹ باب اول کے بالکل برعکس حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس آیت میں خدا نے اپنے لوگوں سے اُن کے گناہ کے باعث بالکل قطع تعلق کر لیا۔ اب وہ ان کے سر پر ہاتھ رکھیگا۔ اور اُن کو اپنا کہیگا۔ وہ خوشی پکار اُٹھینگے تُو ہمارے خدا۔ اور کھلم کھلا اقرار کرینگے۔ کہ ہم خدا کی قوم ہیں۔ ہر ایک بات بدل گئی ہے۔ کیونکہ ان کے دل بدل گئے ہیں۔ وہ اس کی محبت کے دیس میں نیا جنم لیتے ہیں۔ وہ امید کے دروازے سے خدا کی شفقت کے ملک میں داخل ہو چکے ہیں۔ انہوں نے پُرانی گناہ آلود اور دنیوی محبتوں کو ترک کر دیا۔ اب وُہ صرف خدا کے ہیں (دیکھو رومیوں ۲۵:۹ و ۲۶ و افسی ۲: ۱۲ و ۱۳ و ۱۹ - ۲۲ - ۱پطرس ۲: ۹ و ۱۰)

چوتھا درس

اپنے لوگوں کے خلاف خدا کا گلہ

ہوسیع ۴: ۱ تا ۵: ۱۴۔

ہوسیع کے خانگی غم کی داستان المناک تمام ہوئی۔ اس کو شاید غمناک ترین تجربہ ہوا۔ اور خدا کی ہدایت سے اس نے الٰہی محبت کی بہت سی معرفت حاصل کی۔ اور اُسے یہ بھی پتہ لگ گیا۔ کہ خدا گنہگاروں کے ساتھ کیونکر پیش آتا ہے۔

اب وہ نبوت شروع کرتا ہے۔ اور مکاشفات میں اسرائیل کے گناہ کی مذمت کرتا ہے۔ باب چار سے چودہ تک کسی قسم کی بیّن تقسیم بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ یہاں ایک قوم کے بتدریج تنزل کا بیان ہے۔ یہ ایک سیاہ اعمال نامہ ہے۔ اس سیاہی میں ہمیں صرف باب ۱۱ اور ۱۴ میں امید کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

آج کے درس میں ہوسیع خدا کے عام گلہ کا اعلان کرتا ہے۔ جو اُسے اسرائیل کے خلاف ہے۔ وہ اخلاقی برائیوں کو بیان کرتا ہے۔ جو اسرائیل میں عام ہیں۔ قومی بادشاہ یربعام ثانی مر چکا ہے۔ اور وہ گناہ جن کو عاموس نے ظاہر

کیا۔ اور یربعام اوّل و ثانی کی مضبوط حکومت نے اُنہیں قابو میں رکھا۔ اب اُن کا رازفاش ہوتا جا رہا تھا۔ اور اندرونی انہدام منظرِ عام پر آ رہا تھا۔ اور اُسے پوشیدہ رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔ ہم ہوسیع کی اس مذمت اور ملامت پر وضاحت کے لئے تین مختلف سُرخیوں کے ماتحت غور کرینگے۔ ۱۔ جرم ۲۔ نتائج۔ ۳۔ اسباب۔

۱۔ جُرم :۔ پہلی اور دوسری آیت میں جرم کو عام لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ رحم و راستی دُنیا سے اٹھ گئے۔ بدزبانی دروغ گوئی۔ خونریزی۔ چوری اور حرامکاری عام ہو گئی۔ بہ الفاظِ دیگر دس احکام کی کھلم کھلا توہین کی جاتی ہے۔ ہوسیع نے اسرائیل کے اخلاق پر یہ الزام لگایا۔ پھر اُس نے روحانی حالت کی طرف توجہ کی (باب ۴: ۱۲۔ ۱۴ و ۵: ۳ و ۴) بُت پرستی کا غلبہ ہے۔ جادوگری عام ہے۔ اور سب سے بدتر یہ کہ کنعان کے معبودوں کی پرستش سے اُن میں خوفناک بداخلاقی پھیل گئی۔ یعنی خاص عبادت اور معبدوں میں — ایک ایسی رسم پھیل گئی تھی جو بدقسمتی سے ہندوستان کے بعض حصّوں میں اب بھی پائی جاتی ہے۔ ہوسیع نے دیکھا۔ کہ قبیح رسم اسرائیل کی خانگی زندگی میں داخل ہو رہی ہے۔ اور قوم کے نوجوان کو کھو رہی ہے۔ اور اُن کے اخلاقی معیاروں کو برباد کر رہی ہے۔ کاہن خود اس کی ترغیب دلاتے تھے۔ اور اس برائی سے اپنے ہاتھ خوب رنگتے تھے۔

اس جرم کا دوسرا حصّہ ۶: ۱۶ و ۱۷ میں مذکور ہے۔

جہاں اُسے "سرکش بچھیا کی مانند سرکشی کرنے والی اور بتوں سے ملی ہوئی" بتایا گیا ہے۔ کہ خدا کی آواز اُسے سنائی ہی نہیں دیتی۔ اس آخری فقرہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بتوں سے بیاہی ہوئی۔ شریک یا ہمراز ہے۔ وہ اطاعت اور پرستاری جو خدا کا حق تھیں۔ جھوٹے اور بدکار الہٰوں کو نذر کی گئی۔

۲۔ نتائج :- اس اخلاقی اور روحانی تنزل اور ابتری کے نتائج قومی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں بیان کئے گئے ہیں۔ اُن کے اِردگردِ قدرتی زندگی بھی گناہ آلود اور ملوث ہوگی۔ (۴ : ۳) بداخلاقی اور بے اعتدالی لوگوں کی ذہنی زندگی کو گھن کی طرح کھا رہی ہے۔ (۴ : ۱۱) کیونکہ قدیم عبرانی خیال کے مطابق "دل" کو مقامِ عقل سمجھا جاتا ہے۔ خدا اسرائیل سے دُور ہو جائیگا۔ حتّٰی کہ وہ بھی جو قربانی سے اُسے خوش کرنا چاہینگے۔ کوئی مُراد نہ پائیں گے۔ کیونکہ وہ قربانی اور ہدیے سے پہلے۔ راستی کا روادار اور طالب ہے۔ (۵ : ۶ و ۷) خدا جو اپنی قوم کا فدائی تھا۔ اب اسرائیل کے لئے کیڑا۔ گھن اور شیر ببر بن جائیگا (۵ : ۱۲-۱۴) آہستہ آہستہ اخلاقی اور روحانی تنزل وقوع میں آئیگا۔ جس طرح کیڑا خفیہ طور پر یا گھن بے خبری میں نہایت ہی قیمتی اشیاء کو خراب کر دیتا ہے یا خداوند حملہ آور کی صورت میں شیر ببر کی طرح پھاڑیگا اور اٹھالے جائیگا۔

۴۔ اسباب کیا تھے ؟ اس اخلاقی اور روحانی تنزل کے اسباب کیا تھے۔ ہوسیع اس پیرے میں کم سے کم تین کا

اُن کی روحانی بصیرت جاتی رہی (۴: ۱۱) اُن کے پلّے رسمی مذہب تھا۔ مگر اس سے طرزِ زندگی میں انقلاب نہ ہوتا تھا۔ ان کے دل میں محبّت۔ عزّت۔ فرض اور روحانی ذمّہ داری کا احساس نہ تھا۔

یہ وُہ حقیقت ہے جو ہم سب کے لئے لازم ہے۔ ہماری خدا کی معرفت ہمیں کہاں لئے جا رہی ہے۔ کیا یہ ذہنی۔ رسمی یا عملی ہے؟ کہاں اس کا اظہار پر محبّت اطاعت سے ہوتا ہے۔

ب:- ہوسیع اس مقام پر اسرائیل کے گناہ کا دوسرا قابلِ افسوس امر بیان کرتا ہے۔ وُہ کاہنوں پر الزام لگاتا ہے۔ (۴: ۴ و ۵ و ۶ و ۹ و ۵: ۱ و ۶: ۹) یہ الزام کتنا غمناک ہے "میرے لوگ اپنے کاہنوں کی مانند ہیں"۔ (۴: ۴) "خدا کاہن۔ نبی اور کائنات یعنی ماں کو بھی برباد کر دیگا۔ (۵ آیت)

کاہن اسرائیل کی بدکاری اور گناہ کے طفیل دولتمند ہو گئے۔ کیونکہ جتنا زیادہ گناہ پھیلیگا۔ اتنی ہی گناہ کے تاوان کی کثرت ہوگی۔ وُہ اصنام پرستی کی بداخلاقی میں پھنسے ہوئے تھے۔ حتّٰی کہ لوگ کاہنوں کی حرص اور لالچ کو دیکھ کر اُن کے غلط نمونے پر چل پڑے (۴: ۹) پس پانچواں باب کاہنوں کے خلاف اعلان کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اب تک وُہ لوگوں کے قاضی یا محاسب رہے۔ لیکن اب اُن پر فردِ جُرم لگنی تھی۔ وُہ بت پرستی کی اعلےٰ جگہوں یعنی مصفاہ اور تبور پر "پھندا" اور "دام" بن گئے۔

"جیسے کاہن ویسے لوگ یعنی جیسا گرد ویسا چیلہ وغیرہ"۔ کتنی بڑی

ذمہ داری ہے۔ ان لوگوں پر جو مذہبی رہنما ہیں۔ خواہ ہوسیع کا زمانہ ہو۔ یا ہمارا زمانہ یا ملک۔ جب ہمارے لوگوں کی اخلاقی اور روحانی حالت ایسی ہو کہ ہم کو اُس پر نوحہ کرنے کا احساس پیدا ہو۔ تو ہمیں متانت سے اپنے ہی دلوں کا امتحان لینا چاہیئے۔ مبادا غلطی خود ہم ہی میں موجود ہو۔ اگر ہمارے اپنے اخلاقی اور روحانی معیار بلند ہوں۔ تو کیا ہمارے لوگ تقلید نہ کرینگے۔ اور اُن کے دل میں روحانی زندگی کا شوق پیدا نہ ہوگا۔

ج:۔ آخر میں ہوسیع اسرائیل کے اُمرا پر الزام لگاتا ہے۔ (۵: ۱۰) وہ سیرت سے قطعی محروم ہیں۔ وہ ٹھگ اور "حدوں کو سرکانے والوں کی مانند ہیں"۔ وہ لوگوں کے لئے نمُونہ بننے اور انہیں بدی سے روکنے کی بجائے خود اس پُرفریب سودے میں حصّہ لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اسرائیل اور یہوداہ دونوں تتّر بتّر ہو گئے۔ (۱۲آیت) اب یہوداہ کا بادشاہ عزُیاہ بھی اسرائیل کے بادشاہ یربعام ثانی کی طرح مر چکا تھا۔ سب کچھ کمزور اُمرا (سیاست دانوں) کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے اسور سے مدد مانگ کر آرام کا سانس لیا۔ اسور ہی نے آخرکار اُن کو ملیا میٹ کرنا تھا۔ (۵: ۱۳) وہ تائب ہو کر خدا کی طرف رجُوع کیوں نہ لائے؟

پانچواں درس

جھوٹی توبہ

ہوسیع ۵: ۱۵ و ۶: ۷

ہمیں اس مقام پر اسرائیل کی بگڑی ہوئی اور ادھوری روحانی حالت کی ایک اور علامت نظر آتی ہے۔ ب ۵ ۱۵ میں خدا یہ کہتا ہے۔ میں اپنے (آسمانی) مسکن کو چلا جاؤنگا۔ جب تک کہ وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرکے میرے چہرے کے طالب نہ ہوں۔

۱۔ توبہ بہت جلد کی جاتی ہے۔ مگر وہ جھوٹی ہوتی ہے۔ اُن پر شاید اُن کی بے بسی ظاہر ہوگئی۔ اُنہیں اپنے اُمرا اور کاہنوں کی بطالت کا حال معلوم ہوگیا۔ وہ عام اجلاس کرتے ہیں۔ جن کی زبان ایسی ہے۔ جو باب ۶ آیات ۱-۳ میں درج ہے۔

انہوں نے توبہ کو آسان بات سمجھا اور خیال کیا کہ خدا جلد اُسے قبول کرے گا۔ اور انہیں بحال کرے گا۔ اُس کی برکت اُن پر برسات کی طرح برسے گی۔ اسرائیل محسوس کرتی ہے کہ جوں ہی اُس نے رجوع کیا۔ خدا اُسے قبول کرے گا۔

مگر خدا اتنی آسانی سے نہیں مل سکتا۔ نہ اُسے فریب یا دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔ وُہ کچھ نہیں کرتا۔ کیونکہ غیر خالص اور رجُوع عارضی ہے۔ اُن کی "نیکی صبح کے بادل اور شبنم کی مانند جلد جاتی رہتی ہے (آیت ۴) خدا اس سے زیادہ کا طالب ہے۔ چنانچہ وُہ اُن کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے۔ وُہ محض قربانی اور ہدیے کا طالب نہیں۔ بلکہ اُسے اس عقیدت (گرویدگی) کی ضرورت ہے۔ جو اس (خدا) کی عمیق اور بدلنے والی معرفت سے پیدا ہوتی ہے۔ (۵ و ۶) چونکہ خدا کے متعلق اور خدا کے مطالبوں کے متعلق اس کے خیالات سطحی یعنی اوپرے تھے۔ چنانچہ ان کا گناہ اور توبہ کا مفہوم بھی سطحی ہی تھا۔

خالص توبہ آسان نہیں۔ لوقا باب ۱۵ میں مسرف بیٹے کی توبہ محض غم و غیرت کا احساس ہی نہ تھا۔ بلکہ ایک مخصوص اور روشن فعل تھا۔ اسے بُری زندگی کو یکسر چھوڑنے اور باپ کے گھر تک واپس آنے کی پُر کوفت مسافت طے کرنا تھا — نہ صرف یہ بلکہ اُس کی توبہ اور توبہ کی حقیقت کی تصدیق اس کے اپنے باپ کے گھر میں رہنے کی رضامندی اور باپ کی اطاعت سے ہوتی تھی۔ اس کے لئے کھوئی ہُوئی میراث کے غم میں گھلنا تھا۔ کیونکہ اب سب کچھ اس کے بڑے بھائی کا تھا۔ لیکن وُہ اپنے باپ کے گھر میں رہنے کے لئے خالص توبہ کر کے آیا تھا۔

جب ہماری توبہ ایسی ہو۔ تو ہمارے آسمانی باپ کی آغوش ہمارے لئے کھلی ہے۔ اور آیات ۱-۳ کے الفاظ

ہمارے تجربے میں حقیقی بن جاتے ہیں۔

۲: باب ۱۶:۷ — ۷:۷ یہ پیرا بہت مشکل ہے۔ خوش قسمتی سے ۲ سلاطین ۱۵: ۸ - ۲۶ - اس زمانہ کے واقعات کی مختصر تاریخ ہے۔ اور اس سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے۔ کس طرح سازش پر سازش اور قتل پر قتل ہوتا تھا۔ یہ بغاوت کا زمانہ تھا۔ کیونکہ اخلاقی اور روحانی پابندیاں پسِ پشت ڈالی جا چکی تھیں۔ خونریزی۔ رہزنی اور شہوت پرستی کی اس تیرہ و تار گھٹا میں اسرائیل اپنے کیفرِ کردار کو پہنچی۔

اسرائیل کے اِس وحشتناک بیان میں تین باتیں بالکل عیاں ہیں۔

ا ۔ کاہن بدکار اور خونریز تھے۔ (۶ و ۹)

ب ۔ بادشاہ اور امرا خود اس بدکاری میں شریک تھے۔ (۷: ۳ و ۵)

ج ۔ وُہ سب بھُول گئے "کہ اُن کی بدکاری اور شرارت خدا کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں۔ انہوں نے صداقت کے خُدا کو بالکل خاطر سے فراموش کر دیا۔ وُہ روز حساب کو یاد کرنا نہیں چاہتے" تھے۔ (۶: ۱ و ۷: ۲)

چھٹا درس

حکمتِ عملی میں جھوٹی پناہ

ہوسیع ۸:۷ - ۱۴:۸

اب تک ہوسیع اسرائیل کے اندرونی حالات کا ذکر کرتا رہا ہے۔ لیکن اب اُن الہامات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جن میں گو پرانے موضوع کا تکرار ہوتا ہے۔ مگر زیادہ تر یہاں اسرائیل کے خارجی ممالک سے تعلقات کا بیان ہے۔ عام پیغام یہ ہے۔ کہ ہوسیع اپنے لوگوں کی خارجی پولیسی کی مذمت کرتا ہے۔ اور خدا کو چھوڑ کر حکمتِ عملی پر تکیہ کرنے کو بُرا گردانتا ہے۔ وُہ مصر کو بھاگتے ہیں اور کبھی اسور کو اور خدا کی بجائے انسانی اتحاد و حمایت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ پس وُہ آہستہ آہستہ اپنی شامتِ اعمال کو پہنچینگے

ہم غور سے اس پیرے کا مطالعہ کرینگے۔ اور ہوسیع کے گھر کرنے والے اور پُر معنی الفاظ کو نوٹ کرتے جائینگے۔

۱۔ آیات ۸ - ۱۱ - ہمیں خدا کے اُن خیالات کی تصویر نظر آتی ہے۔ جو وُہ اِن لوگوں کی اُن کوششوں کے متعلق لکھتا ہے۔ جو کفار کے ساتھ اتحاد کے سلسلہ میں کر رہے ہیں۔ وُہ کیک جسے اُلٹا نہ جائے ایک طرف سے جل جاتا ہے

اور دوسری طرف سے کچّا رہتا ہے۔ ایک روٹی کی طرح جو اُلٹی نہ گئی ہو۔ اسی طرح اسرائیل میں بہت ہی متموّل تھے اور بہت ہی غریب بھی۔ رسوم اور ظاہرداری کی کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن نیک اور صحیح طرزِ زندگی نہ تھی۔ اگر تھی تو بہت کم۔ حکمتِ عملی کا دَور تھا۔ مگر اصول کا فقدان تھا۔

نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ وُہ بالکل نہ سمجھ سکے۔ کہ یہ اتحاد در حقیقت اُن کو کمزور کر رہے تھے۔ انہیں تنزل کے نشانات کا شعور ہی نہ تھا۔ وُہ بوڑھے آدمی کی طرح تھے جو اپنے سفید بالوں کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ (آیت ۹) آیت ۱۱ میں اسرائیل کی غلط پالیسی کا ذکر ہے۔ وُہ ایک کبوتر کی طرح جا بجا پھڑ پھڑاتے پھرتے تھے۔ اب مصر کو اب اسوریہ کو۔ لیکن اس تمام اثنا میں وُہ سچی پناہ سے بے پروہ ہیں۔ (یعنی تائب دل اور مُنکسر مزاجی سے خدا کی طرف رجوع لانا)۔

۲۔ اُس نکتہ چینی پر غور کیجئے۔ جو لوگوں کی دعاؤں پر کی گئی ہے۔ کیونکہ وُہ عذاب میں مبتلا تھے۔ اور انہیں خوف لاحق تھا۔ مبادا فصلیں ماری جائیں۔ اور انہیں غلے اور مے کی قلّت ہو۔ وُہ خدا سے طویل دعائیں مانگتے تھے۔ جو محض لفظوں کی شعبدہ گری تھی۔ لیکن اُن کے دل خدا سے دُور تھے۔ ان کی دعاؤں میں خلوص نہ تھا۔ وہ اس لئے خدا کی تلاش نہیں کرتے کہ وُہ خدا ہے یا وہ اس کی مانند بننا چاہتے تھے۔ وُہ تو خدا سے اپنی

راحت کے سامان کے طالب تھے اور بس۔ کتنی دفعہ ہماری دعائیں بھی ایسی ہوتی ہیں۔ جب ہم پر مصیبت آتی ہے۔ تو ہم خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت ہمارے دل اس کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

۳:- ب:۲-۴- یوم العذاب میں اسرائیل کی پکار "ہمارے خدا ہم بنی اسرائیل تجھے پہچانتے ہیں"۔ کسی کام نہ آئیگی۔ لفظوں کا کیا فائدہ جبکہ انہوں نے اخلاقی۔ روحانی اور سیاسی زندگی میں نیکی کو ترک کر دیا۔ اور خدا سے روگردانی کی۔

خُدا سے روگردانی بالخصوص دو باتوں میں نمایاں ہے۔ اوّل اُن بادشاہوں کو مقرر کرنا جو خدا کی طرف سے نہیں تھے: یربعام ثانی کی موت کے بعد ایک بادشاہ کے بعد دوسرا تخت نشین کرایا جاتا تھا۔ اور پھر اُسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ (۲ سلاطین ۱۵: ۸-۲۶)

دوم سنہری بچھڑے کے خلاف نہایت کراہیت کا اظہار کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی چوبی بُت تھا۔ جس پر سونے کی میناکاری تھی۔ (آیت ۵-۶) ہوسیع مورتی کے ذریعے خدا کی پرستش کو نہایت زوردار الفاظ میں مردُود قرار دیتا ہے۔ حتیّٰ کہ قربان گاہیں بھی گنہگاری کا مقام ہیں (آیت ۱۱) چنانچہ اُن کی قربانیاں نامقبول ہیں (آیت ۱۳)

عام الزام ۸: ۱ اور ۸: ۱۴ میں درج ہے۔ ناسزا اطوار اور غیر اقوام سے اتحاد کے باعث انہوں نے عہد سے تجاوز کیا۔ اور شریعت کے خلاف چلے۔ علاوہ بریں اسرائیل اپنے خالق کو بھول گئی۔ اس کی پاداش بدبختی اور بربادی ہے۔

جیسے کوئی شے بدل نہیں سکتی۔(۱۴-۷:۸) وہ مصر کو لوٹیگی۔ جہاں سے وہ اس ظفرمندی کے ساتھ نکلی تھی۔ اور یہ بات اس وقت کافی حد تک پوری ہوئی۔ جبکہ یہودیوں کو سکندرِ اعظم نے تتر بتر کیا۔

حکمت عملی یا خُدا۔ ان دونوں میں سے اسرائیل کو ایک چننا تھا۔ لیکن چونکہ اُس نے حکمت کو چُنا۔ اس لئے وہ ہلاک ہوئی۔ آج یہ سبق ہمارے لئے کتنا عبرتناک ہے۔ تنگ۔ قومی اور خود غرض حکمت عملی کا انجام بربادی اور اور شکست ہوگا۔ ہماری حکمتِ عملی پر خُدا کا قبضہ ہو۔ اس میں تمام بنی نوع انسان شامل ہوں۔ اور اس کی بنیاد عدل اور باہمی عزّت و احترام پر ہو۔

ساتواں درس

گُناہ کی مزدُوری

ہوسیع ۹ : ۱ —— ۱۰ : ۱۵

اِن پیروں میں ہوسیع اُس جلاوطنی کے اثرات میں سے خدکا ذکر کرتا ہے۔ جس کی اُس نے پیشین گوئی کی ہے۔ جس کی آمد کے اٹل نشانات اُسے نظر آتے ہیں۔ وُہ پھر اُن باتوں کا تکرار کرتا ہے۔ جو اُس نے اور اور موقعوں پر کہی تھیں۔ (۴ : ۱۱-۱۴) یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ پیرے شاید کسی ایسے خطبہ کے حصص ہیں جو ہوسیع نے کبھی فصلی جشن کے موقعہ پر دیا ہوگا۔ جب اُس نے اپنی قوم کے رسوم اور لوگوں کے عیش و نشاط کو دیکھا اُسے اُس میں اپنی قوم کے گناہ کا اٹل انجام بھی نظر آیا۔ اُس نے بڑی بصیرت اور قوت کے ساتھ اس موقع پر اُن کے دنیاوی اور عامیانہ نشاط کا مقابلہ اُس ظلمت اور مایوسی سے کیا جو جلاوطنی کے ایام میں اُن کا بخرہ ہوگی۔

ہم اس پیرے کو اس طرح تقسیم کرسکتے ہیں :-

۹ : ۱-۹ = آنیوالی اسیری کے آثار۔

۹ : ۱۰-۱۷ = قومی بدکاری کے نتائج۔

۱۰ : ۱-۱۵ = جھوٹے بُت اور کمزور بادشاہ۔

۱۔ آنے والی اسیری کے آثار۔ (۹: ۱-۸)

تیسری اور چھٹی آیت میں مصر اور اسور دونوں کا ذکر ہے۔ اسرائیل کو ان میں واپس جانا پڑیگا۔ دوسری آیات میں اس کے نتائج کا بیان ہے۔ غلہ اور مے کا قحط ہوگا۔ اُن کھانوں کی مذمت جو یہودیوں کے لئے ناپاک ہیں۔ وُہ عبادت نہ کرنے پائیں گے۔ جو قربانیاں وُہ گزارنیں گے۔ وُہ اُن کے نوحہ گروں کی روٹی کی مانند ہونگی۔ (آیت ۴) اُن کو عبادت کے بغیر رہنا پڑیگا۔ کیونکہ عبادت کے موقعے اُن سے چھین لئے جائینگے۔ (آیت ۵) یہ بیشتر اس بات کا نتیجہ ہے۔ کہ کاہن لوگوں کو تنبیہ کرنے سے قاصر رہے۔ اور اُن کی رہنمائی نہ کی۔ بدی نے اُن کو تباہ کر دیا۔ انہوں نے خُدا کے گھر میں بھی بدی اور عداوت کا جال پھیلایا ہُوا تھا (آیت ۷-۹)

۲۔ قومی بدکاری کی شامتِ اعمال:۔ (۹: ۱۰-۱۷)

وُہ لوگ جن میں ہوسیع پیدا ہُوا۔ کسی وقت قدرتی اور مذہبی عوائد کی رُو سے کھلم کھلا بدکاری کے عادی تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ اخلاقی معیار خطرہ میں ہیں۔ نفس پرستی سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ حیا سوز کتب کی کثرت ہے۔ اور بہت سی متحرک تصاویر بد اخلاقی کی ترغیب دلاتی ہیں۔ ہوسیع کے الفاظ کو مدِ نظر رکھنا نہایت لازم ہے۔ اُن عواقب کو یاد رکھنا قرینِ مصلحت ہے۔ جو بلا شک و شبہ اُن لوگوں کو بھگتنے پڑینگے۔ جو صفائی باطن اور مکارم اخلاق کی پروا نہیں کرتے۔ ہم اس کے دو نتائج پہلے ہی مطالعہ کر چکے ہیں ہم پھر اُن پر تیسرے کے ساتھ نظر ڈالیں گے۔ جس پر ہوسیع

نے اس پیرے میں زور دیا ہے۔

د:۔ ب ۴:۱۱۔ میں ہوسیع دعوے کرتا ہے کہ بدکاری فرد اور قوم کی ذہنی بصیرت کو تباہ کر دیتی ہے

ب:۔ چوتھے باب (آیات ۱۳ اور ۱۴) میں یہ سنجیدہ حقیقت بتائی گئی ہے۔ کہ اخلاقی آوارگی سے خانگی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ نیز یہ نہایت بُری بے انصافی ہے۔ کہ لوگ یہ خیال کریں کہ وہ تو بدکاری کی زندگی بسر کریں اور اُن کی عورتیں پاکدامنی کی زندگی گزاریں۔

ج:۔ اس پیرے میں (۹: ۱۰-۱۷) ہوسیع بیان کرتا ہے۔ کہ کس طرح طویل بدکاری نزاع پیدا کرتی ہے۔ قوت کی بربادی کا موجب ہوتی ہے۔ بتدریج بانجھ پن اور آبادی کی تباہی کا بیج بوتی ہے۔

سب سے پہلے بنی اسرائیل کو نفس پرور قوم کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے۔ (آیت ۱۰) اور دریافت کرتا ہے کہ اُن کے اخلاقی زوال کی ابتدا بعل فغفور کے نفسانی رسوم میں حصہ لینے سے ہوئی۔ (دیکھو گنتی ۲۵: ۱-۵) پیرے کے باقی حصہ میں نسلی اور علم الحیات کے نتائج کا تذکرہ ہے۔ باپوں کے گناہ بیٹوں کے سر لگائے جاتے ہیں۔ خاندان برباد کئے جاتے ہیں۔ اطفال کی اموات میں اضافہ ہوتا ہے۔ زرخیزی خشکی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

ہوسیع کا جنسی آوارگی یا بدکاری کا اس صحت کے ساتھ اور زوردار الفاظ میں بیان کرنا یقیناً ایک قابلِ غور بات ہے۔ ہم یہاں ایک اور بات کا ذکر کر سکتے ہیں۔

جس کو وُہ بار بار پیش کرتا ہے۔
روحانی موت - خدا کو پہچاننے کی قوت کا سلب ہو جانا۔ یہ چار باتیں آج بھی اتنی ہی واقعی اور سچ ہیں۔ جتنی ہوسیع کے زمانہ میں تھیں۔ تاریخ اور سوانح حیات اور تجربہ تمام خدا کے ان اٹل قوانین کی تصدیق کرتے ہیں۔
خدا کا شکر ہے۔ کہ پناہ کا ایک ذریعہ ہے۔ دعا کے ساتھ مطالعہ کیجئے۔ ۱ کرنتھیوں ۱۰: ۱۳ و ۲ پطرس ۱: ۴۔ رومیوں ۷/۲۴ ۸: ۴۔

باطل بُت اور کمزور بادشاہ - ۱۰: ۱-۱۵ -

ہوسیع بت پرستی کی بطالت پر پھر زور دیتا ہے۔ اور یہ دعوےٰ کرتا ہے۔ کہ بیت آون کی بچھیوں کے تمام مجسمے اپنی سنہری جھولوں کے ساتھ اسور کو خراج کے طور پر بھیج دئے جائیں گے۔ اور اس طرح ان کی بے مائیگی اور بیہودہ پن ظاہر ہو جائیگا۔ (آیات ۱-۶) جو بادشاہ انہوں نے منتخب کئے ہیں۔ وُہ حملہ کے طوفان کے آگے تیرتی ہوئی شاخ کی طرح بہ جائیں گے۔ (آیت ۷) جبعہ کا قدیم اور وحشتناک گناہ (قضاۃ باب ۱۹ و ۲۰) اب رنگ لائیگا۔ (۸-۱۰)
اگر قوم فی الحقیقت خدا کی برکت کی طالب ہے۔ تو اُسے اور طرح ہل چلانا اور بیج بونا ہوگا۔ اگر وُہ صداقت کی تخم ریزی کرینگے۔ تو شفقت کی فصل کاٹیں گے۔ اب اُنہوں نے شرارت کا بیج بویا اور بدکاری کا پھل کھایا۔ اُنہوں نے بہادروں کے انبوہ پر تکیہ کیا۔ اور غیر قوم کی حمایت ایک فریب ہے۔ اندرونی مناقشات کے بعد ہنگامہ برپا ہوگا اور

تباہی آئیگی ۔(۱۱ ۔ ۱۵)
اس قدیم نبوی کلام سے ہمارے دل میں خیال پیدا ہونا چاہیئے ۔ پچھلی جنگ کا مقصد یہ تھا ۔ کہ جنگ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے ۔ لیکن اب وُہ زمانہ ہے کہ قومیں ایک ایسی جنگ میں مُبتلا ہیں ۔ کہ ایسی ہنگامہ آرا جنگ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی ۔ اسلحہ بندی ۔ اتحاد اور افواج ہوسیع کے زمانہ کی طرح ہماری اُمید کا سہارا ہیں ۔ یقیناً اب ہمیں خدا کے طالب ہونا چاہیئے ۔ اور تمام اقوام کے مسیحیوں کو لازم ہے کہ وُہ کسی بہتر حل کی تلاش کریں +

آٹھواں درس

خُدا کی محبّت کا طریقہ

ہوسیع ۱۱: ۱-۱۱

اب تک ہم نے یہ دیکھا ہے۔ کہ ہوسیع کس طرح خدا کے اپنے بندوں کے ساتھ تعلّق کو بیان کرنے کے لیۓ میاں بیوی کی تشبیہ استعمال کرتا ہے۔ اُس کی اپنی خانگی المناک داستان سے اس کو اس درد کی معرفت حاصل ہوئی جو خدا کو اپنے پیارے بندوں کے گناہ کے باعث ہوتا ہے۔

لیکن اس باب میں ایک نئی تشبیہ استعمال کی گئی ہے۔ یعنی باپ اور بیٹے کی تشبیہ۔ پھر یہ تشبیہ ایک مہربان زمیندار اور اُس کے مویشیوں سے بدل جاتی ہے۔ اس وجہ سے خدا کی پدریت (ابوبیت) اور شفقت پر زور دیا جاتا ہے۔

۱- آیات ۱-۷:- اِن میٹھے لفظوں میں ہمیں وُہ راز بتایا گیا ہے۔ جس سے اسرائیل خدا کی برگزیدہ اور ممتاز قوم بنی۔ "میں نے اُس سے "محبّت رکھی" - اس کو بُلایا اور چلنا سکھایا۔ (آیت ۳) - یہ خدا کی محبّت۔ دعوت اور تعلیم کا کرشمہ تھا۔ کہ مصری غلاموں کا قبیلہ ایک ممتاز۔

برگزیدہ اور منزل سے واقف قوم بن گئی۔ مگر افسوس! جس قدر خدا نے انہیں بلایا وُہ اسی قدر اُس سے دُور ہوتے گئے۔ (آیت ۲) اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی طرف مائل ہُوئے۔ نیز جس طرح ایک رحمدل کسان اپنے مویشیوں کی سیوا کرتا ہے اُسی طرح اُس نے اُن کی ریگستانی مسافت میں خبرگیری کی۔ اُن کے بوجھ ہلکے کئے اور اُن کی احتیاجوں کو آسودہ کیا۔ (آیت ۴)

لیکن ہوسیع کو نظر آتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ فضول جانے کو تھا۔ لوگوں میں بغاوت کی رُوح تھی۔ اور وُہ خدا سے برگشتگی پر آمادہ تھے (۷) اس کا نتیجہ تباہی اور ہلاکت ہوگا۔ (۵ و ۶)

۲: آیات (۸ - ۱۱) ان آیات میں ہوسیع کے اہم ترین ہیروں میں سے ایک پایا جاتا ہے۔ اس میں ہم کو خدا کی اُس دلسوزی کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو اُسے اپنے آوارہ و برگشتہ بندوں کے باعث ہوتی ہے۔ اُن کو بلا کر کے۔ محبّت کرکے اور سکھا کے خدا کیونکر اُن سے دست بردار ہو جائے۔ یا اُن کو ترک کر دے۔ اِن آیات میں کیسی شفقت اور رقت پائی جاتی ہے۔ خدا کے دل کی کیسی تصویر کھینچی گئی ہے۔ جو بے حد صابر ہے۔ دیر تک درد برداشت کرتا ہے۔ اور مسرت کی مراجعت کا منتظر رہتا ہے۔ ان لفظوں میں نہ صرف الٰہی محبّت اور ترحّم کا آئینہ پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ ہمیں ہوسیع کے اپنے دِل کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں وُہ محبت نظر آتی ہے۔ جو اپنے بیوفا لوگوں کے

ساتھ ان طویل سالوں میں ثابت قدم اور پُر استقلال رہی۔
جس طرح اس کی محبت نے اُسے اپنی بدکار بیوی کو واپس لانے اور بحال کرنے پر مجبور کیا۔ اُسے یقین ہو گیا۔ کہ خدا کی صابر محبت بھی پایان کار اسرائیل کو توبہ کے لئے آمادہ کریگی۔ اور وُہ دن آئیگا جبکہ وُہ مصر سے پرندہ کی طرح اور اسُور سے کبوتر کی طرح کانپتے ہُوئے صیہون اور خدا کی طرف اڑتے آئیں گے (آیات ۱۰ و ۱۱)
دو باتوں پر زور دینا چاہیئے:۔
اوّل۔ اصلی مسیحی زندگی کا راز افتتاحی آیات میں ہے۔ جب ہم میں خدا کی محبت۔ اُس کی دعوت (بلاہٹ) اُس کی تعلیم اور ہدایت کا احساس بیدار ہو جاتا ہے۔ تو ہم اصلی معنوں میں اپنے آپ کو "خُدا کے بیٹے" کہہ سکتے ہیں۔ خدا کی قدرت کو پہچاننے اور آزمائش میں محفوظ رہنے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ اس سلسلہ میں یوحنا کی انجیل (۱: ۱۲ و ۱۳) اور ۱ یوحنا ۳ بھی مطالعہ کریں۔
خدا کی پدرانہ محبت اور پھر شفقت پر زور دے کر دوسری حقیقت کا اشارہ کیا گیا ہے۔ (۳ و ۴) یہ بات تو ہمارے اپنے تجربہ میں بھی مصدقہ ہے۔ زندگی کے کچھ حصہ میں ہم بچوں کی طرح ہیں۔ اور پھر کچھ حصہ ہماری زندگی کا اُن مویشیوں کا سا ہے جو اپنا بار اٹھائے چلتے رہتے ہیں۔ خدا ہمارا سب کا باپ ہے۔ اور زندگی کے اوائل میں ہمیں اس کی حفاظت سکھانے والی محبت کی ضرورت ہے ایک وقت آتا ہے جبکہ ہم جوئے میں جُت جاتے ہیں۔ ہم

میں ایمان کم اور فرض کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔ تو خدا ہمارے ساتھ نرمی سے سلوک کرتا ہے۔ ہم کو ایسی ہستی کا شعور ہوتا ہے جو ہماری مدد کرتی ہے۔ اور ہمارے بار کو ہلکا کرتی ہے۔ ہمیں ہمدردی، شفقت اور فہم کی ضرورت ہے۔ اور یہ سب ہمیں خدا کی محبت کی وساطت سے حاصل ہوتا ہے اور یقیناً یسوع کا یہی مطلب تھا۔ جبکہ اُس نے جُوئے کا ذکر کیا۔ وُہ اس میں ہمارا شریک اور خدمت کی راہ میں ہمارا ہم راہ ہوتا ہے۔ (دیکھئے متی ۱۱: ۲۹-۳۰ و اپطرس ۵: ۷۔ زبور ۵۵: ۲۲ +

نواں درس

اتمام حجت

ہوسیع ۱۱: ۱۲ — ۱۳: ۶ -

پچھلے درس میں ہم نے محبت کی اُس جلن کا مطالعہ کیا۔ جو خدا باپ کو اپنے بندوں کے بطلان کے باعث ہوتی ہے۔ "اے اسرائیل میں تجھ کو کس طرح ترک کردوں۔ میں تجھے کیونکر جانے دوں"! لیکن اس سے یہ یقین نہیں ہوتا۔ کہ سب کچھ ٹھیک ہوگا۔ مگر یہ الہٰی محبت کی دلسوزی ہے۔ جو اسرائیل کی آوارگی کے مقابلہ میں کمزور اور بے اثر دکھائی دیتی ہے۔ پس نبی آخری درخواست کرتا ہے۔ اور اسرائیل کی گذشتہ زندگی کا اعادہ اس اُمید پر کرتا ہے۔ شاید اُن کے دل توبہ کے لئے پسیج جائیں۔ وہ لوگوں کو رجوع کے لئے ایک اور موقعہ دیگا۔ اگر انہوں نے اس وقت رجوع نہ کیا تو نبی خدا کی طرف سے اس طرح انتقام لیگا۔ کہ وُہ اُن لوگوں کو ترک کر دیگا جنہوں نے خدا کی محبت کو ٹھکرا دیا۔

تاہم یہ پیرے ہوسیع نبی کے کلام میں سب سے مشکل ہیں۔ اور سب سے بڑی مشکل اُن چار حوالوں میں ہے۔ جو نبی یعقوب پدرِ اسرائیل کی زندگی سے دیتا ہے۔ ہوسیع اُس

کو بطور مثال استعمال کرتا ہے۔ لیکن یہ عُقدہ نہیں کھلتا۔ کہ وُہ اس کو نیک مثال کے طور پر استعمال کرتا ہے یا بُری مثال کے طور پر۔

پیرے کے دو حِصّے ہیں :-

ا۔ یعقوب کی مثال } ۱۱ : ۱۲ و ۱۳ : ۱۴

ب۔ آخری فیصلہ۔ } ۱۳ : ۱ - ۱۶

دلیل کی اِبتدا اسرائیل کے جھوٹ سے شروع ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ ۱۱ : ۱۲ کی اصل متن کا آخری حِصّہ نہایت مشکل ہے۔ اور جو ترجمہ یہوداہ کے حق میں ہے اُسے یُوں پڑھنا چاہئے یہوداہ اب تک خدا سے برگشتہ ہے۔ خدا جو پاک اور وفادار ہے۔ اور اس جھوٹ کی تشریح اسور اور مصر کے ساتھ غیر ملکی عہد و پیمان کا حوالہ دے کر کرتا ہے۔ (۱۲ : ۱)

پھر بزرگ یعقوب کے چار حوالے آتے ہیں۔ پہلے حوالے میں تو یعقوب کے عیسو کو دھوکہ دینے کی صریح مذمت ہے۔ (۲ و ۳) ہوسیع کہتا ہے۔ کہ اولاد کا گناہ اپنے بزرگ یعقوب کی روش کے مطابق ہے۔ اس کے بعد تین اور حوالے آتے ہیں۔ فنی ایل کے مقام پر فرشتے کے ساتھ کشتی۔ بیت ایل میں خدا کے ساتھ ملاقات۔ (۴) اور اپنی بیوی راخل کو حاصل کرنے کے لئے خدمت کا زمانہ۔ (۱۲)

اب سوال یہ ہے۔ کیا ان کو نیک اعمال کے طور پر پیش کیا گیا ہے یا بد کے طور پر۔ بعض مصنفین کا خیال ہے کہ عیسو کو دھوکہ دینا یعقوب کا مذموم فعل ہے۔ مگر اُس کی زندگی کے دوسرے واقعات قابِل ستائش ہیں۔ اور

ہوسیع اِن کو اسرائیل کے لئے نیک مثالوں کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

اس کے برعکس یہ بھی کہا جاتا ہے۔ ہوسیع یعقوب کی تمام سیرت کو مردود قرار دیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ یہی کرتوتیں اس کی اولاد کے بطلان اور ناکامی میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یعقوب نے فنی ایل کے مقام پر الٰہی پیغامبر کے ساتھ کشتی لڑ کر اُس کی بے ادبی کی۔ اُسے اطاعت کرنی چاہئے تھی اور خدا کی رضا کا منتظر رہنا چاہئے تھا۔ آیات ۷-۱۰ میں اسرائیل کی تجارتی بد دیانتی کا ذکر ہے۔ اور ایما یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یعقوب کی فریب دہی اور دغا اسرائیل کے طرزِ زندگی میں پوری ہو رہی ہے۔ پھر ہوسیع جلعاد کے گناہوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ جہاں یعقوب نے اپنے سُسر کے ساتھ فریب کیا۔ (پیدائش ۳۱: ۲۱) اور جلجال میں ناجائز قربانی کی۔ غالباً ان قربانیوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو ۱ سموئیل باب ۱۳ و ۱۵ میں مذکور ہیں۔ ان کی قربانگاہ کو کھود کر کھیتوں میں پھینک دیا جائے گا۔ (آیت ۱۱)

۱۲-۱۴ آیات میں یعقوب کو طعن و تشنیع کی گئی ہے کہ وُہ کمین تھا۔ اور وُہ مردانہ خود اعتمادی سے عاری تھا۔ کیونکہ وُہ ایک بیوی کی خاطر غلام بن کر بکنے کو تیار ہو گیا۔ یہی غلامانہ ذہنیت اُس کی اولاد میں موجود تھی۔ وُہ مصر کی غلامی میں تھے۔ حتّٰی کہ خدا کے نبی موسےٰ نے اُنہیں نجات دلائی۔ اور اس پر ستم یہ کہ رہا شدہ قوم موسےٰ پر

ہی پل پڑی ۔ اُسے ناراض کیا اور اس کی حکم عدولی کی۔ اور اس بھیڑ کے گناہ کے باعث اس کی موت واقع ہوئی۔ موسےٰ کا خون اس باغی قوم کی گردن پر ہوگا۔

اس مشکل اور پیچیدہ پیرے کی یہی ممکن تشریح معلوم ہوتی ہے۔ ہوسیع توریت کے اثر کا قائل تھا۔ اور یہ بھی کہ ایک فردِ واحد کی بدی کا بیج ہولناک طریقہ سے آنے والی نسل میں منتقل ہو سکتا ہے۔ یہ غور کرنے کی بات ہے۔ کہ موجودہ زمانے کی علم معاشرت و تمدن کی تحقیقات بھی اس کی تصدیق کرتی اور اس پر زور دیتی ہیں اٹل طور پر بچے اپنے والدین کے گناہ کے حامل ہوتے ہیں۔

اس پیرے کا باقی حصہ (۱۳: ۱-۱۶) آخری فیصلہ کے اعلان سے مملو ہے۔ اسرائیل نے محبت کی تمام پیشکشیں اور توبہ کی دعوتیں ٹھکرا دیں۔ اب اخیر اٹل تھا۔ ہم اگلے درس میں اس کا مطالعہ کریں گے۔

دسواں درس

تعذیر یا فیصلہ

ہوسیع ۱:۱۳-۶

اس کتاب میں یہ پیرا جس میں تعذیر کا اعلان کیا گیا ہے۔ نہایت ہولناک ہے۔ خدا جس کی محبت برگشتہ لوگوں کی متلاشی ہے۔ وُہ ٹھکرا دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ خدا کی رحمت کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ اور آنے والے غضب میں ہوسیع خدا کو ایک انتقام لینے والے اور تباہ کرنے والے کی صورت میں دیکھتا ہے۔ اس بدبختی یا غضب کی نوعیت اِن آیات میں بیان کی گئی ہے ۳ و ۷ و ۸ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶۔ جنگ کی تباہ کاریاں اور حملہ اور افواج کی بہیمیت سب اس دانستہ گناہ کی پاداش کا جزو معلوم ہوتی ہیں۔ بعض حقائق خاص توجہ کے محتاج ہیں۔

۱۔ بُت پرستی اور توہم پرستی کی حماقت اور فنا کرنیکی قوت

(آیت ۱ و ۲)

جب لوگ بعل کی پرستش میں مشغول ہو گئے اور پایانِ حماقت میں انہوں نے مورتوں کو چومنے سے بھی

دریغ نہ کیا۔ تو درحقیقت وُہ مر گئے۔ اِن کی اعلےٰ فطرت مردہ ہو گئی۔ ان کی رُوحانی فہمید سلب ہو گئی۔ ان کی صفائی کا دیوالہ نکل گیا۔ اور ان کی "الٰہی محبّت فوت ہو گئی۔

ماسوائے اللہ کی عبادت خواہ وُہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔ آج کل دولت کی پرستش۔ توہم پرستی۔ ذات پات کی تمیز اور نسل کی عقیدت دیکھنے میں آتی ہے۔ لیکن ان سب کا آخیر وہی ہے۔ ذہنی اور روحانی موت۔

۲۔ فراوانی کا خطرہ:۔ (آیت ۶)

جتنی زیادہ ان کو فراوانی حاصل ہوئی۔ اتنا ہی زیادہ وُہ خدا سے دُور ہوتے گئے جو اِن کل چیزوں کا عطا کرنے والا ہے۔ یہ طُرفہ ماجرا ہے۔ کہ جتنی زیادہ ہمیں خدا کی نعمتیں حاصل ہوتی ہے۔ اتنا ہی ہمارے لئے یہ مشکل ہوتا جاتا ہے۔ کہ ہم دینے والے کے ساتھ اپنی محبّت قائم رکھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم دونو کو علیحدہ علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اور بھُول جاتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ وُہ ہمارا نہیں ہے۔ بلکہ وُہ ایک امانت ہے۔ جو اس لئے ہمارے پاس ہے کہ ہم اُسے اس کی خدمت کے لئے استعمال کریں جس نے وُہ ہمیں ودیعت کی ہے۔ جب ہم بھُول جاتے ہیں۔ کہ ہماری زندگی۔ وقت اور دولت سب ہمارے پاس امانت ہیں تو ہم اس خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ یسوع نے بیوقوف دولتمند (لوقا ۱۲: ۱۶-۳۴) کی تمثیل میں اسی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ ہمیں جتنی فراوانی

حاصل ہو۔ اتنا ہی زیادہ ہمیں محتاط ہونا چاہئے۔ کہ ہم خدا کو یاد رکھیں۔ اس پر کاربند ہونے کا اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں۔ کہ ہم احتیاط سے جو کچھ ہمارے پاس ہو اس کا دسواں حصّہ (دہ یکی) یا کوئی باقاعدہ ہدیہ خدا کی بادشاہت کے کام کے لئے وقف کر دیں۔

۳۔ اسرائیل نے اپنے آپ کو کیونکر تباہ کیا۔ (آیت ۹)

ہوسیع کو اُن تعذیروں میں جو اسرائیل پر نازل ہونے والی تھیں۔ خدا کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ خدا ایک تباہ کن بگولا۔ شیر ببر۔ ریچھ اور چیتا بن جاتا ہے۔ (۳ و ۷ و ۸) حملہ آور افواج کی خونریزی بھی خدا کے عذاب کا حصّہ ہوگی۔ (۱۶) مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ اسرائیل نے بُت پرستی۔ لالچ اور ہوس رانی غیر قوموں کے ساتھ پُرحماقت غیر ملکی اتحاد سے اپنے آپ کو تباہ کیا۔ جو عذاب اسرائیل پر نازل ہونے والا تھا اُس کی وجہ اسرائیل کی بغاوت تھی۔ صفائی۔ راستی اور صداقت کے الٰہی قوانین کو ٹھکرانا اور اُن سے تجاوز کرنا تھا۔ اُن کے لئے نیز ہمارے لئے بھی یہ الٰہی قوانین ہیں۔ اُن کو توڑنا اُن عذابوں کو دعوت دینا ہے جو اٹل ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم خود اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں۔

۴۔ چودھویں آیت نہایت مشکل ہے۔ پولس رسول اکرنتھی ۱۵ میں اس آیت کو فخریہ طور پر استعمال کرتا ہے۔ لیکن ہوسیع کے صحیفہ میں اس آیت کا گہرا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ ہوسیع اِن لفظوں کو تسلی یا تفاخر

کے طور پر استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ان کو عذاب کے کلمات کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ اس آیت کا ترجمہ بہت اچھا نہیں ہے۔ موجودہ علماء کی نظر میں عبرانی کا ترجمہ یوں ہو سکتا ہے۔ "کیا میں اُن کو قبر کے عذاب سے چھڑاؤں۔ انہیں پاتال سے نجات دلاؤں اور ان کی تہ میں جواب یہ ہے۔ نہیں۔ کیونکہ ان کے بعد موت اور پاتال کو دعوت ہے۔ کہ وہ اپنی وبا اور ہلاکت کام میں لائیں۔" اے موت تیری وبا کہاں ہے۔ اے پاتال تیری ہلاکت کہاں ہے۔ میں ہرگز رحم نہ کرونگا"۔ سرکش اور توبہ سے بعید قوم کے لئے قبر اور موت یہ تھی۔

مگر نئے عہدنامہ کی بشارت کی یہ شان ہے۔ کہ یسوع مسیح میں یہ سب کچھ بدل گیا اور بدلا بھی اس طور سے کہ تمام ایمانداروں کے لئے پولس رسول کے فاخرانہ الفاظ یہ ہیں۔ "اے موت تیرا ڈنک کہاں رہا۔ اے موت تیری فتح کہاں رہی +

گیارھواں درس

ظلمت کے بعد نور

ہوسیع ۱۴: ۱-۹ -

عاموس نبی کے صحیفہ کی طرح ہوسیع نبی کی کتاب میں بھی لوگوں کی اٹل بدبختی کے بعد قوم کے بحال ہونے کا پر امید اور مبارک پہلو دکھایا گیا ہے - رات تاریک اور طویل تھی۔ مگر اب صبح ہونے والی ہے - اُس نے اُس وقت کی رویا دیکھی - جبکہ وُہ بدیاں جن کی اس نے مذمت کی مٹ جائیں گی - اور اسرائیل تائب ہو کر خدا کی طرف رجوع ہوگی -

پس وُہ عذاب جو اسرائیل پر نازل ہونے کو تھا ایک قطعی اور ناقابل تردید لعنت نہ تھا - بلکہ یہ تادیب تھی - جس میں سے خدا انہیں گزارنا چاہتا تھا -

۱ - خیال رکھو - کہ پہلے اسرائیل کی توبہ اور اُن تین بڑے گناہوں سے سُرخروئی ہے - جن کی ہوسیع اکثر مذمت کرتا تھا -

(ا) - پرانی نفسانی پرستش کی شرارت سے باز رہنا تھا - اور نیک عبادت اس کی جگہ لینے کو تھی (۱ و ۲) (جس لفظ

کا ترجمہ قربانیاں کیا گیا ہے اُس کے معنی پھل یا خدمت بھی ہو سکتے ہیں)۔

ب :۔ قوم پر یہ بات واضح ہو جائیگی کہ غیر قوموں کے ساتھ غیر ملکی اتحاد مثلاً مصر اور اسور کے ساتھ انہیں تحفظ عطا نہیں کر سکتا۔ (۳)

ج :۔ ایک وقت آنے والا تھا۔ جبکہ اسرائیل پر بُت پرستی کی قطعی بطالت کا راز کھل جائیگا۔ خدا کی قدرت اور محبت کا نیا احساس بُت پرستی کی حماقت اور بطالت کے گناہ کو ناممکن کر دیگا۔ (۳ و ۸)

جب ان گناہوں سے تزکیہ ہو جاتا ہے۔ اُسی وقت خدا اپنے بندوں کو برکت دے سکتا ہے۔ خدا کی پُرشفقت محبت اُس وقت تک کچھ نہیں۔ جب تک لوگ خالص توبہ کے ساتھ اس کا جواب نہ دیں۔ پس مسرف کو باپ کی شفقت۔ اس کے گھر میں بحال ہونے اور اس کی محبت حاصل کرنے سے پہلے گھر کی طرف آنا پڑا۔ لیکن دُور دراز ملک میں خواہ اُس کا غم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہوتا۔ اُسے یہ باتیں کبھی حاصل نہ ہوتیں۔

یہ اُسی وقت ہوتا ہے۔ جبکہ ہم نفسانیت اور بیجا اعتماد اور بُت پرستی کے گناہ سے باز آتے ہیں۔ اور ہر اُس بات سے اجتناب کرتے ہیں۔ جو آسمانی باپ کے لئے باعث کوفت ہو سکتی ہے۔ کہ ہم ایک نئی دنیا میں داخل ہوتے ہیں۔ جہاں وُہ محبت ہمیں مالا مال کرتی اور برکت دیتی ہے۔ جس کا ہمیں گمان

بھی نہیں ہو سکتا۔

ہوسیع کیسے میٹھے لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ کہ خدا اپنے تائب بندوں کے لئے کیا کیا کریگا۔ (آیات ۴-۷) کشادہ دلی سے محبت ہوگی۔ نئی تروتازگی۔ نیا پھولنا پھلنا اور خوشبو ہوگی۔ کیونکہ خدا اوس کی مانند ہوگا۔ خاموشی اور تازگی کے ساتھ اپنے محتاج (ضرورتمند) بندوں کو نہال کریگا۔

یہ سب کچھ ہمارے لئے بھی سچ ہے۔ جب توبہ خالص ہوتی ہے۔ تو ایک نئی اور کثرت کی زندگی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ خدا کی محبت اُن روکاوٹوں کو پھاندنا چاہتی ہے۔ جو ہم اپنی کج مزاجی اور حماقت سے پیدا کر دیتے ہیں۔ اپنے چھوٹے گناہوں اور بتوں سے لپٹے رہتے ہیں۔ اور منتظر محبت ہمارے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ ان روکاوٹوں کو چکنا چور کر دو۔ اپنے سے دور کر دو۔ تاکہ الٰہی محبت کا دریا ہماری زندگیوں میں پورے جوش اور شان سے اُمنڈ آئے +

تیسری فصل

تمہید

عبرانی ترتیب صحف میں میکاہ کے صحیفے کا درجہ ششم ہے۔ لیکن سیپٹواجنٹ (Septuagint) میں اسے تیسرا درجہ دیا گیا ہے۔ اور یہ اس کی تاریخی حیثیت کے عین مطابق ہے۔ اس کی صحیح تاریخ یقینی نہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میکاہ ہوسیع کا خورد سال ہم عصر تھا۔ اس کتاب میں سات باب ہیں۔ اور وہ قدرتی طور پر منقسم ہیں یعنی ا۔ باب ۱-۳۔ ب باب ۴-۵۔ ج باب ۶ و ۷۔

سامریہ اسوریوں کے ہاتھ میں آچکا تھا۔ عاموس اور ہوسیع کی مہیب پیشین گوئیاں اسرائیل کی شمالی سلطنت کے زوال کے ساتھ پوری ہو چکی تھیں۔

عاموس تیس سال خاموش رہا۔ ہوسیع نے صرف پندرہ برس اپنے لبوں پر مہر سکوت رکھی۔ یسعیاہ کی زندگی کا نصف اول ختم ہو چکا تھا۔ میکاہ اُن دنوں میں زندہ تھا۔ جبکہ یوتام۔ آخز۔ حزقیاہ یہوداہ پر۔ فقحیاہ۔ فقح اور

ہوسیع اسرائیل پر حکمران تھے۔ (دیکھئے میکاہ ۱:۱ و ۲ سلاطین ۱۵: ۲۳-۳۰ و ۱:۱۷-۶) وہ یہودیہ میں نبی تھا۔ لیکن اُس کے صحیفے میں زیادہ ذکر سامریہ کا ہے۔ جو اسرائیل کا دارالسلطنت تھا اس کی تاریخ تخمیناً ۶۹۵ - ۷۲۰ ق۔م ہو سکتی ہے۔

یہودیہ اور اس کا دارالسلطنت یروشلم ابھی تک محفوظ تھے۔ لیکن سامریہ کی شکست کے ساتھ اُن کو بھی لالے پڑے ہُوئے تھے۔ سرجون نے سامریہ کو فتح کرکے یہودیہ کو پیچھے چھوڑا۔ مصری افواج کو فتح کرنے کے لئے رافیحہ کے مقام تک پہنچا۔ ۷۱۹ یا ۷۲۰ ق۔م۔ یہودیہ اور یروشلم میں عجیب گھبراہٹ پھیلی ہُوئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے عاموس اور ہوسیع کی پیشین گوئی کو پورے ہوتے دیکھ لیا تھا۔ کیا یہودیہ اس آفت سے بچ نکلیگا۔ کیونکہ اس کی بدی اور بے عدلی بھی تو اسرائیل کے برابر تھی۔ اس وقت میکاہ اپنے گھر سے نکلا۔ وہ مورشت میں تھا اور یہ اسوریوں کی افواج کے عین راستہ میں تھا۔ اس نے لوگوں کے گناہ کو ملعون قرار دیا۔ اور لوگوں کو تنبیہ کی۔ کہ وہ بھی جنگ کی اس رَو میں بہہ جائینگے۔ یہ خیال کرنا کہ یہودیہ بچ جائیگا بالکل ایک طفل تسلی تھی۔ اسوری تو پہلے ہی اس کے شمالی محاذ پر آ چکے تھے۔ یشعیاہ کو بھی توقع تھی۔ کہ یروشلم پر حملہ ہوگا۔ (یشعیاہ ۱۰: ۲۸-۳۱) میکاہ کو اس آنیوالے طوفان کا یقین تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ وہ زرخیز ملک جس میں وہ رہتا تھا۔ بیدردی کے ساتھ پامال کر دیا جائیگا +

پہلا درس

غُربا کا دوست

میکاہ ۱:۱ + ۲:۱۳

وضاحت کے لئے ہم اس پیرے کو حصوں میں تقسیم کرینگے۔

۱۔ آیات ۱-۵ میں نبی صلائے عام دیتا ہے۔ یہ دعوت "زمین بھر" کے "سب لوگوں" کو ہے۔ تاکہ وُہ سُنیں۔ کہ وُہ آنے والی بدبختی کے اسباب کے متعلق کیا کہتا ہے۔

۲۔ آیات ۶-۸ میں اسوریوں کے اسرائیل اور اس کے دارالخلافہ سامریہ پر حملہ کا بیان ہے۔

۳۔ آیات ۹-۱۶۔ نبی اس بات کا ماتم کرتا ہے۔ سامریہ کی ایذا کا اثر یروشلیم اور یہودیہ پر بھی ہوگا۔ اور اُن شہروں کو گنتا ہے۔ جو حملہ کے خطرات کا شکار ہونگے۔ وُہ اُن شہروں کو ماتم کرنے کے لئے کہتا ہے۔

۴۔ دوسرے باب میں غیر مُلکی یا خارجی حملہ کا تو ذکر نہیں۔ مگر اس میں وُہ بدیاں بیان کی گئی ہیں۔ جو یہودیہ اور اسرائیل میں پائی جاتی ہیں۔

۵۔ غور کرو آیات ۵ و ۷ میں خود اپنے نبی کی معرفت کلام کرتا ہے اور وُہ اسباب بیان کرتا ہے۔ جن کی بنا

پر سامریہ کو شکست ہوئی۔ دونو دار الخلافے سامریہ اور یروشلم بدی کا گہوارہ ہیں۔ بُت پرستی اور پلیدی آخرکار اپنے کیفرِ کردار یعنی شامتِ اعمال کو پہنچے گی۔

آیات ۸-۱۶ میں نبی اپنی قوم کا نوحہ اور ماتم کرتے ہوئے اُس تباہی کا ذکر کرتا ہے جو یروشلم اور اس کے اپنے گھر کے اِرد گرد کے دیہات پر آنے والی تھی۔ کیونکہ یہ مقامات جو مذکور ہیں سامریہ اور یروشلم کے درمیان نہیں۔ بلکہ فلستیوں کے میدان میں ہیں۔ میکاہ کو اپنے علاقہ اور ارد گرد کے دیہات کی فکر تھی۔ جو اُس زرخیز اور دلفریب ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ میکاہ کو زیادہ خوف اس وجہ سے لاحق تھا۔ کیونکہ وُہ جانتا تھا کہ یہودی نہ صرف قتل و غارت اور آتشزدگی کی بلائیں لاتے ہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کو اسیر کرکے بھی اٹھا لے جاتے ہیں۔ (آیت ۱۶) ۱۳ و ۱۴ آیت میں غالباً اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ لکیس مصر کی شاہ راہ پر آخری چوکی تھی۔ جہاں مصر کی رتھیں اور گھوڑے آئیں گے۔ اور جب پر یہودیہ کے سیاست دانوں کو بہت بھروسہ تھا۔

ب ۱۔ دوسرے باب میں میکاہ اُن گناہوں کا ذکر کرتا ہے۔ جن کی شامتِ اعمال یہ تباہی ہے۔ میکاہ یہاں جن باتوں کا ذکر کرتا ہے۔ وُہ بت پرستی اور شہوت (نفس رانی) نہیں۔ بلکہ اُس کا تعلق یہاں اُس ظلم و ستم سے ہے۔ جو ملک کے زمیندار غربا پر ڈھا رہے

ہیں۔ وُہ فی الحقیقت غربا کا دوست ہے۔ وُہ دیہات کے لئے بار بار اپنی شیفتگی کا ذکر کرتا ہے۔ وُہ مزارعوں پر ستم ہوتا دیکھکر اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتا۔

حالت یہ تھی۔ کہ شاہ عُزیّاہ کے عہد میں تجارت کے طفیل نقد روپیہ بہت جمع ہو گیا۔ اور غریب زمیندار خطرہ میں تھا۔ متموّل تاجروں نے دیہات میں زمینیں خرید لیں۔ مالک کسانوں کو بے دخل کر دیا۔ یا اُن کو قرض کے بار کے نیچے ایسا دبایا۔ کہ وُہ فی الحقیقت اُن کے غلام بن گئے۔ (اس کا اس سے ملتی جلتی حالت جو آج کل ہندوستان میں ہے مقابلہ کرو)

دوسرے باب میں میکاہ اس ظلم و ستم کی سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ وُہ ظالموں کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے۔ کہ "وہ بستر پر پڑے شرارت کی تدبیریں ایجاد کرتے ہیں۔ اور صبح ہوتے ہی اُن کو عمل میں لاتے ہیں وُہ لالچ سے کھیتوں کو ضبط کرتے اور گھروں کو چھین لیتے ہیں (آیات ۱-۲)

میکاہ محسوس کرتا ہے۔ کہ عذاب الٰہی یہ ہوگا۔ کہ وہی زمین جو دولتمندوں نے غُربا سے چھین رکھی ہے۔ وہ غیر قوم کے ہاتھ میں چلی جائیگی۔ اور وہی اس پر کلی طور پر قابض ہونگے۔ اس کی بحالی کی تو کوئی صوٗرت ہی نہ ہوگی۔ آیات ۳-۵)

پھر ہمیں دولتمندوں کا جواب سنائی دیتا ہے۔ جو نبی کی بات کو کاٹتے ہیں (۶ و ۷) اور کہتے ہیں یقیناً ایسی بات

ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ انہوں نے قانون کے مطابق زمین خریدی ہے۔ کیا خدا کا راست رد کے ساتھ یہ وعدہ نہیں کہ وُہ اُس پر رحم کریگا۔ سودے میں ہر بات جائز ہے۔ اگر غربا عذاب میں ہیں۔ اگر اُن کو قرض کے باعث زمین و مکان سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ یا انہیں غلام بنایا جاتا ہے۔ یقیناً یہ اُن کی بدقسمتی ہے۔ دولتمندوں پر یہ الزام نہیں آتا۔ اس جھوٹے اعتماد سے دولتمند خود فریب کھاتے تھے۔ اور اپنے آپ کو بے گناہ گردانتے تھے

لیکن یہاں خدا کلام کرتا ہے (آیات ۸-۱۰) "تم صُلح پسند لوگوں کی چادر اتار لیتے ہو۔ عورتیں اور بچے بےبس ہیں اور انہیں اُن کے مرغوب گھروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اپنے ظلم و ستم سے باز آؤ۔ ورنہ وُہ پایان کار نہیں برباد کر دیگا۔ کیونکہ اُس کی بنیاد جھوٹ اور بدی پر ہے۔

گیارھویں آیت میں میکاہ جھوٹے نبیوں پر چوٹ کرتا ہے۔ جنہوں نے ان حالات کی ترغیب دلائی ہے۔ وُہ کہتا ہے۔ کہ اگر وُہ شراب اور نشہ کا ذکر کرتے ہیں تو فوراً اُن کو نبی تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور وُہ لوگ جو صرف ان ہی باتوں کے دلدادہ ہیں اور راستی اور نیکی کے معاملات کے طالب نہیں فوراً اُن کی نبوت کا اعلان کرتے ہیں۔

بارھویں اور تیرھویں آیتیں یہاں بے محل سی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ان میں اسیری سے مراجعت اور

اسرائیل اور یہودیہ کے مُلک میں از سرِ نو داخلہ کا ذکر ہے۔ جب کوئی آدمی اس پیرے کا مطالعہ کرتا ہے۔ اکثر اُسے اس ملک کے غربا اور مظلوم لوگ یاد آتے ہیں۔ اُسے یہ نظر آتا ہے۔ کہ کس طرح دولتمند انہیں اپنا غلام بنا لیتے ہیں۔ اور قانون کی آڑ میں وہی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ وُہ لوگ اُن کے پنجے سے نکلنے نہ پائیں۔ بلکہ اُن کی گرفت مضبوط ہو جائے۔ افلاس۔ خوف اور بُری صحت سب کچھ غریبوں پر دولتمندوں کی آوردہ ہیں۔ اُن سب لوگوں کو میکاہ کے یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں۔ کہ حرام کا مال دائمی نہیں۔ (آیت ۱۰)

یہ ناپاک جائیداد ہے۔ جس پر ستم رسیدہ اور بیکس لوگوں کے خُون کے چھینٹے آنسوؤں کے قطرے اور تکلیف کے نشان موجود ہیں اور بزود یا بدیر یہ سخت گیری اپنے شامتِ اعمال کو پہنچے گی۔

دُوسرا درس

حکام اور غُربا

میکاہ ۳: ۱-۱۲

یہ باب جو دوسرے باب کی گیارھویں آیت سے شروُع ہو جاتا ہے اور جس میں اُن ظلموں اور بے انصافیوں کا ذِکر ہے جو غربا پر روا رکھی جاتی ہیں۔ اس میں تین موضوع ہیں آیات ۱-۴ و ۵-۸ و ۹-۱۲ -

۱- آیات ۱-۴ - ان آیات میں اسرائیل کے سرداروں اور حاکموں سے خطاب ہے۔ جن کا کام یہ ہے کہ نیکی سے واقف ہوں۔ عدالت کی جائے۔ اور جبر کو موقوف کیا جائے۔ مگر اس کے برعکس وُہ بالکل اس کے خلاف عمل کرتے ہیں وُہ غرباکو لوٹنے اور ستانے میں دولتمندوں سے گھلے ملے رہتے ہیں۔ میکاہ دعوےٰ کرتا ہے۔ کہ وُہ لوگوں کو گوشت کی طرح ذبح کرتے ہیں۔ اُن کی کھال کھینچتے اور اُن کی ہڈیوں سے گوشت نوچتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حاکموں اور سرداروں نے غرباکو ایسی بُری طرح لوٹا ہے۔ کہ وُہ بالکل تباہ ہو گئے۔ مگر میکاہ کہتا ہے۔ وُہ وقت آنے والا ہے۔ جبکہ یہ متکبر اور سنگدل

سردار خدا سے نجات کی اِلتجا کرینگے۔ مگر ان کی یہ التجا قبول نہ ہوگی۔

جس طرح انہوں نے غربا کے حقوق کی فریاد پر کان نہ دیا۔ عین اسی طرح جب سرداروں پر بن آئیگی خدا کے کان ان کی فریاد سننے سے بہرے ہو جائینگے۔ ۲ و ۵ - ۸ - ان آیات سے پتہ لگتا ہے۔ کہ صرف حاکم۔ اُمرا اور سردار اس سماجی نظام کے جس میں غربا پر ظلم ڈھائے جاتے تھے۔ اصلی ذمہ دار تھے۔ بلکہ نبی کاہن بھی اس میں شریک تھے۔ وہ اُمرا کے چندہ پر گزارہ کرتے تھے۔ اگر کاہنوں کو روزی نہ ملتی تو وہ اُن لوگوں کے خلاف چرچا کرتے تھے۔ جو اُن کو کھانے کو نہ دیتے تھے۔ اُن کے ساتھ لڑ مرنے کو تیار ہو جاتے تھے (آیت ۵) جھوٹے نبی کو اپنی روزی کی فکر رہتی تھی۔ اور وہ امرا کا ساتھ دیتا ہے۔ مگر اس کی چشم التفات اُس ناگفتہ بہ حالات پر کب پڑتی تھی۔ جن کا غربا کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ غربا سے اُن کو مالی امداد کی توقع نہ تھی۔ پس وہ اپنے زمانہ کے گناہوں کے خلاف آوازہ بلند نہ کرتا تھا

مذہبی علماء یا کاہنوں کی اس خاموشی کا یہ انجام ہُوا۔ کہ اُن کی اپنی رُوحانی قوتیں تباہ ہو گئیں۔ وہ رویا نہ دیکھیں گے۔ اور اگر خدا ان سے ہمکلام بھی ہو تو وہ اس کی بات نہ سمجھیں گے (آیات ۶ و ۷) کاہنوں اور نبیوں کے خاموش رہنے اور اُمرا کا ساتھ دینے کے

کے مقابلہ میں میکاہ محسوس کرتا ہے۔ کہ اُس کا اپنا معاملہ بالکل پاک ہے۔ اور جب اپنے زمانے کے عیوب کے خلاف ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی قوت اور اس کی رُوح اُس پر سایہ کرتی ہے۔ (آیت ۸)

۳-۹-۱۲۔ ان آیات میں اُمرا اور کاہنوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہاں دہشت کا الزام لگایا گیا ہے۔ جس کے باعث غربا کی عدالت نہیں کی جاتی۔ یہ غور کرنے کی بات ہے۔ کہ میکاہ بادشاہ حزقیاہ کے خلاف ایک بات نہیں کہتا۔ شاید اُسے معلوم تھا۔ کہ بادشاہ کے ہاتھ میں اتنی طاقت نہیں۔ کہ وہ اپنے حاکموں کی اس ستم رانی اور جبر کوشی کو بند کر سکے۔ (جس طرح آج ہندوستان میں حکام کو یہ مسئلہ درپیش ہے) جب میکاہ نے آواز بلند کی تو وہ امن کا زمانہ تھا۔ اور یروشلم میں تعمیر کا ایک وسیع پروگرام زیر عمل تھا۔ حتیٰ کہ شہر پہلے کی نسبت بہت ہی مضبوط ہو گیا۔ مگر اس کی تعمیر غربا کے خون سے ہوئی تھی (آیت ۱۰) پس اسے کب ثبات ہو سکتا تھا۔ وہ وقت آ رہا تھا۔ جبکہ یہ تمام شان و شوکت خاک میں ملنے والی تھی۔ صیون کھیت کی طرح جوتا جانے کو تھا۔ جب ۷۰ عیسوی میں طیطس نے یروشلم کو تباہ کیا تو یہ بات حرف بہ حرف پوری ہو گئی) مگر جائے افسوس تو یہ ہے۔ کہ اس رشوت ستانی اور ستم رانی کے باوجود لوگ شوخ چشمی سے خیال کرتے تھے۔ کہ

خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (آیت ۱۱) لیکن وُہ بھونچکے رہ جائینگے۔ جب اُن کو معلوم ہوگا۔ کہ خدا اُن سے کوئی بات کہنا نہیں چاہتا اور انہیں نجات نہ دیگا (آیت ۴-۷)

یہاں دو باتیں خاص طور پر یاد رکھنے کی ہیں۔

۱۔ غربا پر ظلم کرنا خدا کی نظر میں ایک نفرت انگیز فعل ہے۔ اور تمام مسیحیوں کو بُرے سماجی نظام اور رواج کے خلاف جہاد کرنا چاہئے۔ جو کسی طرح افلاس کو پھیلانے کا باعث ہو۔ ہندوستان میں ہم جانتے ہیں کہ رشوت کے باعث غربا کی داد رسی نہیں ہوتی۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ذات پات کی تمیز نے کس طرح غربا اور اچھوتوں کو غلامی کا طوق پہنا رکھا ہے۔ جو اُن کو سر تک نہیں اُبھارنے دیتا۔ ہر وُہ تحریک جس کا نصب العین سماج کی تمام جماعتوں کو انصاف اور خوشحال زندگی بسر کرنے کا موقع مہیا کرتا ہو مسیح کے ہر شاگرد کو اس کی مدد لازم ہے۔

۲۔ خدا کا نام لینا ہمارے لئے بہت ہی آسان ہے۔ اور یہ سمجھنا بھی کہ وُہ ہمارے ساتھ ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ ہم اپنے اعمال اور کردار سے خدا کی رحمت اپنے پر حرام کر رہے ہیں (آیت ۱۱) یہ تو ممکن ہے۔ کہ ہم خدا پر جھوٹا اعتماد رکھیں۔ لیکن وُہ دن بھی آئیگا جبکہ پردہ آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ جائیگا۔ کیا ہمارے اعمال ہماری دعاؤں کے مقبول ہونے میں حائل ہیں (آیت ۴)

تیسرا درس

آنے والا بادشاہ اور اُس کی بادشاہی

میکاہ ۴ : ۱ - ۵ : ۱۵ -

ہر نبی مستقبل کے متعلق اپنی اپنی رویا یا نظریہ رکھتا ہے ۔ شاذو نادر ہی یہ منظر یکساں ہوتا ہے ۔ بلکہ یہ زمانہ بہ زمانہ اُن حالات کے مطابق بدلتا رہتا ہے ۔ جس میں سے نبی کو گزرنا پڑتا ہے ۔ اور اُس میں بدکاریوں اور برائیوں کا اثر ہوتا ہے ۔ جن کو نبی مٹایا چاہتا ہے ۔ یہاں میکاہ کی رویا ہمارے سامنے ہے ۔ اس میں وُہ صیون کو سربلند دیکھتا ہے ۔ حتّٰی کہ تمام وُہ قومیں جن کے خلاف عاموس نے لب کشائی کی آ کر اُس کے آئین کے سامنے سر تسلیم خم کرینگی ۔ اور یروشلیم میں جمع ہونگی تاکہ اس سے حکمت سیکھیں ۔ ابتدا میں میکاہ اس بادشاہی کی نوعیت کو بیان کرتا ہے ۔ (۱ - ۷) اور پھر آنے والے بادشاہ کا ذکر کرتا ہے (۴ : ۸ و ۵ : ۱۵) ہم اس پیرے کو ان ہی دو شقوں کے مطابق زیر بحث لائیں گے ۔

۱ - آنے والی بادشاہی کی نوعیت (۱ - ۷)

یہ پیرہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ اس کی اِبتدا اطاعت سے اور انتہا کھوئے ہُوؤں کو بچانے کی اعلےٰ خدمت پر ہوتی ہے۔ پہلی آیت میں میکاہ بتاتا ہے کہ وُہ بادشاہی کس طرح اقوام کے درمیان اپنے رسُوخ اور اثر کے باعث مرکزی اور سربلند ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وُہ اقوام خُدا کی طرف رجوع لاکر اُس کی پاک مرضی کی طلبگار ہونگی (آیت ۲) اس بڑھتی ہُوئی اُخوّت کا ایک نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اُن کے درمیان جنگ کا امکان باقی نہ رہے گا۔ (آیت ۳) اسلحہ بندی کی کوئی حاجت نہ ہوگی۔ کیونکہ عناد کے تمام اسباب رفع ہو جائینگے (۲:۱-۲) بلکہ ہر کوئی اپنے گھر امن و امان اور فارغ البالی سے بسر اوقات کریگا۔ اور اپنی زمین کی کاشت کریگا۔ غریب سے غریب بھی بے خطر زندگی گزاریگا۔ (آیت ۴) جوں ہی لوگوں کے دلوں اور زندگیوں میں خدا بسیگا اور ہر کوئی اُس کی تمجید کریگا تو دوسروں کی دست گیری اور بچانے کا جوش پیدا ہوگا۔ بچانے کی اس تحریک کا مرکز یعنی سرچشمہ خود خدا ہوگا۔ اور اُس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ ایک توانا اور دیانتدار قوم پیدا ہوگی (آیت ۵-۷)

ایسی ہے وُہ دنیا جس کا خواب میکاہ نبی کوئی پچیس سو برس پہلے دیکھتا ہے۔ کیا ہمیں یہ خواب آج کسی طرح پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ چند صورتوں میں ہم اس خواب کو پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک یہ

ہمارے لئے ایک ایسا معیار ہے۔ جس پر ہمیں پورے اترنے کی دعوت ہے۔ تاکہ ہم اُسے قطعی طور پر عملی جامہ پہنا سکیں۔ ان سب کے علاوہ ہمیں یہ حقیقت سیکھنی چاہیئے۔ جو میکاہ نبی کو خوب روشن نظر آتی تھی۔ کہ جب اقوام خدا کو سر بلند کرینگی۔ تو ہی اس دکھوں بھری دُنیا میں امن اور فارغ البالی کا دَور دورہ ہوگا۔ سچا مذہب ہی ذاتی۔ قومی اور بین الاقوامی سکون کا راز ہے۔

۲:- بادشاہ جو آنے والا ہے۔ (۴: ۸ و ۵: ۱۵)

یہ پیرا مشکل ہے۔ اور یہ معلوم ہوگا۔ کہ اس میں میکاہ کے وُہ پیغامات درج ہیں۔ جو میکاہ نے مختلف اوقات میں لوگوں کو دیئے۔ لیکن مرکزی خیال باب ۵ کی دُوسری آیت میں ہے۔ جہاں میکاہ ایک بڑے فرمانبردار کی پیدائش کا منتظر ہے۔ جو یہودیہ کے لوگوں میں بیت اللحم کے مقام پر پیدا ہوگا۔

اور یہ ایک قدرتی بات تھی۔ کہ برائی۔ تباہی اور بے انصافی کی تیرہ وتار گھٹا میں نیک لوگ ایک مُنجی کی پیدائش (آمد) کے منتظر تھے۔ انہیں یاد تھا۔ کہ کس طرح زمانۂ ماضی میں خدا نے موسیٰ۔ جدعون سموئیل اور داؤد کے ذریعے قوم کو نجات دی۔ پس وُہ لوگ جو ظفر مندی۔ اچھی حکومت۔ امن۔ عدالت اور پاک عبادت کے خواہاں تھے۔ ان کو یہ تمام صفات اور وظائف (خصائل) ایک شخصیّت میں مجتمع نظر آتے تھے۔

جو ایک بادشاہ ہوگا۔ اور خداوند کا خادم کہلائیگا۔

غالباً میکاہ نبی سب سے پہلا شخص ہے۔ جس نے اسرائیل کی تمام امیدوں کو اس ایک ہنجی کی شخصیت میں مرکوز کر دیا۔ جب وُہ کہتا ہے۔ کہ یہ ہنجی بیت الحم سے آئیگا۔ تو اس کا مطلب نہ صرف اس امر پر زور دیتا ہے۔ کہ وُہ یسی کے خاندان میں سے ہوگا۔ جو یہودیہ میں ایک قدیم خاندان ہے۔ بلکہ وُہ یہودیہ کے غریبوں۔ کسانوں اور گڈریوں کی جماعت میں سے ہوگا۔ اور اُن لوگوں میں سے نہیں۔ جو متمول اور ستم پیشہ ہیں۔ بلکہ وُہ اُن لوگوں میں سے ایک ہوگا جو غریبوں کے دکھوں میں شریک ہیں۔" اور وہی ہماری سلامتی ہوگا۔ آیت ۵ اور خدا کے نام کی بزرگی سے گلہ بانی کریگا۔ (آیت ۴) دیہاتی جانتے تھے۔ کہ اِس استعارہ کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ اُن کے دلوں پر فوری اثر کرتا ہے۔

یہ پیرا مشکل ہے۔ کیونکہ بادشاہ کی آمد کا اعلان کئی ایک پیشین گوئیوں میں آتا ہے۔ جن کے ساتھ ہمیں اس کا کوئی قریبی تعلق نظر نہیں آتا۔ اُن کا اسلوب مختلف ہے اور یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ وُہ ایک ہی وقت میں ادا ہوئے۔ مگر یہ اُن خطرات اور تکالیف کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ جن میں سے بادشاہ کا ظہور متوقع ہے۔ اور جن سے نجات دلانے کی اُس سے توقع کی جاتی ہے۔

اہم پیرے ۴: ۵-۸ ۵ ل کے ۵ ب- ۶- اور ۷- ۸ ہیں۔ اور آخری آیات ۱۰ و ۱۸ میں الٰہی عمل کا بیان ہوتا ہے۔ جو اُن بدیوں کے متعلق ہے۔ جو میکاہ نے پہلے دو

باب میں بیان کی ہیں۔
ہمارے لئے اس رویا کا ظہور نونہالِ بیت اللحم مسیحی جہاں میں ہو گیا۔ ہم بین الاقوامی خوف اور بداعتمادی کے زمانہ میں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ تحفظ اور پناہ صرف اسلحہ بندی۔ باہمی تحفّظ کے معاہدوں میں ہی نظر آتی ہے۔ ممکن ہے اِن خدا ناترس اور بیدرد نظاموں میں جو دنیا کو درہم برہم کیا چاہتے ہیں، اور کمزوروں پر جبر سے اپنا سِکّہ جماتے ہیں۔ اس قسم کے اسلحہ عارضی تحفّظ کے ذمہ دار ہو جائیں۔ مگر ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ صرف اُسی وقت امن اور سکون کا زمانہ آئے گا۔ جب کہ مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں جہان کے مسیح کی تعلیم کے معتقد اور عامل ہونگے۔ "یہی ہماری سلامتی ہو" میکاہ نے پکارا۔ اگر دنیا اس سے برگشتہ ہوگی تو بدبختی اور تاریکی کے گڑھے میں گرے گی۔

چوتھا درس

سچّا مذہب

میکاہ ۶: ۱ - ۷: ۶

یہ پیرا دو حصّوں میں منقسم ہوتا ہے۔ ۶: ۱ - ۸ اور ۶: ۹ - ۷: ۶۔

۱۔ پہلا پیرا انبیاء کے صحائف میں سے نہایت ہی اعلیٰ اور اہم پیروں میں سے ایک کہا جا سکتا ہے۔ ان الفاظ سے ہم پر اسرائیل کے نہایت ہی باطنی مذہب کا حال کھلتا ہے۔ گو آیت ۸ ایسی ہے جو عام تخیّل کو فوراً متاثر کرتی ہے۔ لیکن تمام پیرا میں ایک حیات کی لہر دوڑ رہی ہے۔ یہ خدا اور اس کے لوگوں کے درمیان استدلال یا مناظرہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور افتتاحیہ آیات میں قدرت (پہاڑوں اور ٹیلوں) کو اس مباحثہ کے سُننے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ آیت (۱-۲) پھر خداوند اپنے لوگوں کے سامنے دعوےٰ پیش کرتا ہے۔ کہ تُم میرے برتاؤ کے خلاف کوئی شکایت کرو۔ پھر خدا اُن کو یاد دلاتا ہے۔ کہ تاریخ ماضی کن واقعات کی شاہد ہے۔ اور وُہ کس طرح اُن کا نجات دہندہ اور

محسن رہا ہے۔ خدا پوچھتا ہے۔ کہ کیا زمانہ ماضی اس بات کا شاہد نہیں کہ محبت۔ عقل۔ قوت اُن کے حق میں سرگرم عمل رہی ہیں۔ یہاں نکتہ یہ ہے۔ کہ چونکہ انہیں خدا نے نجات دی۔ اب لوگ آپ اپنے مالک نہیں بلکہ خدا کے مملوک ہیں۔ آیت (۳-۵)

پھر اسرائیل پر اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ کہ حقیقی مذہب کے لئے رسوم اور قربانیاں ہی بس نہیں۔ پس وہ گنہگار کے لئے اس تمام نظام کی کم مائیگی کا اعتراف کرتے ہیں (۶ و ۹) گناہ تو ایک ایسی باطنی اور ذاتی شے ہے کہ ظاہرا رسمی قربانی کا اُس پر بالکل اثر ہی نہیں ہوتا۔ تو پھر کیا جائے۔

میکاہ نبی اُن میٹھے لفظوں میں پکارتا ہے۔ جو ہمیں اس قدر پسندیدہ ہیں۔ اور جن سے حقیقی مذہب میں جان پڑ جاتی ہے۔ بعد کے زمانہ میں کوئی شخص اُس پر کوئی حاشیہ آرائی نہیں کر سکا آیت ۸ پُرانے عہدنامہ میں یہ سب سے بڑا مقولہ ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ اس میں تین احکام یا ہدایات درج ہیں۔ اور ہم انہیں مختصراً اس طرح بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ ظاہرا رشتہ :۔ انصاف کرنا۔

۲۔ اندرونی رشتہ :۔ رحمدلی کو عزیز رکھنا

۳۔ اوپر سے (خدا سے) رشتہ :۔ خدا کی رفاقت میں فروتنی سے چلنا۔

ان کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایک دُوسرے پر

منحصر ہیں۔ ظاہرا باطنی پر منحصر ہے۔ اور دونو اوپر والے کے محتاج ہیں۔ اور یسوع میکاہ کی اس رویا کو ہی ہماری زندگیوں میں ممکن کرنے کے لئے آیا تھا۔

۲ - ۶:۶-۹ و ۷:۱-۶ ایک مشکل پیرا ہے۔ لیکن عام تعلیم واضح اور موثر ہے۔ اس میں دو جزو شامل ہیں۔ ۶:۹-۱۶ جس میں یروشلیم کی پر فریب زندگی کا ذکر ہے اور ۷:۱-۶ جس میں نبی اور یروشلیم اپنی بدکار اور دغاباز سماج کا نوحہ کرتے ہیں۔

دوست دوست کا اعتماد نہیں کرتا۔ اپنے ہی کنبہ کے لوگ ایک دوسرے کے شاکی ہیں۔ نیک لوگ غائب ہو گئے۔ دونوں ہاتھوں سے بدی کمائی جا رہی ہے۔

یہ تمام پیرا تجارت پیشہ فرقہ پر شدید نکتہ چینی سے مملو ہے۔ میکاہ دعوے کرتا ہے۔ کہ یروشلیم تمام قوم کے گناہوں کا مرکز ہے۔ وہاں ہمیں پوشیدہ اور جھوٹے ترازو اور دغا کے پیمانے۔ ظالم حاکم اور رشوت خور قاضی نظر آتے ہیں۔ انسان ایک دوسرے کے ساتھ دغا سے پیش آتے ہیں۔ جھوٹ کا بازار گرم ہے۔

یہ باتیں آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ بالآخر کار وہ خود ہی کیفر کردار کو پہنچینگی۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے۔ کہ اپنے چلن اور زندگی کو دیکھے۔ کہ وہ ان باتوں سے پاک ہو۔ پھر ہر صورت سے اپنی پوری طاقت کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں۔ تاکہ اصلی مذہب کے اُس

معیار کا قیام ہماری اپنی زندگیوں ہی میں ہو۔ جس کا
اعلان میکاہ نبی نے کیا*

پانچواں درس

شفاعت

میکاہ ۷: ۷-۲۰

خُدا کے لوگوں کے خلاف جرم کے اعلان اور استقرار سزا کے بعد جو ہم نے پچھلے پیرے میں پڑھا۔ اب دُعا اور خدا کی تمجید اِس کتاب کا موزوں خاتمہ ہے۔

۱- اقبال۔ آیات ۷-۱۰۔ اسرائیل یہاں اپنے گناہ کا اعتراف کرتی ہے۔ اور اُسے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی آخری امید محض زندہ خدا اور اس کی نجات ہے وُہ اب اُس سزا کے جواز کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے۔ جو اس کے گناہ کی پاداش ہے۔ خدا کی نظر میں اُس کی بحالی کا مطلب اُن دشمنوں کی شکست ہوگا۔ جو اُسے طعنہ دیتے ہیں۔

۲- دُعا۔ (۱۱-۱۷) ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگوں کے اقبال جرم کا نبی کی طرف سے جواب ہے۔ پہلے وُہ لوگوں کی بحالی کا ذکر تقریباً اُنہی لفظوں میں کرتا ہے۔ جو عاموس نے استعمال کئے۔ (عاموس ۹: ۱۱: ۱۲ اور وعدہ کرتا ہے۔ کہ اُنہیں اسوریوں اور مصریوں کے مقابلہ میں بے حد

قوت ملے گی۔ گو اُن کے مُلک کو ابھی اُن کے گناہ کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ لوگ حملہ کرینگے۔ اور فوجیں دھاوا کریں گی پھر بنی کی طرف سے شفاعت کی دُعا ہوتی ہے۔

۳- حمد:- (۱۸-۲۰) یہ بہت موزوں اختتام ہے۔ اس کی انتہا رحم پر ہوتی ہے۔ یہ ایسا رحم ہے۔ جو اَ۔ معاف کرتا۔ بؔ۔ محبّت کرتا ہے۔ جؔ:۔ قوّت دیتا ہے۔ دؔ:۔ اور پُورا کرتا ہے۔

خداوند یسُوع کی موت اور اُس کے رُوح القدّس کی بخشش میں ہم پر اُس رحم کا راز منکشف ہوتا ہے۔ جس کا میکاہ نے قدیم زمانہ میں ذکر کیا ہے۔ نئے عہد نامہ کے مکاشفہ کی روشنی میں یہ رحم اور خدا کی یسُوع میں محبّت زیادہ سے زیادہ قابلِ اعتماد اور فہمید ہو جاتی ہے۔ "جس نے صلیب پر ہمارے گناہوں کو اپنے جسم میں برداشت کیا"۔

فی الحقیقت انجیل تمام رحم ہی رحم ہے۔ بے اندازہ اور مُفت۔

یہ ہمارے فہم سے بالا ہے۔ ہماری شہادت کا وُہ محتاج نہیں۔

ہمارے تمام انسانی پیمانوں سے بالا ہمارے خدا کا بے اندازہ رحم ہے۔ اور ہم اپنے آپ کو اُس کے بھروسہ پر چھوڑ سکتے ہیں۔

ساتویں صدی قبل مسیح کے

تاریخی واقعات

میکاہ کا کام ۶۷۵ ق.م تک ختم ہو چکا تھا۔ اور اگلی جماعت صفنیاہ۔ نحوم اور حبقوق کا ظہور ۶۳۰ تک نہیں ہؤا۔ ہم ان تینوں میں سے صرف ایک (حبقوق) کا مطالعہ کر سکیں گے۔ جس نے ۶۱۰ ق.م کے قریب نبوت کی۔ اور اُن حالات کو سمجھنے کے لئے جن میں اُس نے زندگی گزاری یہ ضروری ہے۔ کہ درمیانی سالوں کے تاریخی واقعات کا خلاصہ تیار کیا جائے۔

یروشلیم ۷۰۱ ق.م میں بحال ہُؤا (۲ سلاطین ۱۹) اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسوری تیئس برس تک فلسطین سے علیحدہ رہے۔ اس لئے نیک بادشاہ حزقیاہ کو عبادت میں اصلاح کرنے کی فرصت مل گئی۔ (۲ سلاطین ۱۸: ۴) حزقیاہ ساتویں صدی کی ابتدا میں مر گیا۔ اور اُس کا بیٹا منسی تخت نشین ہؤا۔ اُس کی عمر ابھی بارہ سال کی تھی۔ وُہ اس فریق کے پنجوں میں گرفتار ہو گیا۔ جو اُس کے باپ کی مذہبی اصلاحات کا مخالف تھا۔ صنم خانے از سر نو تعمیر ہوئے۔ اور بعل کے لئے مذبحے تیار کئے گئے۔ (۲ سلاطین ۲۱: ۱-۹) ایمانداروں کو بیرحمی

سے قتل کیا گیا - اور خون کی ندیاں بہائی گئیں - ۲ سلاطین ۲۱: ۱۶ و ۱۷)

اُس کے بعد امون تخت نشین ہوا - وہ ظالم باپ کا ظالم بیٹا تھا - اُس نے بھی خلقت آزاری - ظلم - بُت پرستی کی وہی روش اختیار کی - وہ اپنے ہی خادموں کے ہاتھوں ۶۳۹ ق م کے قریب قتل ہوا (۲ سلاطین ۲۱: ۱۹ - ۲۶)

اُس کے بعد یوسیاہ بادشاہ بنا - وہ اپنی تخت نشینی کے وقت صرف آٹھ برس کا تھا - اُس نے اپنے اکتیس سالہ عہد میں بہت سی مفید مذہبی اصلاحات کیں - ہیکل کی مرمت کرائی - موسےٰ کی توریت اُس کے ہاتھ آئی - اور اُس کی تعلیم ہونے لگی - اور بہت سی اصلاحات کی گئیں - ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ سچّی عبادت میں دو بارہ جان پڑ گئی ہے -

آیا یہ عبادت محض ظاہرا اور شاہی اثر کے باعث تھی - اس کا پتہ آنے والے واقعات سے لگنے والا تھا - (۲ سلاطین ۲۲ و ۲۳) اِن سالوں کے دَوران میں یرمیاہ اور صفنیاہ نبی زندہ تھے اور نبوّت کرتے تھے - صفنیاہ سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے - کہ اعلےٰ جماعتوں کے لوگوں کا طرزِ عمل ابھی تک بُرا تھا - مُلک میں ابھی بعل کے آثار باقی تھے - صفنیاہ ۱: ۴) گھر میں ابھی تک صنم پرستی موجود تھی - زیادہ برائیاں سطحی طور پر ہی دُور ہوئی تھیں - یروشلیم میں ابھی تک اُن بدیوں کا بازار گرم تھا - جن کے خلاف عاموس - ہوسیع اور میکاہ نے نبوّت کی تھی -

آٹھویں صدی میں اسُور کے حملوں اور دھمکیوں کے باعث

جان کے لالے پڑے رہے۔ لیکن اب ساتویں صدی میں اسوریوں کی قوت کو زوال ہو چکا تھا۔ اور ۶۰۷ یا ۶۰۶ ق م میں نینوا جو اسوریوں کا دارالخلافہ تھا۔ نبوپلاسر کے عہد میں کسدیوں کے ہاتھوں پہ فتح ہو چکا تھا۔

لیکن اب شمال کی طرف سے ایک اور نیا خطرہ برپا ہوا۔ یہ سکوتی حملہ تھا۔ جس کا ذکر ہیروڈوٹس مورخ نے کیا ہے۔ انہوں نے ۶۳۰ ق م میں کاکیس کو عبور کیا اور ۶۲۶ ق م میں مصر کی حدوں پر پہنچ گئے۔ فلسطین میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ شمال ایک دفعہ پھر بدبختی کا نشانہ بننے والا تھا۔

اس وقت پھر نبوت برپا ہوئی۔ کیونکہ نبیوں کو دو باتیں معلوم ہوئیں۔ جن سے ان کو یوم حساب کا یقین پیدا ہو گیا۔ ایک طرف بت پرست اور سیاہ کار یہودیہ تھا۔ دوسری طرف ان وحشی فوجوں کی یورش تھی۔ پس جس طرح آٹھویں صدی کے آخر میں عاموس۔ ہوسیع۔ میکاہ اور یشعیاہ مبعوث ہوئے۔ اسی طرح ساتویں صدی کے اختتام پر صفنیاہ۔ حبقوق۔ نحوم اور یرمیاہ کو بار نبوت عطا ہوا۔ یہ بات غور طلب ہے۔ کہ نحوم اور حبقوق کی آتش غضب خاص نینوا کے خلاف بھڑکی جو اسور کا دارالخلافہ تھا۔ کیونکہ دو صدیوں تک یہ شہر ہر طرح کے ظلم۔ بت پرستی اور ہوس رانی کا مرکز رہا۔ ہم پڑھ چکے ہیں۔ کہ توریت یوسیاہ کے عہد سلطنت میں ۶۲۱ ق م میں ہاتھ آئی تھی۔ اور یوسیاہ نے اصلاحات کا آغاز کیا۔ جیسا

کہ اس اقتباس سے ظاہر ہے۔ ۱۳ سال تک خوب امن و امان رہا۔ حتیٰ کہ ۶۰۸ ق م میں فرعون نیکوہ فلسطین میں ظاہر ہؤا۔ یوسیاہ نے اُس کے مقابلہ میں لشکر کشی کی اور مجدد کے مقام پر فوجوں کا سامنا ہؤا۔ یوسیاہ میدانِ کار زار میں کام آیا۔ ۲ سلاطین ۲۳ : ۲۹۔

مگر یہ بات یرمیاہ نبی نے محسوس کی کہ اسرائیل کے لئے اصلی خطرہ بابل اور کسدی ہیں۔ (یرمیاہ ۲۵: ۱-۱۳) نبوکدرنضر شاہ بابل کچھ دنوں اٹکا رہا۔ مگر ۶۰۰ ق۔م میں وُہ سرپہ میں داخل ہؤا اور یہویقیم تین سال تک اس کا خادم رہا۔

اگلے سالوں کی غمناک تاریخ کا آخری منظر یروشلم کی شکست ہے اور بابل کی اسیری کا حال مختصراً ۲ سلاطین ۲۳: ۳۱ - ۲۵: ۳۰ میں مرقوم ہے۔

پس یہوداہ ہلاک ہو گیا۔ یہودیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت مصفاہ کے مقام پر رہ گئی تھی۔ اُس پر ایک یہودی حاکم مقرر کیا گیا۔ اور یرمیاہ ان کی ہدایت کے لئے مامور تھا۔ مگر وُہ جلد ہی تتر بتر ہو گئے اور اٹھ کر مصر کو چلے گئے (۲ سلاطین ۲۵: ۲۲-۲۶)

پس ہمیں یاد رکھنا ہے ایسے تھے وُہ دن جب کہ صفنیاہ۔ نحوم۔ حبقوق اور یرمیاہ نے نبوت کی۔ ان میں اب ہم حبقوق کا مطالعہ تفصیل کے ساتھ کرینگے۔

چوتھی فصل

حبقوق

ہم اس نبی کے متعلق سوائے نام کے اور کچھ نہیں جانتے۔ گو روایت میں مرقوم ہے۔ کہ وُہ قبیلہ لاوی کا ایک کاہن تھا۔ اس غریب التلفظ نام کا مطلب سہلانا یا معانقہ کرنا ہے۔ اور بعد میں اس کا مطلب یہ نکالا گیا۔ کہ یہ اس کی خدا کے ساتھ محبّت کی علامت تھا۔ وُہ یرمیاہ کا ہمعصر تھا۔ مگر دوسرے نبی خدا کی طرف سے اسرائیل کو خطاب کرتے تھے۔ اُن کے برعکس حبقوق نے لوگوں کی طرف سے جناب باری کی درگاہ میں فریاد کی۔ وُہ یہ معلوم کرنے کا متمنی تھا۔ کہ دنیا میں ظلم و بدی اور ستم بیجا کیوں کھلے بندوں بنی نوع انسان پر عرصۂ حیات تنگ کر رہے تھے۔ خدا کا اس سے کیا مطلب تھا۔ دوسرے نبیوں نے قومی گناہوں کی مذمت کی۔ تو حبقوق نے زندگی کے مسائل سے واسطہ رکھا۔ وُہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ خدا کا مکاشفہ اور شریعت بار آور نہیں ہوتا۔ وُہ لب شکوہ وا کرتا ہے۔ سوال پوچھتا ہے۔ اتمام حجت کرتا ہے۔ وُہ محسوس کرتا ہے۔ کہ مکاشفہ شرمندۂ تجربہ نہیں۔

ہم حبقوق کی کتاب کو تین بابوں کے مطابق تین حصوں میں منقسم کر سکتے ہیں۔

پہلا درس

استفسار (سوال)

جبقوق :- ۱:۱-۷

۱ - پہلی چار آیات سے ہمیں اُس مسئلے کی آگہی حاصل ہو جاتی ہے جو اس نبی کو درپیش ہے - جہاں کہیں وُہ دیکھتا تھا - اُسے ابتری - نزاع نظر آتا تھا - اور اس کا نتیجہ یہ تھا - کہ خدائی انصاف اور شریعت مفقود ہو چکی تھی - یہ بدی دنیا میں کیوں پھیلی ہُوئی ہے - خدا کا اس سے کیا مقصد ہے -

اسرائیل کی حالت اس کے لئے سوہان رُوح تھی - وُہ بار بار چلایا - تاکہ اُسے نُور حاصل ہو - لیکن جبقوق ابھی بے چین و مرام تھا -

۲ - اس مقام پر (آیات ۵ - ۱۱) خدا اپنے خادم سے کلام کرتا ہے - اور اُس پر منکشف کرتا ہے - کہ کسدیوں کے ہاتھوں اسرائیل اپنے کیفر کردار کو پہنچنے والے ہیں - اُن کی قوت، ظلم اور تباہی کی جو اُن کا بخرہ ہو گی - خونین الفاظ میں تصویر پیش کی گئی ہے - اُن کا رسالہ ناقابل فتح ہو گا - اور کوئی شئے ان کے راستہ میں نہ ٹھہر سکے گی - بادشاہ اور امرا سب اس کے سامنے مات ہو جائیں گے - اور قلعے

اور حصار سب خاک میں ملا دئے جائیں گے۔ کسدی در اصل نیم وحشی لوگ تھے۔ جو بابل کے جنوب میں خلیج فارس کے نزدیک آباد تھے۔ مگر انہوں نے بابل کے ملکوں کو فتح کر کے اور نینوا کے حکمرانوں کو خائف کر کے اور اُس کی فتح میں حصّہ لے کر اپنی طاقت کا سکّہ لوگوں کے دلوں پر جما دیا۔ ساتویں صدی کے اختتام سے پہلے نبی کسدیوں کا نام مجموعی طور پر بابلی لوگوں کے لئے استعمال کرتے ہیں تاریخی تمہید پڑھو)

۳۔ مگر حبقوق جواب دیتا ہے۔ کہ کسدی خود ایک جابر اور سیاہ کار قوم ہے۔ خدا کس طرح ان سے کام لے گا۔ اور اُن کی برداشت کریگا۔ (آیات ۱۲ - ۱۷)

وُہ دعوےٰ کرتا ہے۔ کہ اُن کی اپنی تعزیر کا وقت آ پہنچا ہے۔ پاک خُدا کس طرح اُن کی بدی کو برداشت کر سکتا ہے۔ پھر حبقوق خدا کے قادرِ مطلق ہونے پر زور دیتا ہے۔ (آیت ۱۴) اور شکایت کرتا ہے۔ کہ خدا نے خود بنی آدم کو پیدا کیا تو پھر وُہ کیوں اُن پر جبر و ستم ہونے دیتا ہے۔

اس بزرگ آدمی کے دِل میں ایسے ایسے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ہم دوسرے درس میں اس کا جواب پڑھینگے لیکن اس مقام پر ہمیں یہ پتہ لگنا چاہیے۔ کہ ایسے سوالات اور شبہات نیک روحوں کے دل میں پیدا ہُوا کرتے ہیں۔ وُہ آدمی جس کے دِل میں زندگی کے مسائل۔ اُس کی ایذا۔ گناہ اور صریح بے انصافی سے کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

اور کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اُس کی قوتِ فکر بالکل سطحی ہے۔ جتنا زیادہ ہم دنیا کی تکالیف اور مصیبتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہم خدا کی پاکیزگی اور محبّت تجربہ اور علم حاصل کرتے ہیں۔ اور اتنی زیادہ تکالیف کو محبّت کے ساتھ مربُوط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ حبقوق خُدا کی پاکی کا بڑا زبردست احساس رکھتا تھا۔ اِسی بِنا پر اس کے لئے یہ سوالات بہت ہی زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں (۱۲ و ۱۳)

جب ہم زندگی کے پریشان کُن مسائل سے دو چار ہوں۔ تو ہمیں اس قسم کے سوالات سے گھبرانا نہ چاہیئے۔ اس کے علاوہ ہمیں اِن شبہات کو بہانہ نہ بنانا چاہیئے۔ اور ان کو خدا کے خلاف الزامات کا ایک طومار نہ بنا لینا چاہیئے۔ مگر وُہ طریقہ جن سے سوالات خدا کی محبّت اور اس پر اعتماد کا ذریعہ بن سکتے ہیں وہی حبقوق نے اختیار کیا۔ اگلے باب میں ہم اس کا مطالعہ کرینگے +

دُوسرا درس

جواب

حبقوق: ۲۰-۱:۲

یہ حصوں میں منقسم ہے:-

۱- شبہات کے متعلق نظریہ ۲:۱-۴

۲- جبر کا انجام - ۲:۵-۲۰

ہم دیکھ چکے ہیں کہ حبقوق کس طرح پریشان اور گھبرایا ہُوا تھا۔ کیونکہ اُسے ہر طرف ظلم۔ بدی نظر آتے تھے۔ اور کیونکہ وُہ اِن کو اُس علم کے ساتھ مربُوط نہیں کر سکتا تھا جو وُہ خدا کی ذات اس کی پاکی اور قُدرت کے متعلق رکھتا تھا۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اُس نے ان شبہات کو کیونکر استعمال کیا۔ اس پیرے سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے پہلی آیت میں حبقوق کا نیک نظریہ درج ہے۔ اس آیت میں ایک توقع ایک امید ہے۔ اس سے اس کی دعا اور اعتماد کا کہ خدا اس کو ضرور جواب دیگا اخلاقی استقلال دکھائی دیتا ہے۔ جس کے ساتھ نبی اپنے شبہات کا حامل ہے۔ وُہ اپنی ذمہ داری کو محسُوس کرتا ہے۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے جیسا کہ وُہ پہرے پر کھڑا ایک عظیم سچائی کی حفاظت کر رہا ہے۔ اُس کے شبہات اُس کے دِل میں

لاپروائی پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ اُس نے خدا کی مرضی و مقصد کے بہتر مکاشفہ کے لئے دُعا کے ساتھ امید کا رویہ قائم رکھا۔ حبقوق کے پہرہ کے برج کے ایسے ہی معنی ہیں۔

ہمارے شبہات ہمیں کہاں لئے جا رہے ہیں مایوسی کے جہنم کی طرف یا دُعا کے برج کی جانب؟ جب حبقوق نے دُعا اور انتظار میں گھڑیاں گزاریں۔ تو خدا نے اُس کی دعاؤں کا جواب دیا (آیت ۲-۴) یہ ایک ضروری پیغام تھا۔ اور حبقوق کو اِسے اِس طرح لکھنا تھا۔ کہ جو کوئی اِسے پڑھے وُہ اس کے اعلان کرنے پر مجبور ہو جائے۔ خدا نے اُسے ایک رویا دکھائی۔ یعنی ایک حقیقی اور آزمودہ بات تھی۔ اور اس میں خدا کے مقررہ وقت سے تاخیر نہیں ہو سکتا۔ صریحاً اس سے واقعات کا کوئی سِلسلہ مراد ہے۔ جس کے دوران میں قوم کے ظالم وجابر لوگ نیچا دیکھیں گے۔ اور نیک لوگوں کا انتقام لیا جائیگا۔ واقعات کا یہ سِلسلہ کسدیوں کا عرُوج ہے۔ (باب ۱: ۵-۱۱) (ملاحظہ ہو تمہید)

مگر رویا کے وقُوع سے پہلے خداوند اپنے خادم پر یہ حقیقت آشکارہ کرتا ہے۔ کہ جبر و گُستاخی دائمی نہیں۔ اسی عرصہ میں اگر راست رو تحمل کریں تو نیکی اور سچائی کی فتح اور بول بالا دیکھیں گے (آیت ۴)

ہمیں جاننا چاہئے۔ کہ یہاں ایمان سے مراد وفاداری ہے۔ خدا کے ساتھ وفاداری۔ راستی اور فرض سے وفاداری۔

پولس رسول یہ آیت رومیوں ۱ : ۱۷ اور گلتیوں ۳ : ۱۱ میں استعمال کرتا ہے۔ مگر وہاں وہ ایمان سے مسیح یسوع کا بچانے والا فعل مراد لیتا ہے۔ حبقوق اس کو وسیع معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ اور اس سے وہ ایمان مراد لیتا ہے جس سے صبر۔ وفاداری اور راستی پیدا ہوتی ہے۔

اُن تمام راست رو اور خدا ترس لوگوں کا یہ ہی رویہ ہونا چاہیے جو خدا کے پاک ہونے کی تصدیق کی رویا کے منتظر ہیں۔ جس میں اکثر دیر ہو جایا کرتی ہے۔ ہم اُس بات پر جسے ہم جانتے ہیں قائم رہیں۔ خدا اپنے طریقے اور وقت پر ہمیں رویا دکھائیگا۔ آج کل مضطرب دنیا میں ہمیں اس حقیقت کو جاننے کی اشد ضرورت ہے۔

۲۔ آیات ۵ - ۲۰ بھی اُسی مضمون کے متعلق ترنم ریز ہیں۔ اُن میں سے زیادہ تر "اُن پر افسوس" کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ اُن تمام میں سوائے آخری کے ایک ہی سادہ و صاف موضوع ہے۔ جبر و ستم ناروا ہیں۔ اُنہیں قیام نہیں۔ بلکہ خود ہی اپنے شامتِ اعمال کو پہنچتے ہیں۔ اتنی زیادہ قوموں کو ستا کر جابر خود ہی اپنی بربادی کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ وہ دوسروں کو قتل کر رہے ہیں۔ مگر ایک دن اُنہیں اپنی ہی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔ جبر کرنا خود کشی کا مترادف ہے۔ بے انصافی تنزل اور تباہی کے فطرتی میلان کو پیدا کرتی ہے۔ دیکھو چودھویں آیت میں خدا کے عرفان کی قطعی فتح کا اعلان کتنا واضح ہے۔ یسعیاہ بھی اس ایقان میں شریک ہے

یشعیاہ ۱۱:۹ - یہی یقین ہمیں خدا کی خدمت اور اُس کی بادشاہت کے کام میں اپنے زمانہ کی پریشانیوں میں قائم رکھتا ہے۔

آخری نغمہ (۱۸-۲۰) میں بُت پرستی کی بطالت اور بدی کا بیان ہے۔

بُتوں کے ضعف اور مُردنی کا زندہ ہیکل کے خدا کے ساتھ موثر الفاظ میں مقابلہ کیا گیا ہے۔ جو جگانے کا محتاج نہیں۔ بلکہ جو اُسے جانتے ہیں وُہ اُن کے دِل میں مُؤدّب خاموشی اور عبادت کا احساس پیدا کرتا ہے۔

تیسرا درس

دُعا

حب ۱-۳ : ۱-۱۹

یہاں تجدید یعنی از سرِ نو بیداری کے لئے دعا ہے جیسا کہ پچھلے درس میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ حبقوق خُدا کا جواب سُن چکا ہے۔ جہاں اُسے اس سے گو نہ تسلی ہوئی۔ اُسے اس سے اضطراب بھی لاحق ہوا۔ اس نے اپنے چاروں طرف ابتلا اور بے چینی دیکھی۔ وُہ دُعا کرتا ہے۔ کہ خدا اس ابتری کے درمیان اپنا مظاہرہ کرے۔ "قہر کی" بجائے لفظ "ابتلا" ہونا چاہئے۔ کیونکہ نبی کی یہ خواہش ہے۔ کہ اس ایذا یعنی ابتلا کے وقت خدا کا رحم نازل ہو۔

دُعا کے مرکزی پیرا (۳-۱۵) میں غالباً مصر سے خروج کے واقعات کا بیان ہے۔ اور کوہ سینا کے وقوعے درج ہیں۔ خدا کی قدرت کا مظاہرہ برق و باراں کے زبردست طوفان سے ہوتا ہے۔ کوشن کے خیمے اور مدیان کے پردے ہل گئے اور انہیں تباہ ہو جانے کا خطرہ لاحق ہوا۔ (آیت ۷)۔

تاہم خدا پہاڑوں۔ دریاؤں اور سمندر سے خفا نہیں۔ بلکہ اس کا قہر اُن لوگوں پر تھا۔ جو اُس کے غریب بندوں پر ستم ڈھا رہے تھے (آیت ۱۲) اور یہ سب کچھ اس نے اپنے لوگوں کی نجات کی خاطر ہونا تھا (۱۳-۱۵)

آیات (۱۶-۱۹) میں نبی کا رویہ اس رویا کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ وُہ ابھی دعا میں دو زانو تھا۔ مگر رعشہ اس پر غالب آیا۔ حملہ آور فوج کی آمد (آیت ۱۶) اور خشک سالی اور قحط کے باوجود (آیت ۱۷) غالب خدا کی نجات اور قدرت پر کامل اعتماد کا احساس غالب ہے۔ (۱۸ و ۱۹) اسی طرح ہمارے لئے زندگی میں حبقوق کی دُعا ہماری دعا ہونی چاہئے۔ حبقوق ۳: ۲ "اے خداوند اپنے کام کو از سرِ نو تازہ کر"۔ اکثر ہماری زندگی میں ابتلا۔ یا افلاس یا جبر یا بین الاقوامی اضطراب ہوتا ہے۔ خدا اِن صریحاً ناموافق حالات میں تازگی پیدا کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت ہمیں الٰہی حضوری کے احساس کو پیدا کرنے کے لئے ناموافق حالات سے مدد ملتی ہے۔ ہم خدا سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وُہ اپنے کام۔ اپنی کلیسیاء کے کام اور اپنے لوگوں میں بیداری پیدا کرے وُہ ہمارے دلوں میں بیداری پیدا کرے۔ ہم جو اُس کے خادم ہیں۔ یہ وُہ کر سکتا ہے اور کریگا۔

ایک نہایت ہی پُر معنی نقرہ جو اس درس کا موزوں منتہا ہے۔ وُہ یہ کہ حبقوق چلاتا ہے۔ "اور مجھے میری اونچی جگہوں میں چلاتا ہے (آیت ۱۹) یہ نقرہ فتح اور رُوحانی

کمال کا آئینہ دار ہے۔ ہم میں سے بہت سے اپنی شکست اور ناشکری کی نیچی جگہوں میں چلنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں حبقوق اپنی اونچی جگہوں پر چلا۔ اُس نے خدا کی رویائیں دیکھیں اور مایوسی کی تاریک وادیوں سے دُور رہا۔

مابعد الخروج انبیاء کا تاریخی پس منظر (حجّی۔ ذکریاہ۔ ملاکی۔ یوایل)

۵۳۹ ق۔م - ۳۳۱ ق۔م

حجّی۔ ذکریا۔ ملاکی اور یوایل۔ بارہ انبیاء کا اگلا گروہ سلطنتِ فارس کے عہد میں آتا ہے۔ ۵۳۹ ق۔م۔ میں سائرس شاہِ ایران نے بابل کو فتح کر لیا۔ حبقوق نے اسرائیل کے جابروں کی تباہی کے متعلق جو رویا دیکھی وُہ اس بُری اور ظالم قوم کے حق میں سچ ثابت ہوُئی۔ فارسی سلطنت اپنے وقت پر سکندر اعظم کے سامنے خاک میں ملی۔ لیکن تقریباً دو سو سال کے لئے یہودی۔ ایرانی یا فارسی قوم کی رعایا تھے۔ یہودی وسیع فارسی سلطنت میں جو بحیرہ ایجئین سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی ہر جگہ پھیلے ہُوئے تھے۔ علماء نے اس فارسی عہد کو چار حصّوں میں منقسم کیا ہے:-

۱۔ سائرس کے ہاتھوں بابل کی فتح سے لے کر دارا اوّل کے چھٹے سال میں ہیکل کے پورا ہونے تک۔

۵۳۸ - ۵۱۶ ق۔م۔ حجّی۔ ذکریا ۵۲۰۔

۲۔ دارا اوّل کے ماتحت ہیکل کے پورا ہونے سے عزرا کی آمد تک ۵۱۶ - ۴۵۸۔ ملاکی۔

۳۔ عزرا و نحمیاہ کا کام ۴۵۸ - ۴۲۵

۴۔ عہد کا بقیہ جو دارا سوم کے ساتھ ختم ہوا۔

۴۲۵ - ۳۳۱ - یوایل۔

سائرس نے فتح بابل کے جلد بعد جہاں یہودی قوم اسیر تھی (پچھلا تاریخی خاکہ پڑھو) انہیں اجازت دے دی کہ فلسطین کو واپس چلے جائیں۔ سائرس خود ایک سرگرم آتش پرست تھا۔ بت پرستی سے متنفر نرم مزاج اور نیک طبیعت انسان تھا۔ ۴۰۰۰۰ اور ۵۰۰۰۰ کے درمیان نفوس نے مراجعت کی۔ ان کے ساتھ یہوواہ کے مسکن کے برتن بھی تھے جو ۵۸۶ ق۔م میں کسدی اٹھا لے گئے تھے۔ (عزرا کی کتاب غور سے مطالعہ کی جائے) یشوع اور زربابل کی سرکردگی میں یروشلیم میں آمد پر مذبح بنایا۔ صبح و شام کی سوختنی قربانیوں کو قائم کیا۔ اور یہوواہ کی مختلف عیدیں منائی جانے لگیں۔ انہوں نے ہیکل کی تعمیر کے لئے معماروں اور نجاروں کو کام پر لگایا۔ اور مصالحہ اکٹھا کرنے لگے۔ ۵۳۶ ق م میں بڑے جشن کے ساتھ سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مگر سامریوں اور ان کی سازشوں کے باعث کام میں رکاوٹ اور تاخیر ہوئی۔ اور دارا اول کے عہد کے چھٹے سال ۵۱۶ ق۔م تک تعمیر ختم نہ ہو سکی۔

پانچویں فصل

حجیؔ

ہم نے قدسی عہد کی جو تقسیم کی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ حجیؔ اور ذکریاہ دونوں اس تقسیم کے چار زمانوں میں سے پہلے میں آتے ہیں۔ غالباً اُن کا کام ۵۱۶ ق م میں ہیکل کی تعمیر کے ساتھ تمام ہو گیا۔

ہم یہ دیکھ چکے ہیں۔ کہ کس طرح ۵۳۶ میں ہیکل کی پہلی دفعہ بنیاد رکھی گئی۔ پھر سامریوں کی مخالفت رونما ہوئی۔ لیکن پہلی کوشش کی ناکامیابی کا یہی سبب تھا۔ فارسی حمایت نہ آسکی۔ خشک سالی اور بُری فصلوں کے باعث کشمکش حیات میں بہت زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے پڑے۔ اس پر سامریوں کی مخالفت مستزاد تھی۔ اور اس سے لوگوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور انہوں نے جی چھوڑ دیا۔ اور ہیکل کا کام پندرہ سال کے لئے بند کرنا پڑا۔ لوگوں میں اس کارِ عظیم کو ہاتھ میں لینے کا حوصلہ نہ تھا۔ اور اُن کی تمام کوششیں اپنی ہی زندگی کی کشمکش میں صرف ہو رہی تھیں۔

پھر دارا بر سر اقتدار آیا - اُس کی معلومہ ہمدردی پر بھروسہ کر کے حجی اور ذکریاہ نے لوگوں کو جوش دلانا اور ان کی غفلت اور خود غرضی سے بیدار کرنا شروع کیا۔ ان باتوں اور مثالوں سے حوصلہ پاکر زر بابل اور لوگوں نے ایک دفعہ پھر کام کا بیڑہ اُٹھا لیا۔۵۱۶ ق م میں دارا کے عہد حکومت کے چھٹے سال میں ہیکل کی تعمیر اور تقدیس کا کام پورا ہُوا۔

حجی کے متعلق ذاتی طور پر اس کے نام اور کتاب کے واقعات کے علاوہ اور زیادہ معلوم نہیں۔ یہ اندازہ کیا جاتا ہے۔ اور اغلب ہے کہ حجی نے اپنے ایام جوانی میں پہلی ہیکل کو دیکھا تھا۔ پھر وُہ اسیری میں گیا۔ واپس آیا۔ اب وُہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ یہ نتیجہ دوسرے باب کی تیسری آیت کے حوالہ سے مستنبط ہوتا ہے۔ یہ انسان عجیب شخصیت کا مالک ہوگا۔ تمام لوگوں کو مالی اور شخصی قربانیوں پر آمادہ کرنا کبھی آسان نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ عام کاموں کے لئے نجی مفاد کو ملتوی کر دیا جائے۔ اس کی باتیں اور اس کا نمونہ بڑا مخلص اور زبردست ہوگا۔ ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے میں پانچ سال سخت محنت سے کام کرنا پڑا۔ لیکن اس کا جوش کبھی ٹھنڈا نہ پڑا۔ اُس نے نہ صرف عارضی طور پہ لوگوں کی ہمت بندھائی بلکہ اُن تمام سالوں کے لئے جو اس کار عظیم کے لئے درکار تھے

ہم اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کر کے مطالعہ کرینگے۔

۱۔ تعمیر کی دعوت ۔ ۱:۱ - ۱۵

۲۔ دلیری کا پیغام ۔ ۲:۱ - ۹

۳۔ تازہ قوت کی دعوت ۲:۱۰ - ۲۳

پہلا درس

تعمیر کی دعوت

حجیؔ ۱:۱-۱۵

اس باب میں حجیؔ کی معرفت خدا لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ اور لوگ اس دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ ہم پہلے ہی پڑھ چکے ہیں۔ کہ ہیکل کا کام پندرہ سال پہلے شروع کیا گیا تھا۔ مگر سامریوں کی مخالفت کے باعث اُسے چھوڑنا پڑا۔ نیز یہودیوں کی اقتصادی زبوں حالی بھی اس میں مانع ہوئی۔

۱:۱- غور کیجئے کہ لوگوں نے کیا کیا عذر پیش کئے۔ (آیت ۲)
غالباً پندرہ سال تک اس عذر پر اکتفا کیا گیا۔ کیونکہ اس کارِ عظیم کے لئے موزوں موقع ہاتھ نہ آیا تھا۔ خزاں کا موسم تھا۔ فصلیں اب کے سال بھی کمزور تھیں۔ قدرت اُن کے مخالف معلوم ہوتی تھی۔ اگر خدا کی یہ مرضی ہوتی۔ کہ وُہ اس کارِ عظیم کو ہاتھ میں لیں۔ تو یقیناً وُہ اُن کو فراوانی بخشتا اور اُن کی پریشانی کا خاتمہ کرکے اُنہیں فراغت دیتا۔ تو ایسے وقت میں وُہ کیونکر اس قسم کے بڑے کام کے لئے جس پر روپیہ بہت خرچ آنا تھا وقت اور روپیہ دے سکتے تھے۔

اب اس اعتراض کا جواب بھی سُن لیجئے۔ اس کے دو پہلو

ہیں آ۔ جی یہ اعلان کرتا ہے کہ اُن کا عذر ناصواب ہے۔ کیونکہ پندرہ سال کے دوران میں اُن کے پاس اتنا روپیہ اور وقت تھا۔ کہ وُہ اپنے لئے مسقف گھر تیار کر سکیں۔ (آیات ۴ و ۹) مسقف سے مُراد پر از نقش و نگار اور مُکلف ہے۔ پس اُن کے اعتراض میں تضاد تھا۔ وُہ اپنے شاندار مکانوں سے ہیکل کے کھنڈرات اور ادھورے کام کو دیکھتے اور اُن کے کان پر جون تک نہ رینگتی تھی (یہودیوں کے اس روّیہ کا مقابلہ داؤد کے روّیہ ۲ سموایل ۷: ۲ اور زبور نویس کے روّیہ ۱۳۲: ۳-۵ سے کرو۔

اصلی وجہ ان کی فلاکت نہ تھی۔ بلکہ روحانی غفلت روپیہ کی کمی نہیں۔ بلکہ خدا کے کام میں دلچسپی کا فقدان اس کی بنا تھی۔ اُن کی اپنی دلچسپیوں اور آسائشوں کے لئے روپیہ اور فرصت کی فراوانی تھی۔ لیکن خدا کے کام کے لئے اُن کے پاس کچھ نہ تھا۔

یہ بات ہم پر عین صادق آتی ہے۔ ہم خدا کا کام نہ کرنے کے سینکڑوں بہانے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ روپیہ نہیں۔ فرصت نہیں۔ اس کام کی اہلیت و تربیت نہیں۔ لیکن رنگ رلیوں کے لئے ہمارے پاس کافی وقت ہوتا ہے۔ ہمارے اپنے لئے اور اپنی ضروریات کے لئے ہمارے پاس روپے کی بھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور دوسرے کاموں کو کرنے کی ہم میں قابلیت بھی پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ ہندوستانی کلیسیاء کو گرجوں کی ضرورت ہے۔ اُسے سنڈے سکول کے لئے اُستاد درکار ہیں۔

کلیسیائی کاموں میں رضا کاروں کی مانگ ہے۔ اور جو عذر ہم پیش کرتے ہیں وُہ ایسے ہی نامعقول اور ناراست ہوتے ہیں جیسے کہ یہودیوں نے ہیکل کی تعمیر کے بارے میں پیش کئے تھے۔ اصل وجہ روحانی تغافل ہے۔ ہم اپنی ہی دلچسپیوں میں اس قدر منہمک ہیں۔ کہ خدا کی دعوت ہمارے کانوں تک نہیں پہنچنے پاتی۔ اور پرانے زمانے کے ادھورے ہیکل کی مانند بہت سے کارہائے عظیم جو ہم خدا کی بادشاہت کے لئے کر سکتے تھے نامکمل اور ادھورے پڑے ہیں۔

ب:۔ حجیؔ کے جواب کا دُوسرا جُز جیسا کہ خُدا نے اُس کی معرفت دیا یہ ہے۔ تمہاری مالی زبُون حالی اور فصلوں کے مارے جانے کا اصلی باعث یہ ہے۔ کہ تم خدا کے مسکن کی تعمیر کی طرف سے غافل رہے۔ (آیات ۹ و ۱۰) تم نے اپنے خود غرضی کے کاموں کو مقدّم رکھّا۔ جبکہ میرے مسکن کو تعمیر کرکے اپنی سرگرمی اور جوش کا ثبوت پیش کرنا تھا۔ "اپنی روش پر غور کرو"۔ (آیت ۷) جو کچھ وُہ کرتے تھے۔ اُس سے اُنہیں اطمینان نہ ہوتا تھا۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ اپنا روپیہ "سوراخدار تھیلی میں جمع کرتے تھے"۔ (۶) اس کا باعث یہ تھا۔ کہ وُہ خدا اور اس کے حقوق سے جو ہیکل کی ازسرِنو تعمیر میں مجسّم تھے غافل تھے۔ یسوع نے اِسی حقیقت کی تعلیم دی جبکہ اُس نے کہا۔ "بلکہ تُم پہلے اُس کی بادشاہی اور راستی کی تلاش کرو۔ تو یہ سب چیزیں بھی تُم کو مل جائینگی"۔ (متی ۶ : ۳۳) مگر ہم قدیم زمانے کے یہودیوں کی مانند پہلے "دوسری چیزوں" کے طالب ہوتے

ہیں ۔ خوراک ۔ پوشاک ۔ آسائش اور کامیابی کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں ۔ اور وہ ہم سے دُور دُور بھاگتے ہیں ۔ لیکن اگر سب سے پہلے خدا کی مرضی اور اس کی بادشاہی کے کام کو تلاش کریئے تو یہ تاج حیات خود بخود پوری ہوتی رہیں گی ۔ اپنی ذاتی دلچسپیوں کو خدا کی بادشاہت سے مقدم رکھنا حماقت کی علامت ہے ۔

۲ ۔ دیکھیں کہ کس طرح یہ تعمیر ایک رُوحانی کام تھا ۔ (آیت ۱۴) حجی کے جوشیلے پیغام کے چوبیس دن بعد کام از سرِ نو شروع ہو گیا ۔ اس کی وجہ یہ تھی ۔ کہ خاص و عام میں روحانی جوش پیدا ہو گیا تھا ۔ اُن میں سے بعض مزدوروں کی حیثیت سے اور بعض معماروں اور نجاروں کی حیثیت سے کام کرنے والے تھے ۔ مگر اُن سب کو اس کارِ عظیم میں کُودنے سے پہلے نئے دل اور نئے رُوحانی جوش کی ضرورت تھی ۔

خدا کی کوئی اصلی خدمت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی زندہ دلی کے بغیر انجام نہیں دی جا سکتی ۔ اسی وجہ سے ہم اعمال ۶: ۱-۷ میں پڑھتے ہیں کہ جب ابتدائی کلیسیا کو کاموں کی نگہداشت کے لئے ڈیکنوں کی ضرورت پڑی ۔ تو انہوں نے ایسے آدمی چُنے جو رُوح القدس سے معمور تھے ۔ استیفان شہیدِ اوّل کی قسم کے آدمی ۔ یہ انہوں نے اس لئے کیا ۔ کہ وہ جانتے تھے ۔ خدا کی بادشاہت کا کام خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو وفاداری سے سر انجام نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ رُوحانی جوش پیدا نہ ہو ۔

اِسی لئے اگر ہم گرجا بنانا۔ چندہ لینا اور خدا کا کوئی اور کام کروانا چاہیں۔ تو ہمیں لازم ہے۔ کہ خدا کے بندوں کو ایک عمیق رُوحانی تجربہ کی ہدایت کریں۔ پھر تمام باتوں کا امکان پیدا ہو جائیگا +

دوسرا درس

دلیری کی دعوت

حجی ۲: ۱-۹

جب کام کو شروع ہوئے تقریباً ایک مہینہ ہو گیا۔ اس مہینہ کا اکیسواں دِن عیدِ خیام کا ساتواں دن تھا۔ بیشک لوگ عبادت کے لئے ادھورے اور بے رونق ہیکل میں جمع ہوئے۔ بوڑھے آدمیوں نے پہلے ہیکل کی رونق اور شان کو دیکھا تھا۔ اِن پر افسوس اور بے دِلی کا احساس غالب آ گیا۔ (آیت ۱-۳)

ہم پڑھ چکے ہیں۔ کہ پہلا ہیکل ۵۸۶ ق.م میں تباہ ہوُا۔ پس بوڑھے لوگ جن کی عمر پچھتر سے متجاوز تھی انہوں نے ہیکل کی پہلی رونق اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ سٹینلی اپنی کتاب (Jewish church) میں رقمطراز ہے۔ کہ یہودیوں نے اعلان کیا۔ اس نئی ہیکل میں پانچ چیزوں کی کمی تھی۔ پاکیزہ آتش۔ جلال خداوندی۔ عہد کا صندوق کروبین۔ نبوت کی رُوح۔

خدُا اپنے نبی کی معرفت لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے
سخت جان گسل محنت کا ایک مہینہ ختم ہو چکا تھا۔ اور یہ لازم تھا۔ کہ لوگوں کو یاد دلایا جائے۔ کہ ہیکل کی تعمیر میں سخت

محنت کے سال باقی تھے۔ تاکہ ہیکل اپنے اعلےٰ اور پاک مقصد کے لئے مکمل ہو جائے۔ تعجب کی بات نہیں۔ کہ وُہ جی چھوڑ بیٹھے تھے۔ حجیؔ نے تین وعدوں سے لوگ کی حوصلہ افزائی کی۔ اور اُن کو اطمینان دلایا۔

۱۔ اس کام میں خدا اُن کے ساتھ تھا۔ اور اُس کی رُوح اُن کی ہدایت فرما رہی تھی۔ اُس نے اپنی حضوری کا وعدہ اس وقت سے کیا ہؤا ہے جبکہ وُہ مصر سے نکلے تھے۔ پس انہیں کمر ہمت باندھکر حوصلہ کرنا چاہئے اور وُہ اس کا اظہار اپنی محنت اور کام کی صورت میں کریں۔

۲۔ خدا ہیکل کی تزئین اور آرائش کے سامان خود مہیا کریگا۔ کیونکہ سونا اور چاندی اس کا ہے۔ غالباً لوگوں کو یہ خیال تھا۔ کہ اُن کے پاس ہیکل کی آرائش و تزئین کے وُہ سامان نہیں ہیں جیسا کہ پہلا معبد سونے اور چاندی سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ لیکن خدا خود یہ سامان مہیا کردیگا۔ بشرطیکہ وُہ وفاداری سے محنت پر ڈٹے رہیں

۳۔ خدا کا جلال جس سے پہلی ہیکل معمور تھی۔ اُس نئی ہیکل کو جو لوگ بنا رہے تھے زیادہ نصیب ہوگا۔ ہیکل کی موخر رونق کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور فارسی اور یونانی سلطنتوں کی خوفناک کشمکش سے محفوظ رہی۔ لیکن اس کا مطلب اس سے کہیں اعلےٰ تھا۔ یعنی روحانی بصیرت رکھنے والے انسانوں کو اس

پیشین گوئی میں یہ راز دکھائی دیتا ہے۔ کہ اپنی سادہ اور عاری شکل و صورت کے باوجود یہ ہیکل جو زیرِ تعمیر تھی عبادت کے اعلیٰ و پاک مقاصد کو پرانی ہیکل کے مقابلہ میں زیادہ حقیقی معنوں میں پورا کرے گی۔

پس لوگوں نے نئی قوت اور اعتماد کے ساتھ دوبارہ محنت شروع کی۔ ہم سب کو ایسے لمحات پیش آتے ہیں۔ جبکہ ہم خدا کا خاص کام شروع کرکے جی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ وُہ بہت حقیر دکھائی دیتا ہے۔ ہمیں اپنی لیاقت اور اپنے وسائل بہت ہی محدود دکھائی دیتے ہیں۔ جب ہم کام کرتے ہیں تو ہمیں اس کام کی عظمت کا پتہ لگتا ہے۔ جو ہم نے ہاتھ میں لیا ہے۔ پس ہم پر تاریکی اور مایوسی کے بادل چھا جاتے ہیں۔ ہمیں مسرت افزا الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔

آؤ ہم اس سہ گونہ اعتماد پر خاموشی سے غور کریں۔ جو خدا نے حجّی کی معرفت اپنے بندوں کے دِلوں میں پیدا کیا۔

ہمارے ساتھ موعودہ حضوری۔

ہمارے اور ہمارے کام کے لئے موعودہ فراہمی۔

یہ یقین کہ جو کچھ وُہ کر رہے تھے۔ خدا کی نظر میں وُہ اعلےٰ قدر و قیمت رکھتا تھا +

تیسرا درس

تازہ قوّت کی دعوت

حجّی ۲: ۱-۲۳۔

ہیکل کی از سرِ نو تعمیر چھٹے مہینے کی چوبیس تاریخ کو شروع ہوئی (۱: ۱۵) اور یہ آخری دو پیغام تین ماہ بعد دئے گئے۔ (۲: ۱۰ و ۲۰) صورت یہ تھی کہ اب انہیں کام کرتے تین ماہ ہو چکے تھے۔ لیکن حجّی کے وعدے کہ ہیکل کی تعمیر سے اُن کو فراوانی اور برکت حاصل ہوگی پورے ہوتے نظر نہ آتے تھے۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ اور جو فصل ہوئی وہ کمزور تھی۔ اور اُن کی قربانیوں۔ کاموں اور دعاؤں کے جواب میں کوئی خاص برکت نازل نہ ہوئی۔ اگر یہی حالت جاری رہی تو ہیکل کی از سرِ نو تعمیر سے حاصل؟ وہ محسوس کرتے تھے۔ کہ خدا کے مسکن کے متعلق جو مساعی وہ کر رہے تھے۔ اُن کے فوراً بعد اُن کے حالات میں نمایاں تبدیلی رُونما ہونی چاہیئے۔

پس حجّی اُن پر واضح کرتا ہے۔ کہ ابھی کام میں تبدیلی کا وقت نہیں آیا۔ وہ ایسا طریقہ استعمال کرتا ہے جسے وہ سمجھتے ہیں۔ اُس نے کاہنوں کو شریعت کے معاملہ میں اپنا فیصلہ دینے کے لئے پوچھا۔ (آیت ۱۱-۱۳) (احبار ۶: ۲۷)

اور گنتی ۱۹: ۲۲ میں اس قانون کا مطالعہ کرو) ایک پاک شے اپنی پاکیزگی اس شے کو نہیں دے سکتی جو اسے چھوتی ہے۔ اس کے برعکس ناپاک چیز ہر اُس شے کو ناپاک کر دیتی ہے۔ جو اسے چھو جائے۔ اگر تم ایک گندہ آم اچھے آموں کے ٹوکرے میں گرا دو۔ تو وہ اچھا نہ ہو جائیگا۔ بلکہ اپنی گندگی تمام ٹوکرے میں پھیلا دیگا۔ حجّی کہتا ہے۔ کہ یہی معاملہ یہودیوں کا تھا۔ وہ ہیکل کی تعمیر سے اتنے عرصہ غافل رہے۔ اور خود غرضی اور گناہ کی زندگیاں بسر کیں۔ اور یہوواہ کے تمام حقوق کو فراموش کر دیا۔ اس سرد مہری نے اُن کی تمام زندگی۔ خدمت اور عبادت کو بگاڑ دیا ہے۔ سعی و محنت کے چند ماہ سے خود غرضانہ غفلت کے سالوں کا کفارہ و تزکیہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس اُن کی لاپروائی کے اثرات اُن کی سب محنتوں کو تباہ کر رہے تھے۔ پاک اعمال ناپاک انسان کو مطہر نہیں کر سکتے (آیت ۱۴-۱۷) بیچارے یہودی وہ سبق سیکھ رہے تھے۔ جو ہم سب کو کٹھن معلوم ہوتا ہے۔ یعنی توبہ اور نوزائیدہ جوش ہمارے مادی اور مالی ماحول میں فوری انقلاب پیدا نہیں کرتے۔ اکثر گناہ کے قدرتی عواقب کا پلہ تبدیلی کے اثر سے بھاری ہوتا ہے۔ گو اب ہم خدا اور اس کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو بالکل وقف کر دیں۔ تاہم ہمیں زمانہ ماضی کی سیاہ کاری کے لئے خمیازہ بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ بدی میں نیکی کی نسبت زیادہ ناپاک کرنے اور متاثر کرنے کی قوت ہے۔ اور اس کے اثرات زیادہ وسیع اور دائمی ہوتے ہیں۔

جب مسرت بیٹا واپس آیا تو اُسے معافی مل گئی اور اُس

کی خوب آؤ بھگت کی گئی۔ لیکن گناہ کی زندگی نے اس کی میراث تلف کر دی۔ اب جیسا کہ باپ نے بڑے بھائی کو کہا۔ جو کچھ میرا ہے وُہ سب تیرا ہے"۔ لیکن مسرف کو گناہ کے انجام کا خمیازہ بھگتنا تھا۔ گو وُہ تائب ہو چکا تھا۔ لیکن اس پیغام کا خاتمہ امید افزا الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۱۸ و ۱۹)۔ گو سردست فصلوں اور پھلوں میں فراوانی کے کوئی ظاہرہ آثار نظر نہیں آتے۔ لیکن خدا ضرور برکت دے گا۔ اور سب برکت اُن کے جوش اور تازہ روحانی زندگی کا نتیجہ ہو گی +

دوسرا پیغام جو اُسی دن حجیؔ نے دیا۔ اور جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ جن کی امیدیں سلطنت کے زوال کے ساتھ مٹ گئی تھیں۔ وُہ امید رکھتے تھے کہ مسیح ایک بادشاہ کی صورت میں مبعوث ہو گا۔ زرُبابل جو یہویقیم کا پوتا تھا۔ جو یہوداہ کے آخری بادشاہ سے پہلے بادشاہ تھا لوگوں کی امیدیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ خدا اُسے اپنا نگین بنائیگا۔ (آیت ۲۳) یعنی وُہ خدا سے جدا نہ ہو گا۔ اور اس کے اختیار کا نشان ہو گا۔

حجیؔ نے دو ماہ پہلے دنیا کی سلطنتوں کی تباہی کی پیشین گوئی کی۔ (۲: ۶ و ۷) اور آیات ۲۱ و ۲۲ میں ان کا اعادہ کیا گیا ہے۔ بیشک اس کا مطلب قوموں اور امرا کی وُہ بغاوتیں تھیں۔ جن کے باعث ۵۲۱ ق۔م میں دارا کی تخت نشینی پر ایرانی سلطنت کو خطرہ لاحق ہو رہا تھا۔

دارا نے چار سال میں اُن سب کو فرو کر کے ۵۱۶ ق۔م میں یہودیوں کی ہیکل کی تعمیر ختم کرنے سے پہلے اپنی سلطنت

کو از سرِ نو منظم و مستحکم کیا۔ یہودیوں پر تاریکی اور نسیان کا ایسا پردہ پڑا جو صدیوں تک چاک نہ ہُوا +

چھٹی فصل

ذکریاہ

تمہید

ذکریاہ جس کے نام کا مطلب "یہوواہ یاد رکھتا ہے" ہے۔ جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں حجی کا ہمعصر تھا۔ اور عدّو کے خاندانِ کہانت سے تعلق رکھتا تھا۔ جب سائرس کے عہد میں یہودیوں نے یروشلیم کو مراجعت کی۔ تو یہ بھی اپنے خاندان کے ساتھ بابل سے یروشلیم کو لوٹا۔ غالباً وہ اُس وقت محض بچہ تھا۔ کیونکہ ۵۲۰ ق۔م میں وہ نوجوان شخص تھا۔ یہ بالکل واضح ہے۔ کہ اس نے لوگوں کو ہیکل کی تعمیر کے لئے بیدار کرنے میں حجی کی مدد کی۔ نومبر ۵۲۰ ق۔م ہمیں اس کے الہام بقیدِ تاریخ ملتے

ہیں۔جنوری ۵۱۹ ق۔م میں اُسے رویا ہوئی۔اور اس کی آخری تحریری نبوت دسمبر ۵۱۸ ق۔م کی ہے۔یعنی ہیکل کی تعمیر مکمل ہونے سے دو سال پیشتر۔

یہ بات بڑی دلچسپ ہے۔کہ اس نوجوان نے یہودیوں کے گذشتہ پیشواؤں کا گہرا مطالعہ کیا ہوگا۔کیونکہ اپنے تمام کام میں وُہ ماضی کی روایات کا بڑا قائل ہے۔اُسے صحف مطہرہ خوب یاد تھے۔اور اُس سے زیادہ اُن کا استعمال کوئی نہیں کرتا۔لیکن وُہ اِن صحف کو بطور شاہد استعمال کرتا ہے۔اور انہیں سند یا مردہ تعلیم نہیں بلکہ تجربہ سمجھتا ہے: خدا کا کلام ہمیشہ زندہ ہے۔گو انبیاء اور کاہن گزر جائیں۔ وُہ لوگوں کو یہی زندہ اور ابدی کلام سکھاتا ہے۔(۱۵ و ۶)

علماء نویں باب سے آخر تک کے ابواب کے متعلق مختلف الرائے ہیں کہ آیا یہ ابواب اُسی ایک نبی کی تصنیف ہیں یا نہیں۔ ہر شخص کو تحریر کا فرق نظر آتا ہے۔مگر ان آرا میں اس قدر بُعد ہے۔کہ ہم اس مسئلہ کو نظر انداز کر سکتے ہیں اور کتاب کا مجموعی طور پر مطالعہ کر سکتے ہیں۔

پہلا درس

مقدّم توبہ

زکریاہ ۱:۱-۲۱ -

۱- آیات ۱-۶ میں زکریاہ کو توبہ کی دعوت درج ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس کے باعث خدا لوگوں کی مدد کرسکتا ہے۔ خدا ہماری طرف اسی وقت متوجہ ہوتا ہے۔ جب کہ ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کی یہ پہلی نبوّت حجّی کی خدمت کے ساتھ ٹکراتی ہے۔ یہ اس کی پہلی نبوّت کے دو ماہ بعد اور اس کی تیسری پیشین گوئی سے ایک ماہ پیشتر وقوع میں آتی ہے۔ حجّی کے لوگوں کے ساتھ وعدے توبہ کے ساتھ مشروط تھے۔ پس یہ پیغام بروقت تھا۔ اور اُسی ایک ضرورت پر زور دیتا تھا۔

نیز یہودیوں کے لئے یہ بھی لازم تھا۔ کہ گو وُہ خدا کی ہیکل کی تعمیر کے کارِ عظیم میں مصروف تھے۔ تاہم ان کے دل خُدا سے غافل ہو سکتے تھے۔ یہ حجّی کی تعلیم کی ایک اور تائید تھی (۲:۱۱-۱۴)

اب ہم زکریاہ کی آٹھ رویاؤں کا مطالعہ کرینگے۔ یہ اسے جنوری اور فروری ۵۱۹ ق۔م۔ میں ہوئیں۔ ہیکل کی تعمیر کے مکمل ہونے سے تین سال پیشتر جب کہ کام محنت کے لحاظ سے سخت ترین مرحلہ میں تھا۔

۲۔ آیات ۷ - ۱۷ ۔ پہلی رویا ۔

ہمیں خیال رکھنا ہے ۔ کہ یہ رویا اور بعد کی رویائیں اُسے رات کے وقت ہوئیں ۔ اُس خاموش اور جنگل کی وادی میں جہاں کہ زکریاہ دعا مانگنے اور خدا کے ساتھ کلام کرنے کی خاطر جایا کرتا تھا ۔ خدا اور اُس کے کلام کی تمام مفید رویائیں ہمیں اس وقت ہوتی ہیں جبکہ ہم خاموشی میں اس کے ساتھ ہمکلام ہوتے اور اُسے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ان رویاؤں کے ہر نکتہ اور تفصیل کا مطلب نکالنا جب کہ وُہ کسی خاص بات کی علامت ہیں مشکل ہے ۔ ہم صرف عام سچائی کو سمجھ سکتے ہیں ۔ جس پر ہر ایک رویا یہودیوں کے لئے زور دیتی ہے ۔

تو پھر اس پہلی رویا میں سُرخ گھوڑے پر سوار سے کیا مُراد ہے ؟ چار ماہ پیشتر حجّی نے لوگوں کو یقین دلایا تھا ۔ کہ خدا غیر قوموں کی سلطنتوں کے تخت ہلا دیگا (حجّی ۲: ۶ و ۷) اور اس سے ہیکل اور سلطنت کو زیادہ رونق ہوگی ۔ مہینے گزرتے جا رہے تھے ۔ مگر اس ہلنے کی کوئی خبر نہ ملتی تھی ۔ لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا ہو رہے تھے ۔ کہ خدا کے وعدہ کا عملی نتیجہ نکلیگا یا نہیں ۔ اس رویا کا مطلب اس بڑھتی ہوئی بے صبری کو دبانا تھا اور لوگوں کو یہ یقین دلانا تھا ۔ کہ خدا کا فرشتہ لوگوں کا نگہبان و پاسبان تھا ۔ خدا پا بہ رکاب اپنے لوگوں کی استعانت کے لئے تیار بیٹھا ہے ۔ اور اس کے قاصد لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں ۔ اور لوگوں کی فلاحیّت کے متعلق جو کچھ درکار ہے اُسے سب معلوم ہے ۔

آیات (۱۲ - ۱۵) سے یہ ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ غیر قوموں نے

اسرائیل کو خدا کے حکم کے مطابق سزا دینے میں حد سے تجاوز کیا۔ اور اب وُہ خود سزا کے مستوجب ہو رہے تھے۔

۳۔ آیات (۱۸-۲۱) دوسری رویا۔

یہ قدرتی طور پر پہلی رویا کے ساتھ وابستہ ہے۔ اِسے علیحدہ نہ سمجھنا چاہئے۔ چار سینگوں سے مراد وُہ چار قومیں ہیں جنہوں نے اسرائیل کو تباہ کیا۔ چار کاریگروں یا لوہاروں کا کام ان سینگوں کو کاٹنا ہے۔ رویا میں اس بات کا یقین دلایا گیا ہے۔ کہ خدا سب کچھ جانتا ہے۔ سب کے گناہ کی سزا دے سکتا ہے۔ وُہ اپنے لوگوں کی تکالیف کو ختم کرنے کے لئے سب کام کریگا۔

دوسرا درس

نبی کی رویائیں (مسلسل)

زکریاہ ۲: ۱ - ۱۰:۱۳ -

یروشلیم کی پیمائش نہ کی جائے گی۔ تیسری رویا - ۲: ۱-۱۳
نوجوان فی الحقیقت سرویر (Surveyor) نئے شہر کی پیمائش کرتا اور فصیل کی بنیادوں کو ڈالتا ہے۔ لیکن اُسے اس کام سے روکا جاتا ہے۔ (۳-۵) کیونکہ خدا اپنے لوگوں کو دو سبق سکھانا چاہتا ہے۔

(۱) اوّل اُن کے دل میں یروشلیم کے متعلق معمولی خیال نہ ہو۔ بلکہ یروشلیم اتنا وسیع ہونے کو تھا کہ وہ دیواروں میں سما ہی نہیں سکتا۔ اُس کے مضافات ہونگے۔ گاؤں افد حتیٰ کہ قصبے اُس مین جذب ہو جائیں گے۔

(۲) اُس کی تعمیر پہلے کی طرح ایک قلعہ کی سی نہ ہوگی۔ حفاظت کے لئے اس کے اِرد گرد فصیلیں نہ ہونگی۔ کیونکہ خود خداوند اُس کے گرد آتشی دیوار ہوگا۔ (آیت ۵) پھر زکریاہ اُن لوگوں کو یاد کرتا ہے۔ جو ابھی تک بابل میں سکونت پذیر ہیں۔ کہ یروشلیم کو لوٹ آئیں (۶ و ۷) تقریباً دو یا تین سال کے بعد دارا نے بابل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

آیات ۱۰ اور ۱۱ اُس وقت تک پُوری نہ ہُوئیں جب تک یسُوع کے انسانی جسم میں خدا آکر لوگوں کے درمیان سکونت پذیر نہ ہُوا۔ جس کی ہیکل نے پیش از وقت گواہی دی تھی۔

اس رویا میں ہم سب کے لئے ایک عملی پیغام ہے۔ ہم سب وُہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جو یہ نوجوان سردیر کرنے لگا تھا۔ یروشلیم کو پرانی حدود اور پرانے طریقوں کے مطابق تعمیر کرنا۔ کیونکہ جو کچھ ہمارے آبا و اجداد کے لئے جائز تھا۔ ہمارے لئے بھی موزوں و مناسب ہے۔

ہندوستانی کلیسیاء پر یہ بات عین صادق آتی ہے۔ جہاں اسے ماپ کر اس کی حدود قائم کرنا اور اس کی ترقی کی راہیں تیار کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس میں مغرب کی قدیم کلیسیاؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ ہمیں یہ ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ گو ہم قدیم کلیسیاؤں سے مفید سبق لیں۔ لیکن ہندوستانی کلیسیاء کو اپنی ویسی راہوں میں قدم مارنے کے لئے آزاد چھوڑ دیں۔ اور یہ یقین رکھیں کہ خدا اس کے اندر ہے۔ اور وُہ خود اس کے گرد آتشیں دیوار ہے۔ اور اس کے اندر اس کی شوکت (۵)

۲ - چوتھی رویا - ۳:۱-۱۰

اس کا مقصد کاہنوں کی جماعت اور اُن کی کہانت میں لوگوں کے اعتماد کو بحال کرنا تھا۔ وُہ محسُوس کرتے تھے۔ کہ انہوں نے گناہ کیا۔ اور کاہن اُن کے شریک حال تھے۔ تاوقتیکہ کاہن خدا کی نظر میں پسندیدہ اور منظورِ خاطر نہ ہوں۔ ہیکل کی تعمیر سے کیا فائدہ تھا۔

پس یشوع سردار کاہن خداوند کے حضور کھڑا ہے شیطان لوگوں کے بے بنیاد اور غلط خوفوں کا اظہار کرتا ہے۔ کیونکہ عام اعتقاد تباہیاں۔ بُری فصلیں اور افلاس نتیجہ تھا۔ شیطان کی مخالفت کا۔ لیکن اب لوگوں کے کان میں شیطان کی ملامت کی آواز پڑتی ہے۔ اور وُہ دیکھتے ہیں۔ کہ خداوند اپنے لوگوں کو قبول کرتا ہے۔ (آیت ۲) تاہم غور کیجئے۔ گو اسرائیل کو خلاصی مل گئی ہے۔ مگر وُہ ابھی مقدس نہیں کی گئی۔ کیونکہ رویا میں کاہن ابھی میلے کپڑوں میں خدا کے حضور کھڑا دکھایا گیا ہے۔ (آیت ۳) الٰہی قربت کے لئے یہ بات ناموزوں اور نامناسب ہے۔ اس کی وجہ گناہ ہے۔ خاص طور پر ہیکل سے لاپروائی اور یہوواہ کی تمام عبادت میں لاپروائی۔ یہ گناہ دُور کر دیا جاتا ہے۔ مگر یاد رکھیئے۔ یشوع اس گناہ کو دُور نہیں کرتا۔ بلکہ خود خدا اور ایک پتھر (خروج ۲۸: ۳۶) اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ جس پر کندہ ہے۔ "خداوند کے نام مقدس" پھر یہ وعدہ کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کاہنوں کی جماعت جس کی نمائندگی یشوع کرتا ہے۔ خداوند کے احکام پر عمل کریگی تو اُسے خداوند کی جناب میں بار حاصل ہوگا۔ اور خدا انہیں اپنے بندوں کے مقبول نمائندے تصور کریگا۔ (۵-۷) پھر "میرے خادم شاخ" کی آمد کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ یہ فقرہ مسیح کے لئے پہلے پہل یشعیاہ ۴۲ میں پایا جاتا ہے۔ اس مسیح کی آمد کاہنوں کی بحالی اور تابعداری کا نتیجہ ہوگی۔ جس کا ایما (آیت ۷) میں کیا گیا ہے۔

اور جس پتھر کا نویں آیت میں ذکر آیا ہے۔ وُہ مکمل شدہ

ہیکل کی علامت ہے۔

ہیکل خدا کی قدرت اور احتیاط کا کامل مظاہرہ ہے۔ یعنی اس کی سات آنکھیں" اِس پر اُس کا عہد کندہ ہوگا۔ اور اس کی قربانی سے ملک کی ناپاکی دُور ہو جائیگی۔ پھر وُہ امن وفراوانی نازل ہوگی جس کا دسویں آیت میں ذکر ہے۔

کسی زمانہ کے مذہبی پیشواؤں کے کندھے پر کیا ذمہ واری ہے۔ اگر ان کی رہنمائی راست۔ بے غرض۔ خالص اور خدا کی مرضی کے تابع ہو۔ تو اُن لوگوں پر جن کی وُہ خدمت کرتے ہیں بے قیاس برکت نازل ہوگی۔

تیسرا درس

نبی کی رویا

زکریاہ ۴:۱ ـ ۵:۱۱

اس پیرے میں تین رویائیں پائی جاتی ہیں۔ پانچویں۔ چھٹی اور ساتویں۔

۱۔ **سنہری شمعدان**۔ (۴:۱-۱۴)

ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ چوتھی رویا جس میں یشوع سردار کاہن کو زریں تاج پہنایا جاتا ہے۔ اس نکتہ کا انکشاف کرنے کے لئے تھی۔ کہ سردار کاہن کے رُتبہ اور اختیار کی وضاحت کی جائے۔ اس پانچویں رویا میں یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ زرُبابل جو لوگوں کا حاکم ہے اُس کو یقین ہونا چاہئے۔ کہ وُہ بھی خدا کا ممسوح ہے۔ اور اُسے خدا کی طرف سے اختیار حاصل ہے۔ کہ اس کے کام کو مکمل کرے۔ لوگوں کو اپنے مذہبی رہنماء سردار کاہن اور حاکم زرُبابل میں کامل اعتماد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ چوتھی اور پانچویں رویا اسی مطلب کے لئے ہیں۔

شمعدان پر سات شاخیں تھیں۔ جن میں سات چراغ تھے۔ اور ان سے کل کلیسیاء یا خدا کے لوگ مراد ہیں۔ جو دنیا میں شمعدان یا چراغوں کی مانند روشن ہونگے۔ چراغوں میں سنہری تیل نلیوں کے

ذریعے پہنچتا ہے۔ اس میں اشارہ یہ ہے۔ کہ صرف فوق الفطرت رسد ہی خدا کے لوگوں کے نُور کو روشن رکھے گی۔

لیکن شمعدان کے دونوں طرف زیتون کے دو درخت یا شاخیں تھیں۔ (آیات ۳- ۵ و ۱۱- ۱۴) ان سے قوم کے دونو ممسوح حاکم مُراد تھے۔ زرّبابل دنیوی حاکم اور یشوع دینی حاکم۔ شاید یہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ کہ دونوں درختوں سے بادشاہی اور کہانت مراد ہیں۔

ان دونوں شاخوں سے اُن کے موجُودہ نمائندے زرّبابل اور یشوع مراد ہیں۔ ان کے ذریعے یعنی صحیح دینی اور دنیاوی عدالت کے ذریعے خدا اپنے لوگوں کو دنیا میں نُور کی طرح روشن ہونے کا ملکہ عطا کریگا۔

آیات ۶- ۱۰ زرّبابل کے لئے شخصی پیغام معلوم ہوتی ہیں ممکن ہے۔ کہ لوگوں کو ترغیب دلانے اور کام میں مشغول رکھنے کے مشکل معاملہ میں زرّبابل خود بھی تھک کر جی چھوڑ بیٹھا ہو بس اس کو جو یقین دلایا جاتا ہے۔ اس کے یعنی دو چند ہیں۔

۱- خدا کی مرضی تھی۔ کہ جو کام زرّبابل نے شروع کیا ہے۔ وُہ اُسے تمام کرے (آیات ۹- ۱۰) وُہ دن قریب آ رہا تھا جبکہ چوٹی کا پتھر مسرت اور دُعا کے نعروں کے درمیان لایا جائیگا۔ تاکہ اس کام پر خدا کی برکت اور فضل نازل ہو۔ (آیت ۷) اور ساہول ہاتھ میں لے کر زرّبابل اُسے اس کی جگہ سیدھا کریگا۔ (آیت ۱۰)

۲- لیکن اُسے متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ کہ یہ کام خدا کی رُوح کی قوت سے تمام ہوگا۔ (آیت ۶) ایک ہیکل کافی نہ تھی۔

اُس کے صحنوں میں پاک عابدوں کا جمع ہونا لازم تھا۔ تمام منصوبہ ایک روحانی مہم تھا۔ اور اسے ہاتھ میں لینا بھی روحانی وسائل پر منحصر تھا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ اپنے خادموں کے ذریعے خدا کی رُوح اور اس کی قوت کو کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ اُسے مُشکلات مغلوب کر سکتی تھیں۔ اس کا توکل الٰہی قوت پر ہونا چاہئے۔

۲۔ چھٹی اور ساتویں رویائیں۔ (۵ : ۱-۱۱)

ان رویاؤں میں زکریاہ ملک کو گناہ اور شرارت کی آلودگی سے پاک ہوتا دیکھتا ہے۔ پہلے اُسے ایک طومار یعنی کتاب دکھائی دی۔ جس میں ملک کے گناہوں کی تفصیل درج تھی۔ وُہ ملک سے اُڑا جا رہا تھا۔ یعنی لوگوں کا گناہ دُور ہو رہا تھا۔ لیکن یہ اڑتا ہُوا طومار گناہگاروں پر ایک لعنت بھی تھا۔ کیونکہ نبی اسے گنہگار کے گھر داخل ہوتا اور گھر کو برباد کرتا دیکھتا ہے۔ چوری اور جھوٹی قسم کھانا دو گناہ خاص طور پر عام تھے اِن کو دُور کرنا تھا۔

ساتویں رویا میں نبی ایفہ دیکھتا ہے۔ جو یہودیوں میں استعمال کا سب سے بڑا برتن تھا۔ اس میں سات گیلن سے زیادہ کی گنجائش تھی۔

سیسہ کا سرپوش اُٹھتا ہے۔ اور نبی اُس کے اندر ایک عورت کو دیکھتا ہے۔ یہ شرارت تھی۔ کیونکہ وُہ آزمائش کی قوت کی شبیہ ظاہر کرتی تھی۔ اُسے ایفہ میں دبا دیا جاتا ہے۔ دو نسوانی شبیہیں جو مضبوط بازو رکھتی تھیں اس ایفہ کو ہوا میں اڑا لے گئیں۔ اور اُسے سنعار کے ملک میں پہنچا دیا جو شرارت

کا گھر ہے۔

یہ رویا پہلی کا ضمیمہ یا تتمّہ ہے۔ یہ سبق سکھاتی ہے کہ لعنت کا دُور ہو جانا کافی نہیں۔ بلکہ گناہ کا اصول۔ آزمائش کی قوّت کو ڈھانپ کر دُور کر دیا جائے۔

ہم یہ سیکھتے ہیں۔ کہ گناہ نہ صرف بدی ہی ہے۔ بلکہ ایک قوّت بھی۔ صرف معافی ہی کافی نہیں۔ بلکہ اِس کے ساتھ ہی دل میں سے گناہ کی محبّت اور کشش کا بھی صفایا ہونا چاہیئے۔ اور یہ صرف خدا ہی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ رویا میں بتایا گیا ہے اور خدا کِس طرح اپنی رُوح کے ذریعے اِسے انجام دیتا ہے؟ پولوس رسول نے رومیوں ۸ میں ہمیں بتا دیا ہے +

چوتھا درس

نبی کی رویا (مسلسل)

زکریاہ ۶: ۱- ۱۵ -

اس پیرے میں چار جنگی رتھوں کی آٹھویں رویا درج ہے۔ (آیت ۱- ۸) پھر یشوع کی تاجپوشی کا بیان ہے۔ (آیات ۹: ۱۵)

۱- جنگی رتھوں کی رویا۔ (آیات ۱- ۸)

اس رویا کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ یقین دلایا جائے۔ کہ جو امن اور نظام اسرائیل میں از سرِ نو قائم ہؤا- اُسے- وُہ قومیں تہ وبالا نہ کریں گی۔ جنہوں نے پہلے خدا کے لوگوں کی مخالفت کی۔

چار جنگی رتھیں جو قُوّت کا نشان ہیں، دو کانسی کی پہاڑیوں کے درمیان سے آتی ہیں۔ اس کا مطلب نا قابل رسائی مقام ہے۔ جو خاص خدا کا مسکن ہے۔ اِن رتھوں کو روئے زمین کا خداوند بربادی کے پیغام کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ جو گھوڑے اُن میں جُتے ہیں وُہ مختلف رنگوں کے ہیں۔ سرنگ۔ مشکی نقرہ اور ابلق (۱- ۴)

پھر فرشتہ وضاحت کرتا ہے۔ کہ یہ چار آسمانی ہوائیں ہیں جو زمین کے مختلف حصص میں روانہ کی جائیں گی۔ نبی کو یہ نہیں

بتایا جاتا کہ اُن کا کام کیا ہے ۔ بالفاظ دیگر ان ارضی (دنیاوی) قوتوں پر کیا کیا سیاسی اور فوجی مصائب نازل ہونے والے ہیں۔ مگر مشکی گھوڑے شمالی طرف جاتے ہیں۔ ان کا کام یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا کے غضب کو ایرانی سلطنت پر نازل کریں۔ جو زمین کی طاقتوں کا مرکز تھی۔ (۶ و ۸)

فی الحقیقت مشکی اور نقرے گھوڑے شمال کی طرف گئے ۔ تاکہ بابل کو دوچند سزا ملے ۔ سرنگ گھوڑے جنوب کی طرف جاتے ہیں تاکہ مصر میں خدا کی طرف سے تعذیر لگائی جائے ۔ مشرق کا کوئی ذکر نہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ اس طرف سے اسرائیل کو کبھی دھمکی نہیں دی گئی ۔ چوتھی رتھ کے گھوڑوں کو یہ حکم دیا جاتا ہے ۔ کہ تم دنیا کی سیر کرو ۔ (۷) بعض مترجمین چھٹی آیت میں " اُن کے پیچھے " کی بجائے مغرب پڑھتے ہیں ۔ اگر یہ قرأت صحیح ہو تو اس سے یورپ یعنی فرنگستان کی نئی طاقتوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے ۔ جو محض پچیس سال میں فارس پر غالب آ گئیں ۔

پس ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ اس رویا سے اُن لوگوں کو جو یروشلیم کی اور قوم کی از سرِ نو تعمیر میں مشغول تھے ۔ اطمینان ہوتا تھا ۔ کہ اُن کا کام فضول نہیں ۔ اور یہ کہ خدا دوبارہ تباہی اور بربادی کے عناصر میں اپنے لوگوں کو تباہ کرنے نہ دیگا ۔

۲۔ یشوع کی تاجپوشی :۔ (۹ - ۱۵)

جو واقعہ یہاں درج ہے ۔ اس سے ان لوگوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے ہونگے ۔ جن کے دل اسرائیل کے مفاد سے پُر تھے ۔ یہ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ تین آدمیوں کا ایک وفد جس کے پاس

نذرانہ بھی تھا ہیکل کی تعمیر میں مدد دینے کے لئے یروشلیم میں آیا۔ اور ایک شخص یوسیاہ نامی (۱۰) کے ہاں فروکش ہؤا۔ زکریاہ کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ وہ ان کے تحفوں میں سے اتنا سونا۔ چاندی چُن لے۔ جس سے تاج بن سکیں۔ جو یشوع سردار کاہن کے سر پر پہنا کر ہیکل میں پاک یادگار کے طور پر رکھے جائیں۔ (۱۱و۱۴) اور یہ ایک وعدہ بھی ہونگے۔ کہ وُہ جو دُور ہیں خدا کی ہیکل میں آئیں گے۔ اور انہیں تمام مراعات دی جائیں گی۔ (۱۵) تاج صرف سردار کاہن کے سر پر رکھے گئے۔ زرّبابل حاکم کے سر پر نہیں۔ ذکریاہ یہ بتانا چاہتا ہے۔ کہ بادشاہی اس دنیا کی نہ ہوگی۔ بلکہ ایسی ہوگی جس میں روحانی باتیں مقدم ہونگی۔

پھر بارھویں اور تیرھویں آیت میں شاخ کی طرف اشارہ ہے یہ مسیح کا مستند خطاب ہے۔ اس سے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جب یشوع تاج پہنے کھڑا تھا۔ تو وُہ ہمیں دکھاتا ہے۔ کہ مسیح کیسا ہوگا۔ یہ شاخ ہیکل کو تعمیر کریگا۔ لیکن ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ کہ زرّبابل اُسے تکمیل کریگا۔ (۴: ۹) پس اس کا یہ مطلب ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی شوکت یا جلال ایسا بھی ہے جسے صرف مسیح کاہن ہی دے سکتا ہے۔ شاخ بادشاہ اور کاہن دونوں ہوگا۔ دونوں میں کسی قسم کی ضد نہ ہوگی۔ (۱۳) بیشک یہ سب کچھ ہمارے خداوند میں پورا ہوگیا۔ جو اپنے لوگوں کا بادشاہ اور کاہن ہے۔ یہ بڑی دلچسپ بات ہے۔ کہ عبرانیوں کے مصنف نے اس خیال کو نہایت خوبی کے ساتھ نبھایا ہے +

پانچواں درس

روزہ کے ایام کا فیصلہ

زکریاہ ۱:۷ — ۲۳:۸

جب یہودیوں نے ہیکل کی از سرِ نو تعمیر کو تمام کیا۔ تو زکریاہ نے خیال کیا۔ کہ اُن کی پھر وہی حالت ہو جائیگی جو اسیری سے پہلے تھی۔ وُہ چاہتا تھا۔ کہ وُہ روزے اور ماتم ختم کر دئے جائیں۔ جو اسیری کی وجہ سے لازم ہو گئے تھے۔ اور ہمہ تن کوشش بن کر اپنی شہری اور مذہبی زندگی تعمیر کریں۔

روزوں کا تمام سوال اس وقت پیش کیا گیا۔ جبکہ یروشلیم میں زکریاہ کی رویا کے دو سال بعد ایک وفد وارد ہوا۔ انہوں نے اسیری کے روزوں کے رکھنے کے جواز کا سوال اٹھایا۔ بالخصوص پانچویں مہینے کے روزوں کا مسئلہ جو نبوکدنضر کے ہاتھوں یروشلیم اور ہیکل کی تباہی کی یادگار تھا۔ یرمیاہ ۵۲: ۱۲-۱۴ فطرتاً صاحبِ فہم لوگوں کو یہ بات سُوجھی۔ کہ اب ایسے روزے بالکل بے محل تھے۔ جبکہ شہر اور ہیکل آہستہ آہستہ بحال ہو رہے تھے۔ (۱-۳) لیکن چونکہ وُہ خود انہیں بند نہیں کر سکتے لہٰذا اُنہوں نے کاہنوں کے ذریعے خدا یہوواہ سے استخارہ کرنا چاہا۔

اس کا جواب زکریاہ بیان کرتا ہے۔ جو لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچاتا ہے۔ یہ جواب تمام لوگوں کے نام ہے۔ اس کی حسب ذیل تقسیم ہو سکتی ہے۔

۱۔ اطاعت روزے سے بہتر ہے :۔ (۴-۷)

پانچویں اور چھٹی آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ لوگوں کے روزے رکھنے یا کھانے پینے سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح خدا کی عبادت نہیں ہوتی۔ انہیں اس ستر سالہ مصیبت کے سبب کی کھوج لگانی چاہیئے۔ انہیں انبیائے پیشین کے الفاظ کو یاد رکھنا اور ماننا چاہیئے۔ جنہوں نے ان تباہیوں کی پیشین گوئی کی تھی۔ جو وقوع میں آئیں۔

۲:۔ اُن کی تمام پچھلی مصیبت کی جڑ اُن کی سرکشی یعنی برگشتگی تھی۔ ۸-۱۴۔

اُن کی سزا کے باعث ظلم، ناانصافی اور جبر تھے۔ اب ایسی باتوں کو قطعاً ترک کر دینا چاہیئے۔ اُن کے اِسی طرزِ عمل کے باعث خدا نے اُن کی پکار کی طرف سے اپنے کان بند کر لئے تھے۔ (۱۳) ان باتوں سے باز رہنا یقیناً رسمی روزے رکھنے سے بدرجہا بہتر ہے۔

۳۔ یہوواہ کی غیر مبدل مرضی اسرائیل کو برکت دینا ہے (۸:۱-۱۷)

خدا یروشلیم میں واپس آکر سکونت کریگا۔ اور وُہ شہر راستی کا مرکز (شہر صدق) بن جائیگا۔ مرد و زن بڑی عمریں پائیں گے۔ یعنی امن پلیں بوڑھے ہونگے (آیت ۴) شہر کے گلی کوچے کھیلنے والے بچوں سے معمور ہونگے۔ (آیت ۵) پھر برکت کے مزید وعدوں کے ساتھ یہوواہ اپنے وعدوں کا اعلان کرتا ہے۔ جو وُہ اپنے بحال

شدہ لوگوں پر واجب العمل سمجھتا ہے (۱۶ و ۱۷)

۴۔ روزوں کو اب خوشی و خرمی اور شادمانی کی عید میں بتدل کر دیا جائیگا۔ (۸: ۱۸-۲۳)

یہاں ہمارے لئے قابل غور اور قیمتی بات وُہ عجیب کشش ہے جو اسرائیل میں دنیا کی دیگر قوموں کے لئے ہے۔ جہاں تک مغرب کا تعلق ہے۔ یہ پیشین گوئی بڑی کثرت سے پُوری ہو چکی ہے۔ خدا ہے جو یہودیوں کی تاریخ اور بالتخصیص یسوع مسیح میں ظاہر ہوا۔ جس کی دنیائے مسیحیت عبادت اور تمجید کرتی ہے۔ آیئے ہم تیئسویں آیت کے یہ الفاظ "ہم نے سُنا ہے کہ خدا تمہارے ساتھ ہے" اپنے لئے چُن لیں۔ جب اہل ہند مسیحیوں کے تعلق یہ الفاظ کہنے لگ جائیں۔ تب ان کے دل میں یسوع کی کشش پیدا ہوگی۔ اور وُہ اس کے گرد جمع ہونگے۔ ہماری زندگی میں حقیقت اور کشش کا نہ ہونا ہی اس ملک میں انجیل کی منادی میں زبردست رکاوٹ ہے ٭

چھٹا درس

عام تباہی میں اسرائیل کا تحفظ

ابواب ۹ و ۱۰۔

کتاب کے اس حصّہ کا مفصّل مطالعہ کرنے سے پیشتر یہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم اس بات پر غور کریں۔ کہ نویں باب کے بعد ایک بالکل نئی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اسرائیل ایک بالکل نئے تاریخی ماحول میں ہے۔ الفاظ میں نئی ذہنیت کی خوشبو ہے ہیکل یا فارسی عہد کا کوئی تذکرہ نہیں۔ جن کے زیرِ اثر ابتدائی آٹھ باب تحریر کئے گئے ہیں۔ ان میں اتنا بڑا فرق ہے۔ کہ بہت سے علماء کا خیال ہے۔ کہ ابواب ۹-۱۴ تک کسی اور مصنف نے کسی اور وقت تحریر کئے ہیں۔

لیکن ہمیں تو متن کے پیغام سے دلچسپی ہے۔ اور اب اُسی کی طرف رجوع کرینگے۔

اس حصہ کو چار پیروں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ۹ : ۱ - ۸

۲۔ ۹ : ۹ - ۱۵

۳۔ ۹ : ۱۶ - ۱۰ : ۷

۴۔ ۱۰ : ۸ - ۱۲

۱۔ (۹ : ۱ - ۸) اس پیرے میں اُس جنگ کی رفتار کا حال

درج ہے۔ جو صور کے شمال سے جنوب کی طرف دمشق کو پھر وہاں سے فونیسیا کے ساحل کے ساتھ ساتھ فلستیوں کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ یہ تمام ملک تاخت و تاراج کر دئے جائیں گے۔ مگر یہوواہ خود اپنے گھر کے چار طرف خیمہ زن ہوگا۔ تاکہ اِسے محفوظ رکھے۔

پانچویں اور چھٹی آیت میں فلستیوں کے چوتھے بڑے شہر پر صور کے دھاوے کے اثرات کا ذکر ہے۔ ساتویں آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ فلستی کس طرح اپنی بت پرستی اور قربانی کا خون کھانے کے باعث اپنی سزا اپنے منہ میں بھگتیں گے۔ اُن میں سے کچھ آخرکار خدا کے لوگوں سے ملائے جائیں گے۔ یروشلیم کی حفاظت کا وعدہ اُس وقت پُورا ہوگیا۔ جبکہ یونانیوں نے سکندر اعظم کے دَوران حکومت میں نہ صرف شہر کو تباہ ہونے سے بچا دیا۔ بلکہ سردار کاہن کو اعزاز بخشا۔ یہودیوں کو خراج سے معافی دی۔ اور انہیں اپنی ہی شریعت کے بموجب زندگی بسر کرنے کی اجازت دیدی۔

۲۔ ۹: ۹-۱۵۔ اُس خوبصورت منظر کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ جو چاروں انجیل نویس رسولوں نے ہمارے خداوند کے یروشلیم میں داخل ہونے پر استعمال کیا ہے۔ (متی ۲۱: ۱-۱۰ و مرقس ۱۱: ۱-۱۰ و لوقا ۱۹: ۴۰ و یوحنا ۱۲: ۱۲-۱۵) مسیح کی اُن خصوصیات کو غور سے دیکھو۔ جو یسوع میں پوری ہوئی تھیں۔ وہ نجات لاتا ہے۔ فروتن ہے۔ حلیم ہے۔ جنگ کے ہتھیار اور رتھیں کاٹ دی جاتی ہیں۔ (۱۰) اور یہ امن (صلح) کی خصوصیات کے عین حسب حال ہے۔ کیونکہ آئندہ اُن کی ضرورت ہی نہ پڑیگی۔

اسرائیل کے ستم رسیدہ اور پست حوصلہ لوگ امید کے اسیر ہیں۔ کیونکہ انہیں خدا کے ساتھ عہد میں امید کی جھلک دکھائی دیتی ہے: پس انہیں خدا میں پناہ گزین ہونے کی دعوت ہے۔ (۱۱ و ۱۲)
بعد ازاں یہوداہ کو "کمان" اور افرائیم کو "تیر" کہا گیا ہے۔ وہ یونان کو شکست دینے کے لئے ہیں۔ یا جیسا کہ سیپٹواجنٹ میں لکھا ہے۔ وہ یا دن کے فرزند ہیں۔ غالباً اس کا اشارہ سکندر اور یونانیوں کی لڑائیوں کے بعد کی کسی تاریخ کی طرف ہے۔
(آیت ۱۳) خداوند خدا آسمان میں اُن کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ (۱۴) اور لوگ اپنے دشمنوں کو ببر کی طرح نگل لینگے (۱۵)۔
۳۔ ۹: ۱۶ و ۱۰: ۷۔ اس حصّہ میں اسرائیل کی فارغ البالی کا بیان شروع ہوتا ہے۔ خداوند ربّ الافواج اپنے گلے کی حمایت کریگا۔ اور اُسے شاہانہ شان و شوکت عطا کریگا۔ اُس کی نیکی تمام مصیبت کو دُور کریگی۔ (۱۶ و ۱۷) جھوٹے بت اور غیب بین فضول ہیں۔ صرف خدا ہی تازگی بخش بارش برسانے والا ہے۔ (۱ و ۲) تیسری آیت میں چرواہوں سے غیر ملکی جابرین مراد ہیں۔ اس پیرے میں یہ پیشین گوئی ہے۔ کہ خداوند اپنے بے مالکے ریوڑ یعنی یہودیوں کو جنگی گھوڑوں سے بدل دیگا۔ خداوند اپنے اسیروں کو واپس لائیگا۔ (۶ و ۷)
۴۔ ۱۰: ۸ - ۱۲۔ میں "اُن کو سیٹی بجا کر فراہم کروں گا" کا مطلب اُن کو بلاؤنگا ہے یعنی یہوداہ اور اسرائیل دونوں کو۔ (۹ - ۱۲) آیات کا اشارہ اتنا زیادہ یہودیوں کی خاص بحالی کی طرف نہیں جتنا خدا کے لوگوں کی از سر نو عام فراہمی اور تنظیم کی طرف ہے۔ وہ دُور دُور کے ملکوں میں قائم رہیں گے (۹)

یہ بات کتنی سچ ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ یہودی کرہ ارض کے ہر ملک میں سکونت پذیر رہا ہے۔ کیا یہ وعدہ آج صیہونی تحریک میں پورا نہیں ہو رہا؟ اور اس ایذا میں جو آج یہودیوں کا بخرہ ہے؟

ساتواں درس

اچھے چرواہے سے انکار

زکریاہ گیاراں باب۔

اس باب میں وہی پیشین گوئی جاری ہے۔ جو پچھلے دو بابوں سے شروع ہوئی تھی۔ لیکن اُس کی نوعیّت بدل گئی ہے۔ اب یہوداہ اور اسرائیل کو دھمکی دی جارہی ہے۔

آیات ۱ - ۳ میں ایک زبردست طوفان کا ذکر آیا ہے۔ جو شمال سے اٹھ کر لبنان کے طبقے کو تحس نحس کر دیگا۔ ہلاکت اور بربادی اُس کی ہم رکاب ہوگی۔ یہ اس پیرے کی سب سے قدرتی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔ بعض علماء لبنان سے ہیکل مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں بہت لکڑی بلوط کی لگی ہوئی تھی۔ تب اِن آیات میں ہیکل کی آئندہ تباہی کی پیشین گوئی درج ہے۔ جو ۷۰ء میں پوری ہوئی۔ جبکہ طیطس نے یروشلیم اور ہیکل کی اینٹ سے

اینٹ بجادی۔

آیات ۴-۶ میں ایک نبی کو خطاب ہے۔ اُسے حکم دیا جاتا ہے۔ کہ وُہ خدا کی بھیڑوں کی گلہ بانی کرے۔ جو موت اور ذبح کرنے کے لئے پالی جاتی ہیں۔ (یروشلیم کے محاصرہ میں رومیوں نے طیطس کے ماتحت ...... اسے زیادہ لوگوں کو قتل کیا) وُہ لوگ جن کے ذمے گلہ کی نگہبانی تھی۔ انہوں نے اس کام میں کوتاہی کی۔ اور اپنے شخصی نفع کے لئے اپنے رُتبہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ تاہم وُہ "تقدیس کے ساتھ خداوند کا نام لیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ خدا کا رحم اب اُن کے شامل حال نہ تھا۔ خدا کے لوگوں نے خدا کی حفاظت پر اعتماد نہ کیا۔ اور وُہ ایسے چرواہوں کے پنجوں میں پھنس گئے۔ جنہوں نے اُن پر رحم نہ کھایا۔ لوگوں نے اپنے آپ کو خدا کے ہاتھوں میں خوشحال تصوّر نہ کیا۔ لہٰذا وُہ انسانی حاکموں کے جبر و تشدد کا شکار ہو گئے۔ یہودیوں نے ہیرودیس اور اہلِ روم کے زمانہ میں زکریاہ کی اس تنبیہ اور فہمائش کو یاد کیا ہوگا۔ یہ عقل کی بات ہے۔ کہ ہم الٰہی محبت پر توکل اور اعتماد رکھیں۔

اس کے بعد (۷-۱۴) آیات میں یہ بیان درج ہے کہ نبی نے "گلے کو چرانے کا،، حکم ملنے کے بعد کیا کیا۔ (ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ایک رویا کا سا عمل ہے اور پُر از استعارہ ہے) اُس نے مسکین بھیڑوں کو چرایا۔ اور ایسا کرنے کے لئے اُس نے دو عصا لئے۔ ایک عصا کا نام حُسن یعنی فضل اور دوسرے کا نام اتحاد تھا۔ ایک کا کام گلہ کی حفاظت اور دوسری کا گلہ کو اکٹھا رکھنا تھا۔ تاکہ وُہ بکھر نہ جائیں۔ تین چرواہوں یعنی بادشاہ کاہن اور نبی کا سُرعت کے ساتھ صفایا کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کے دِل میں ایمان کی

کمی تھی (آیت ۸)

مگر افسوس کہ گلہ شوخ چشم اور سرکش تھا۔ پس گلہ بان (زکریاہ) نے محسوس کیا۔ کہ ایسی برگشتہ جماعت کی حفاظت کی ذمہ واری اُٹھانا اُس کی بساط سے باہر ہے۔ پس اُس نے اپنے عصا فضل کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور گلہ کو ترک کر دیا۔ اس کا عہد منسُوخ ہو گیا۔ اور گلہ نے دیکھا کہ اس میں خدا کا ہاتھ ہے (۹-۱۱)

تب گلہ بان زکریاہ اپنی اجرت کا مطالبہ پیش کرتا ہے۔ اُسے چاندی کے تین سکے دئے جاتے ہیں۔ جو ایک زخمی غلام کی قیمت تھے (خروج ۲۱: ۳۲) یہ ایک توہین تھی۔ اور خدا نے اس کو حکم دیا۔ کہ روپیہ کو کمہار کے سامنے پھینک دے۔ دوسرے لفظوں میں اس سے یہ کہنا مقصُود تھا۔ کہ ان کو فضلہ کے ڈھیر پر پھینک دو۔ اُس قوم نے چرواہے کی نگہبانی کا یہ عوض دیا۔ اور اُس کی محنت کی یہ قدر کی۔ چنانچہ اُس نے اپنا دُوسرا عصا اتحاد بھی توڑ ڈالا جس کا مقصد یہوداہ اور اسرائیل کے رشتۂ اُخوّت کو منقطع کرنا تھا۔ (۱۲-۱۴)

اس منظر کو مکمل کرنے کے لئے ہمیں باب ۱۳ کی ساتویں آیت بھی اس کے ساتھ ملا دینی چاہیئے۔ جہاں چرواہے کو تلوار کی ضرب لگائی جاتی ہے۔ اور بھیڑوں کو پراگندہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ قوم کی المناک داستان تمام ہو جائیگی۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ یہ کس خُوبی کے ساتھ پُوری ہُوئی۔ اور ہمارے خداوند نے اس عبارت کا اطلاق کس طرح اپنے آپ پر کیا (متی ۲۶/۳۱)

آیات (۱۵-۱۷) میں ایک نابکار چرواہے کا ذکر ہے۔ جو گلہ کا چوپان ہوگا۔ یہ اس لئے ہے۔ کہ گلہ نے ایک اچھے چرواہے سے انکار

کر دیا۔ جب اچھے چرواہے یسُوع سے انکار کر دیا گیا اور یہ لفظ کہے گئے۔ "ہمارا کوئی بادشاہ نہیں مگر قیصر"۔ تو یہودیوں نے نابکار یا نادان چرواہا چُن لیا۔ جس نے اُن کے ساتھ وُہ سلوک کیا جو آیات (۱۶ و ۱۷) میں درج ہے۔

اِس پیرے کے متعلق دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔

۱۔ کس طرح یہ تعلیم یسوع مسیح اچھے چرواہے میں پوری ہوتی ہے۔

۲۔ خدا کی اپنی بھیڑیں گو وُہ بے کس اور آزردہ ہیں مگر ضدی اور نابکار ہیں۔ اور اُن کی ضد نہ صرف خدا کی مرضی کو بے کار ثابت کر رہی ہے۔ بلکہ ایک ایسے آدمی کی مَوت کا مُوجب ہوتی ہے۔ جو یہودیوں کے ساتھ نیکی کر سکتا تھا۔ یہ یہودیوں کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ اور اپنی حماقت کا خمیازہ وُہ آج بھگت رہے ہیں +

آٹھواں درس

اسرائیل کی آخری ظفرمندی

زکریاہ ۱۲: ۱ - ۱۳: ۶ -

یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ ۱۲: ۱ سے کتاب کے اختتام تک ایک ہی عہد کا بیان ہے۔ یہ واقعات کا متواتر بیان نہیں۔ بلکہ نبی اس ایک ہی منظر کو دو مختلف زاویہ ہائے نظر سے پیش کرتا ہے۔ پہلی رائے ۱۲: ۱ - ۱۳: ۶ میں درج ہے۔ اور دوسری ۱۳: ۷ - ۱۴: ۲۱ میں تحریر ہے۔ ہم اُسے اگلے حصے میں پڑھیں گے۔

پہلا پیرا ۱۲: ۱ - ۱۳: ۶ یوں تقسیم ہو سکتا ہے۔

۱۔ یروشلیم کا محاصرہ اور بحالی (۱ - ۹)

۲۔ قومی ماتم (۱۰ - ۱۴)

۳۔ قوم کا تزکیہ (۱۳: ۱ - ۶)

۱۔ ان پہلی ۹ آیتوں میں زکریاہ ایک وقت کا ذکر کرتا ہے۔ جو یروشلیم کے لئے بہت ہی نازک اور خطرناک ہوگا۔ مگر وُہ یہوواہ کی مداخلت کے باعث نُصرت میں مبدّل ہو جائیگا۔ اُس قوم کے لئے جو اُس پر حملہ کرنے کی کوشش کریگی۔ یروشلیم "لڑکھڑاہٹ کا پیالہ" بن جائیگا اور ایک "بھاری پتھر" ہوگا۔ (۲ و ۳) اس کا

مطلب یہ ہے کہ اُس پر حملے حملہ آوروں کے لئے نقصان اور ایذا کا مُوجب ہونگے۔

اس تمام پیرے میں کتاب کے اختتام تک یہ فقرہ "اُس روز" بار بار استعمال کیا گیا ہے۔ گنو۔ یہ کتنی دفعہ مستعمل ہے۔ غالباً اس کا اشارہ اس بات کی طرف ہے جسے نبی "خداوند کا دن" کہتا ہے۔ (۱۴: ۱) جس کا مطالعہ ہم اُس وقت کرینگے جبکہ ہم اُس بات پر پہنچیں گے۔

کوئی تحریری تاریخی شہادت موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ یروشلیم عین ان ہی حالات میں سے گزرا۔ نبی جس بات پر زور دینے کی کوشش کر رہا ہے وُہ یہ ہے۔ کہ خدا کے لوگوں کو مٹانے کی تمام کوششیں باطل ثابت ہونگی۔

ہمیں اس بات سے اس زمانہ میں جرأت سیکھنی چاہئے۔ جبکہ جرمنی۔ چین۔ کوریا وغیرہ ملکوں میں خدا کے لوگوں کو ہر طرح کی ایذا اور مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں بھی ہم سخت آزار دہی سے واقف ہیں۔ لیکن ہمیں کامل یقین ہونا چاہئے۔ کہ اگر ہر قوم کے خدا کے سچے لوگ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہیں۔ تو یہ حملے نہ صرف بے کار ثابت ہونگے۔ بلکہ حملہ آوروں کے لئے باعث نقصان ثابت ہونگے۔ اُن کی جڑوں کو کھوکھلا اور انہیں کمزور کر دیں گے۔

۲:۔ اس کا ایک نتیجہ قومی ماتم ہے۔ (۱۰-۱۴)۔ توبہ کی رُوح کا اظہار کیا جائیگا۔ اور لوگ اُس نیک (اچھے) چرواہے کا نوحہ کریں گے۔ جس کو انہوں نے قتل کر دیا۔ اس قومی نوحہ اور توبہ کا اثر ہر ایک گھر پر ہوگا۔ یہ ماتم اتنا دردناک ہوگا۔

جیسا کہ اچھے بادشاہ یوسیاہ کی موت پر مجدون میں کیا گیا۔ (۱۱)
اور یہ قومی اضطراب اس رویا کے بعد ہوگا۔ جبکہ انہیں پتہ لگیگا۔
کہ اُن کے گناہ اور بغاوت نے یہوواہ کو چھیدا۔ وُہ جس نے اُن
سے محبت کی۔ اُن کی رہنمائی کی۔ اُن کی حفاظت کی وُہ اُسے مجروح
اور گھائل کر رہے تھے۔ اس انکشاف نے قوم کے دِل گھائل کر
دیئے۔

یسوع مسیح کی پُر محبت موت میں ہمیں گناہ کی نجاست
کا پتہ چلتا ہے۔ ہمارے گناہوں نے اس کو گھائل کیا۔ اور اُسے
مار ڈالا۔ اُس کی رویا۔ جس کو ہم نے چھیدا ہماری توبہ اور
تازگی کا واحد ذریعہ ہے۔

۲۔ یہ توبہ اور غم بذاتہٖ کافی نہ تھا۔ اس کے بعد قومی تزکیہ
کی ضرورت تھی۔

پس تیرھویں باب کی ابتدائی چھ آئتوں میں ایک سوتے
کے پھوٹنے کا بیان ہے۔ جو تزکیہ و طہارت کے لئے کام دیگا۔
اور "پلید و ناپاک رُوح" (۲) یعنی وُہ باطنی ذہنیت جو لوگوں
کو گناہ کی ترغیب دلاتی ہے۔ اُسے مُلک سے دھو ڈالے گا۔
بُت پرستی اور جھوٹی نبوّت ملک سے معدوم ہو جائیگی۔ اور
راستی کے لئے جوش کی ایسی ذہنیت پیدا ہو جائے گی۔ کہ
والدین اپنے بچّوں کو جھوٹی نبوّت کے جُرم میں قتل کرنے سے
دریغ نہ کرینگے۔ (۳) ایسے نبی خود ملک کی طرف مراجعت
کرینگے۔ اور خود اپنی پرانی پُر فریب زندگی کی نمایاں علامتوں
کا اظہار کرینگے (۴-۶)

پس ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب خدا اپنے بندوں میں تازگی

پیدا کرتا ہے۔ تو اُن میں توبہ کی رُوح۔ تزکیہ و طہارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ جب خدا کی رُوح اُمنڈ پڑتی ہے تو لوگوں کو خدا کے بیٹے کے گناہ کے جرم میں چھیدے جانے کی حقیقت کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔ وُہ معافی اور صفائے باطن کے لئے تڑپتے ہیں۔ اور بے پروائی سے اپنی بُری عادتوں کو ترک کر دیتے ہیں۔ ہر حقیقی بیداری کا یہی مطلب ہونا چاہئے +

نواں درس

خُداوند کا دِن

زکریاہ ۱۳: ۷ - ۱۴: ۲۱

اِس پیرے سے ہمیں اسرائیل کی آخری نصرت کا ایک اور نظریہ معلُوم ہوتا ہے۔ یہ کسی ایک منظر کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد بعض اصولوں کے عمل کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اور یہ بات نقش کرنا ہے۔ کہ خدا کے لوگ ظفریاب ہونگے۔ لیکن انہیں ایک بڑی مصیبت میں سے گزرنا ہوگا۔ اور پایان کار اُس کی ذاتی مدد اور خروج سے اُن کو نجات نصیب ہوگی۔ اس میں ہمیں دکھایا گیا ہے۔ کہ خداوند کا دن تاریکی سے شروع ہوتا ہے۔ مگر اس کا اختتام شام کے اُجالے میں ہوتا ہے (۱۴: ۷)

یروشلیم پر بہت سی بلائیں آتی ہیں۔ مگر آخر میں اُسے عبادت اور رسوخ کا مرکزی مقام نصیب ہوتا ہے۔

(۱) (۷-۹) اِن آیات میں اچھے چرواہے کی موت اور آخری انکار کا نتیجہ درج ہے۔ (دیکھو درس ۷) گلّے کے بکھرنے کے بعد جو "مقابلتاً ایک چھوٹی سی تعداد ہے۔ جو یہاں ایک تہائی دی گئی ہے بچائی جائیگی۔ یاد رکھو۔ کہ چرواہے کا بھیڑوں کی خاطر قتل کئے جانے کا خیال (گو وُہ وفادار ہے اور اپنا فرض انجام دیتا ہے) پہلے ہی اسرائیل میں یشعیاہ ۵۳ باب میں موجود ہے۔

(۲) چودھویں باب ۱-۷ میں "خداوند کے دن" کا بیان ہے۔ جس کا مطلب (ایک خاص دن اُس سے متعلق ہے۔ جبکہ اُس کی تجویز کو پورا ہونے کا موقع ملتا ہے)

یہاں اُس دن کی پہلی علامت یہ ہے۔ کہ یروشلیم پر ایک ہلاکت نازل ہوتی ہے۔ دشمن شہر کو تباہ کر دیتے ہیں (۱ و ۲) تب خداوند خروج کرتا ہے۔ کہ اپنے مخلص بندوں کو نجات دے۔

(۳) ایک زلزلہ کوہ زیتون کو پھاڑ ڈالیگا۔ لوگ خوف کے مارے زلزلے کے منظر سے اِس طرح بھاگیں گے جس طرح وُہ عزیاہ کے دنوں میں بھاگے تھے۔ (۴ و ۵) اس روز تاریکی ہوگی۔ جب مصیبت کی حد ہو جاتی ہے۔ اور تاریکی غالب آ جاتی ہے۔ تو حالات سُدھر جاتے ہیں اور "شام کے وقت اُجالا ہوگا" (آیات ۶ و ۷)

(۴) آیات (۸-۲۱) میں اُن برکتوں کا حال درج ہے۔ "جو خداوند کا یہ دن" خدا کے لوگوں کے لئے لائیگا۔ پہلی یہ ہے۔ کہ خدا کے مسکن یروشلیم سے آبِ حیات بہ نکلے گا (دیکھئے یوایل ۳: ۱۸۔ مکاشفہ ۲۲: ۱۔ یوحنا ۷: ۳۷-۳۹)

آبِ حیات نصفا نصفی بحرِ مشرق اور بحرِ مغرب یعنی بحرِ اسود اور بحیرہ روم کو بہ جائیگا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تمام ملک مشرق و مغرب تک سیراب کیا جائیگا۔ یہ الٰہی برکت کا استعارہ ہے جس کے بغیر بنی نوع انسان زندہ نہیں رہ سکتے۔ پایانِ کار خداوند ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ تمام قوموں میں اُس کا نام ہوگا۔ تمام ملک کو میدان کی مانند کردیا جائیگا۔ تاکہ یروشلیم بلند مقام ہو (۹ و ۱۰)

آیات ۱۲ - ۱۵ میں اُن لوگوں کی سزاؤں کا حال لکھا ہے۔ جو خدا کے شہر پر حملہ آور ہوئے۔ اور اب اُس کے بادشاہ کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔ ہل چل اور پلیگ آدمیوں اور جانوروں پر حملہ کریگی۔ یہ اُس ظلم کی سزا ہے۔ جو دوسری آیت میں بیان کی گئی ہے۔

(۴)۔ آیات ۱۶ - ۱۹ میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ یروشلیم کیونکر بلند مقام ہوگا۔ نہ صرف جغرافیائی طور پر جیسا کہ دسویں آیت میں درج ہے۔ بلکہ وُہ عبادت کا مرکز ہوگا۔ حتیٰ کہ باقی ماندہ دشمنوں کے لئے بھی وُہ سجدہ کا مقام ہوگا۔ عیدِ خیام بالتخصیص فصل کے شکرانے کی عید تھی۔ اور اسے بھلا دینے کی موزوں سزا امساکِ باراں تھا۔ جس سے فصل پیدا نہیں ہوتی۔ مصر کے لئے خاص طور پر پلیگ کی سزا ہے۔ کیونکہ وُہ فراوانی کے لئے بارش کی محتاج نہ تھا۔ بلکہ نیل کی طغیانی پر اُس کی شادابی کا انحصار تھا۔

(۵) آخری دو آیتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ کس طرح آخرکار خدا کے لوگوں میں مقدس اور غیر مقدس کا امتیاز باقی نہ رہے گا۔ ہر شے مقدس ہوگی۔ کوئی شے عام اور ناپاک نہ ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہوگی۔ کہ ہر شے کو خدا کے نام سے مقدس کیا جائیگا۔ اور اُس کے

نام کی مُہر لگا دی جائیگی ۔کنعانی سے دشمن ۔ ناپاک اور بُت پرست مراد ہے اور اس فقرہ کا مطلب ہے ۔ کہ ہر وُہ شے جو ناپاک کرتی ہے ۔ خدا کے گھر میں داخل نہ ہوگی ۔ ہماری زندگیوں کا وُہ منظر کتنا خوشنما ہے ۔ جب کہ ہم وُہ سب کچھ جو ہمارا ہے ۔ خدا کے نام مقدّس کر دیتے ہیں ۔ وُہ سب پر اپنے تقدس کی مُہر لگا دیتا ہے ۔ اُونچے سے اُونچا اور غریب سے غریب خدا کی خدمت میں اعلےٰ اور دائمی اعزاز کے اس کلمہ سے ممتاز کیا جاتا ہے "خداوند کے لئے مقدّس" ۔ ہمارے گھر ۔ کاروباری مفاد ہماری باطنی اور ظاہرا زندگی ۔ ہمارے بہت ہی حقیر اعمال ۔ الغرض سب کچھ اصلیت نیکی ۔ اور خلوص کے طغرۂ امتیاز سے منقش ہو سکتے ہیں +

ساتویں فصل

ملاکی

ہم نے ما بعد الخروج انبیاء کے تاریخی درس میں دیکھا تھا۔ کہ ملاکی دوسرے عہد میں آتا ہے۔ یعنی دارا اوّل کے عہد میں ہیکل کی تعمیر مکمل ہونے سے ۴۵۸ ق۔م میں عزرا کی آمد تک۔ ہیکل کی تعمیر ۵۱۶ ق۔م میں ختم ہو گئی۔ اور ۵۱۶ ق۔م اور ۴۵۸ ق۔م کے درمیان یروشلیم میں کسی یہودی بستی کا ذکر نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ زوال اور مایوسی کے دن تھے۔ یہودیوں نے اپنی تمام امیدیں ہیکل کی تعمیر پر اٹھا رکھی تھیں۔ انہیں توقع تھی۔ کہ فوری طور پر برکت کا زمانہ شروع ہو جائیگا۔ جس میں اُن کے رسُوخ اور دولت میں گراں اضافہ ہوگا۔ لیکن کوئی ساٹھ سال گزر گئے۔ مگر کچھ بھی وقوع میں نہ آیا۔ سامریوں کا عناد ابھی تک اُن کے لئے بلائے جان ہو رہا تھا۔ بابل سے نقل مکانی کی جو پیشین گوئی زکریاہ نے کی تھی وُہ پوری نہ ہُوئی۔ زرّبابل جو ہیکل کی تعمیر میں لوگوں کی رُوح رواں تھا۔ کس مپُرسی کی حالت میں رہگرائے عالم بقا ہوُا۔ تاریخ نے

انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور واقعات مشرق کی بجائے مغرب میں ظہور پذیر ہونے لگے۔

اِن حالات کے درمیان یہودی ملوث زندگی گزارنے لگے۔ وُہ عبادت کی طرف سے تغافل کرنے لگے۔ اُن کے روحانی اور اخلاقی نصب العین زوال پذیر ہو گئے۔ اُن کی مایوسی نے اُن کے دِل میں اُن فرائض کی طرف سے کراہیت پیدا کر دی۔ جو اُن پر خدا کی طرف سے عائد ہوتے تھے۔ بلکہ انہوں نے فی الحقیقت خدا کی محبت اور قدسیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا۔ (۱: ۲ و ۳: ۸) انہوں نے ہیکل کے واجبات میں کوتاہی کی اور ناپاک ہدیے گزراننے لگے۔ کہانت کا رُسوخ جاتا رہا۔ کیونکہ انہوں نے لوگوں کی ہدایت کا کام چھوڑ دیا۔ اور اپنے فیصلوں میں طرفداری کرنے لگے۔ بداخلاقی نے اپنا سر بلند کیا۔ اور یہودیوں نے ملک کے نیم کافر لوگوں کے ساتھ شادی کرنا شروع کیا۔ جو پہلی بیوی کی طلاق پر زور دیتے تھے۔ اس کا تمام تر زلزلہ یہودی عورتوں پر گرتا تھا۔ (۲: ۱۰-۱۶) یہ بہت ہی افسوسناک بات ہے۔ کہ حجی اور زکریاہ کی ایسی امیدوں کے باوجود ایسی حالت کا غلبہ ہو۔

اِن حالات میں ملاکی نے لب کشائی کی۔ وُہ "گمنام نبی" ہے۔ اور خداوند ربّ الافواج کا پیغامبر ہے۔ اور اس کا پیغام عمیق روحانی تعلیم سے مملو ہے۔ جو ہر زمانہ کے لئے ضروری ہے۔

پہلا درس

خُداوند کی مجبّت اور کاہنوں کی ناکامی

ملاکی ۱:۱ - ۲:۹

بارِ نبوّت (BURDEN OF THE WORD) کا مطلب پیغام کی جان ہے ۔ وُہ تھی محبّت ۔ لیکن انہوں نے اُس محبّت کو نہ پہچانا۔ وُہ یہ نہ سمجھ سکتے تھے ۔ کہ جب انہوں نے ہیکل کی تعمیر کو مکمل کر دیا۔ تو خدا نے انہیں دنیوی برکات سے مالا مال کیوں نہیں کیا۔ اُن کی تمام حماقت اور ناکامی کا مُوجب یہ تھا ۔ کہ وُہ الہٰی محبّت کو نہ پہچان سکے ۔ لہٰذا وُہ اس محبّت کا جواب نہ دے سکے ۔ اور اُس کی اطاعت اختیار نہ کر سکے (۱ و ۲)

پھر نبی عیسو اور یعقوب کا مقابلہ کر کے ثبُوت پیش کرنا چاہتا ہے ۔ وُہ دونوں سگے بھائی تھے ۔ (روم ۹: ۱۳) انہیں اُسی گھر سے یکساں مراعات حاصل ہوئیں ۔ لیکن یعقوب چُنا گیا ۔ یعنی مقبُول ٹھہرا ۔ اور عیسو نا مقبُول ۔ اور ادوم کی شکستہ حالی اور ویرانی کے مقابلہ میں اسرائیل کی حفاظت الہٰی تحفظ کا ثبُوت ہے۔ خدا نے یعقوب اور اس کی اولاد کو چُن لیا ۔ اور گو اُن کی موجودہ حالت زبون ہے مگر اُن کا مستقبل شاندار ہوگا ۔ (۳-۵)

پھر نبی قومی پست حالی کے ایام میں کاہنوں کی ناکامی کی تفصیل بیان کرتا ہے ۔ یقیناً یہ کاہنوں کا کام تھا ۔ کہ وُہ اپنی

زندگیوں ۔ قوتوں اور نمونے سے قوم کی روحانی اور اخلاقی فضا کے معیار کو بلند رکھتے ۔ لیکن اس کے برعکس انہوں نے عبادت کے معیار کو گرا دیا ۔ کاہنوں کی کونسی خاص ناکامیاں تھیں ۔ جن پر ملاکی نکتہ چینی کرتا ہے ۔

۱۔ وہ اپنے اعمال سے خدا کی توہین کر رہے تھے ۔ اور یہ ثابت کر رہے تھے ۔ کہ فی الحقیقت وہ اُس کے نام سے متنفر تھے ۔ (آیت ۶)

۲۔ ناپاک ہدیے گزراننے سے ۔ لنگڑے اور بیمار جانوروں کی قربانی ایسے ہدیے جو بہترین نہ تھے ۔ وہ خدا کے حضور ایسی نذریں گزرانتے تھے ۔ جنہیں وہ کسی دنیاوی حاکم کے رُوبرو پیش کرنے کی جُرأت نہ کر سکتے تھے ۔ کیونکہ وہ انہیں ہرگز قبول نہ کرتا ۔

(۷ و ۸ و ۱۲ - ۱۴)

۳۔ عبادت میں کمینہ پن سے ۔ یہ "رسوم کیا مصیبت ہیں" ۔ یہ فقرہ اُن کی نوک زبان تھا ۔ اُن کی عبادت میں کوئی محبت یا روحانی لگن نہ تھی ۔ پس یہ اُن کے لئے اور جو اُن کے ساتھ عبادت میں شریک ہوتے تھے بالکل بے معنی تھی ۔

۴۔ اس قسم کے طرزِ عمل کا خوفناک نتیجہ نکلا (۲ : ۸) اُن کی سُستی اور غفلت کیشی بہت سے لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بن رہی تھی ۔ وہ جنہیں اس آڑے وقت میں لوگوں کو بچانے والا اور رہنما بننا تھا ۔ وہی اُنہیں ٹھوکر کھلانے اور گراتے تھے ۔ اُنہوں نے عہد کو خراب کیا ۔ اور لوگوں کے دلوں میں مذہب کی طرف سے ایک طرح کی غلط فہمی پیدا کر دی ۔

پھر ملاکی اس لاپروا اور رسمی جماعت کا پُرانی کہانت

سے مقابلہ کرتا ہے۔ (۲: ۵-۷) وُہ کہتا ہے۔ حقیقی کہانت کے چار نشان ہیں

۱:- تعظیم و تکریم - ۲:- راست روی کی زندگی - خدا کے حضور سلامتی سے چلنا۔

۳ - اثر:- بہتوں کو بدی کی راہ سے واپس لانا۔

۴ - تعلیم :- اُسے خدا کا رسول ہونا چاہئے۔

یہاں ہمیں اُن تعذیروں اور سزاؤں کا پتہ بھی چلتا ہے۔ جو اس غفلت پیشہ کہانت کا حصہ ہونگی۔

۱- خدا ایسے خادموں سے خوش نہیں ہوتا- اور اُن کی خدمت قبول نہیں کرتا (۱ و ۱۰)

۲- یہ بہتر ہے۔ کہ ہیکل کو بند کر دیا جائے۔ بجائے اس کے کہ اس میں ایسی عبادت ہو۔ موجودہ عبادتیں بالکل بے قدر و قیمت اور صرف ٹھوکر کا باعث ہیں۔ یہ دسویں آیت کے اصلی معنی ہیں۔

۳- وُہ جنہوں نے اپنی رسم پرستی اور غفلت کیشی سے خُدا کی عبادت کو حقیر کیا۔ وُہ سب کی آنکھوں میں حقیر اور ملعُون ٹھہرینگے (۲: ۱-۳ و ۱: ۷) اُن کی نفس پرور اور صداقت ناآشنا زندگی کا یہی انجام ہو سکتا تھا۔ لوگوں کے دلوں سے اُن کی قدر بالکل اُٹھ جائیگی۔ کیونکہ انہیں اُن کی رسمی زندگی کی سطحیت اور ریاکاری بالکل عیاں نظر آجائیگی۔

یہاں گنجائش نہیں۔ کہ ہم یہودیوں کے اُس زمانہ کے مذہبی پیشواؤں کے اس اہم بیان پر کوئی منفصل تفسیر سپرد قلم کریں۔ مگر ہم تمام خادمانِ خدا بالخصوص انجیل کے پاسبانوں

اور مبشروں سے استدعا کرتے ہیں ۔ کہ وُہ اس حصّے کو دوزانو ہو کر تلاوت کریں ۔ ہمارے لئے اِس سے بہتر اور کوئی احتساب نہیں ۔ کہ ہم اُن حقائق کی روشنی میں جو یہاں درج کئے جاتے ہیں اپنی زندگیوں اور خدمتوں کا امتحان لیں ۔ کیونکہ آج ہم بھی اُن ہی خطرات سے دو چار ہیں ۔ اور وہی اعلےٰ نصب العین ہمارے ہونے چاہئیں ۔ اگر ہماری خدمت رسمی اور صداقت سے خالی ہو گی ۔ تو ہم پر بھی وہی سزائیں نازل ہونگی +

دُوسرا درس

"مخلُوط شادیوں اور طلاق کی مذمّت"

ملاکی ۲ : ۱۰ - ۱۶

جس حالت کا یہاں انکشاف کیا گیا ہے۔ اُس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ یہودی جادۂ اطاعت سے کس قدر بھٹک گئے تھے۔ ملک کے باشندے نیم کافر تھے۔ اور عجیب معبودوں کی پرستش کرتے تھے۔ تاہم وُہ مالدار تھے۔ اور بہت سی زمین ان کے قبضہ میں تھی۔ پس یہ قدرتی بات تھی۔ کہ غریب اُسیری (جلاوطنوں) نے فلسطین میں واپسی پر ان با اثر خاندانوں کے ساتھ اتحاد و ارتباط کو غنیمت سمجھا۔ انہوں نے اِن خاندانوں کی لڑکیوں سے شادی کرنا مفید جانا۔

لیکن ان خاندانوں نے یہ مطالبہ کیا۔ کہ پہلی بیوی۔ (یہودی عورت) کو طلاق دی جائے۔ اس سے یہودی بیویوں کو بہت ظلم۔ مصیبت اور بے انصافی کا سامنا ہوُا۔ انہوں نے اپنے آہ و نالہ اور آنسوؤں سے مذبح کو تر کر دیا (آیت ۱۳)

ہمیں یہ اعتراف کرنا پڑیگا۔ کہ ازدواج کی تقدیس کے متعلق سوائے یسوع مسیح کے ملاکی سے بڑھکر کسی نے کچھ تعلیم نہ دی۔ یہ ایسی بات ہے۔ جسے ہر انسان کو اپنے دل میں

رکھنا چاہیئے۔ اور خاص طور پر وُہ جو شادی کو کسی دنیوی منفعت کا وسیلہ بنانے کے لئے اس بات سے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ کہ آیا فریق ثانی مسیحی ہے یا غیر مسیحی ہے۔ ہندوستان میں فی زمانہ اس امر میں خاص غفلت برتی جا رہی ہے۔ اکثر ہم کوفت اور تردّد کے ساتھ ایسی خبریں سنتے ہیں کہ بہت سے تعلیم یافتہ والدین، نوجوان عورتوں اور مردوں نے غیر مسیحیوں کے ساتھ رشتہ ہنا تحت استوار کر لیا۔ ایسا فعل نا تعلیم یافتہ دیہاتی مسیحی کے لئے بھی مذموم خیال کیا جاتا ہے۔ جو ابھی تک ذات پات کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ مگر تعلیم یافتہ مسیحیوں کے لئے تو ایسی کوئی جائے معذرت ڈھونڈھنا از حد مشکل ہے۔

ہماری تمنّا یہ ہے۔ کہ سب لوگوں کے دل میں ملاکی کی یہ اعلےٰ تعلیم گھر کر لے۔ مَیں مختصراً اس کے کلام کے موٹے موٹے نقطے یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وُہ کھلم کھلا کہتا ہے بُت پرستوں کے ساتھ یہ خلط ملط شادیاں :-

۱۔ خدا کے عہد کی توہین ہے۔ (۱۰)

۲۔ اُس کی تقدیس کی بے حرمتی ہے (۱۱)

۳۔ حقیقی شادی کے عہد کو توڑنا ہے (۱۴)

۴۔ گھر اور قوم کے اتحاد کو برباد کرنا ہے (۱۰ و ۱۵)

۵۔ مطلقہ یہودی بیویوں پر ظلم ڈھانا ہے (۱۳ و ۱۴ و ۱۶)

"خدا طلاق سے بیزار ہے"۔

۶۔ اُن کی روحانی زندگی کے لئے سم قاتل ہے (۱۶)

اپنے نفس سے خبردار رہو۔ (۱۶)

شادی اور طلاق کے تمام مسئلہ کے متعلق اس سے بڑھکر

اور کیا تعلیم ہو سکتی ہے۔ مخلوط شادی اور طلاق کی تمام قباحت بے وفائی ہے۔
خدا کے مقصد سے بے وفائی ہے
قوم سے بے وفائی ہے۔
پہلی بیوی کے ساتھ بے وفائی ہے۔ اپنے ساتھ بیوفائی ہے۔

تیسرا درس

نئے شکوک

ملاکی ۲: ۱۷ - ۴: ۶
اس پیرے کا افتتاح سوالات سے ہوتا ہے۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اسیری سے خلاصی اور ہیکل کی تعمیر کے بعد کے زمانہ کے دوران میں یہودیوں کے درمیان ایک نئی ذہنیت نمایاں تھی۔ یہ شک۔ استفسار اور شبہ کی ذہنیت تھی۔ جس کا منتہا یہ تھا۔ کہ خدا کے وعدوں کو زندگی کی حقیقتوں سے ماپا جائے۔
یہ نئی ذہنیت کسی قدر زمانۂ اسیری کے دوران میں روشن خیال بدیشی لوگوں کے ساتھ اختلاط کا نتیجہ تھی۔ اور نئی نسل جو اب بالغ ہو چکی تھی اس سے متاثر تھی۔ یہ اُن شبہات کا نتیجہ

بھی تھی۔ جو لوگوں کے دل میں اپنے گرد و پیش کا جائزہ لینے سے پیدا ہوئے تھے۔

انہوں نے اُن لوگوں کی فارغ البالی کو دیکھا جو کسی قسم کے اخلاق اور روحانی قیود کے پابند نہ تھے۔ انہوں نے محسوس کیا۔ کہ برکت کے جو وعدے حجی اور زکریاہ نے کئے تھے۔ وُہ ابھی تک پورے نہ ہُوئے۔ پس انہیں خدا کے انصاف میں شک ہونے لگا۔ وُہ پکارنے لگے۔ کہ زندگی کے واقعات اس بات پر دال ہیں۔ کہ خدا فی الحقیقت بدوں سے محبت کرتا ہے۔ تیرھویں آیت اسی حالت کی آئینہ دار ہے۔

شک و شبہ کی یہ فضا اپنی نوعیّت میں بالکل دورِ حاضرہ کی سی ہے۔ جو ہمارے گرد و پیش بھی پھیلی ہُوئی ہے۔ ملاکی دعویٰ کرتا ہے۔ کہ شک و شبہ کی یہ مذموم فضا خدا کو بیزار کرتی ہے۔ (۱۷) باقی کتاب میں وُہ ان سوالوں کے شبہات کا جواب دیتا ہے۔ اس کا جواب کیا ہے؟

۱۔ خداوند ناگہاں عدالت کے لئے آموجود ہوگا۔ (۳: ۱-۶)
لیکن اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ عدالت ہیکل میں ہوگی۔ (۱) اور بنی لاوی سے شروع ہوگی (۳) اس سے یہ معنی نکلتے ہیں۔ کہ خدا کی عدالت پہلے مذہبی پیشواؤں سے شروع ہوگی۔ کیونکہ اُن کی ذمّہ داری سب سے زیادہ ہے۔ نیز باقی ماندہ ابتری اور بے دینی اُن کی غفلت کا نتیجہ ہے۔

لیکن عدالت بدکاروں کی بھی ہوگی۔ (۵) انہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ کسی قسم کی بدکاری خدائے عادل کی عدالت سے بچ نکلے گی۔ عدالت میں تاخیر ہو تو ہو۔ مگر وُہ اٹل ہے۔

۲:۔ اُن پر برکت نازل نہ ہونے کی وجہ خُدا کی مرضی یا اُس کی کمزوری نہیں۔ بلکہ اُن کا اپنا عدم اعتقاد، غفلت اور قزاقی اُس کی ذمہ دار ہے (۳: ۷۔ ۱۲) خدا ان کو اُس وقت تک برکت نہیں دے سکتا جب تک وُہ توبہ کے ساتھ اس کی طرف رجُوع نہ لائیں (۷) انہیں الٰہی فراوانی کی کیونکر توقع ہو سکتی تھی۔ جبکہ وُہ خدا سے اس کے اپنے واجبات بھی چھین رہے تھے۔ وُہ ہدیہ اور قربانی نہ گزرانتے تھے (دیکھو ا: ۷ و ۸ و ۱۳) وقت اور خدمت میں کوتاہی کرتے تھے، اور جب تک وُہ خدا کی خدمت اور خدا کو مقدم درجہ نہ دینگے۔ وُہ اسی شک وشبہ میں مضطرب رہیں گے۔ مایُوسی اور افلاس اُن کے شریکِ حال ہونگے (۸ و ۹)

پھر وُہ قیمتی وعدہ آتا ہے۔ چودسویں آیت میں مندرج ہے۔ وُہ ہر زمانہ اور ہر مسیحی کے لئے پُرمعنٰی ہے۔ جب ہم خدا کو اُس کا حق ادا کرتے ہیں۔ تو خدا ہمیں اپنے ہاتھ سے برکت دیتا ہے۔ کیونکہ وُہ دیکھ لیتا ہے۔ کہ ہم قابلِ اعتبار ہیں۔ ضرُوریات زندگی میں احتیاج نہ ہوگی۔ (آیت ۱۱) ہماری زندگیاں سب لوگوں کے لئے قابل رشک اور اعجوبہ ہونگی (۱۲)

۳:۔ جب خدا عدالت کے لئے آتا ہے۔ تو خدا ترس اور گنہگار کا امتیاز بالکل عیاں ہو جاتا ہے ۳: ۱۳ — ۴: ۳۔

جب یہودیوں نے بے خدا لوگوں کی فارغ البالی دیکھی۔ تو انہیں خُدا پرستی کی زندگی میں شُبہ لاحق ہونے لگا (۱۳ - ۱۵) لیکن اس قومی بدکاری کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جو حق پر قائم رہے۔ اور فی الحقیقت خداوند کا خوف اپنے دلوں میں

رکھا۔ وُہ ایک دوسرے کے لئے موجب اطمینان وراحت تھے (۱۶) اِن خداترس لوگوں کے نام اُس دن یاد کئے جائینگے۔ جس دن خداوند ربّ الافواج خروج کرے گا۔ (۱۷و ۱۸) یقیناً بدی کی قطعی عدالت ہونے کو تھی۔ لیکن وُہ جو بدکاروں کے لئے ہلاکت کا تازیانہ ہوگی۔ نیکوں اور خداترسوں کے لئے باعثِ راحت اور موجب برکات ہوگی۔ (۴: ۱-۳)۔

۴:۔ انتظار کے اس عرصہ میں ان کا کام یہ نہ تھا۔ کہ وُہ شک وشُبہ۔ لاپروائی اور بے دینی کا شکار ہو جاتے۔ بلکہ انہیں الہٰی مرضی کے مکاشفہ کا منتظر رہنا چاہیئے تھا۔ جیسا کہ موسیٰ کی شریعت میں ان کے پاس تھا۔ اور اس فرض کو انجام دینا چاہیئے تھا۔ جو ان کے سامنے تھی۔ (آیت ۴) اس کے احکام بالکل واضح تھے۔ اُن کا کام اِن احکام کی اطاعت تھا۔ اور ان کو چاہیئے کہ خدا کی صداقت کے مظاہرہ کو خدا کے اپنے طریقوں اور الہٰی حکمت اور محبت پر چھوڑ دیں۔ ایک نبی ایلیاہ کا سا جوشیلا اور دلیر اُن کے پاس بھیجا جائیگا۔ تاکہ وُہ خداوند کے دن میں غافل نہ پائے جائیں۔ (آیت ۵ و ۶ اور لوقا ۱: ۱۷) اس کا پورا ہونا متی ۱۱: ۱۴ و ۱۷: ۱۲ میں دیکھو۔

اب ہم خداوند کے دو دنوں کے درمیان ہیں۔ جو دن خداوند نے بنایا۔ وُہ ہم پر چمک چکا ہے۔ (لوقا ۱: ۷۸) تاہم راستی کے آفتاب کو پھر آب وتاب سے طلوع ہونا ہے۔ وُہ صبر سے اس طلوع کے منتظر ہیں۔ اس انتظار کی اثنا میں ہمیں شُبہ نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ جو کچھ ہم پر منکشف ہُوا ہے۔ اس کی اطاعت کرنی ہے۔ اور اس دن کی روشنی پر اعتماد کرنا ہے۔ جبکہ وُہ سب کچھ جو آج ہم نہیں سمجھ سکتے منکشف ہو جائیگا +

چوتھا درس

خود فریبی ۔ ایک روحانی خطرہ

پچھلے درسوں میں ہم نے ملاکی نبی کی کتاب کے متن کا قسمت وار مطالعہ کیا ہے ۔ لیکن اس میں اتنی روحانی تعلیم ہے ۔ کہ ہم چوتھے اور پانچویں درس میں دو خاص موضوعوں کا مطالعہ کرینگے ۔ اُن میں سے اوّل روحانی مسائل کے بارے میں خود فریبی کا خطرہ ہے۔

افسوس ہے ۔ کہ ہیکل کی تعمیر کے بعد ساٹھ سال کے عرصہ کے دَوران میں اخلاقی اور روحانی پستی کا زمانہ آیا ۔ لیکن زیادہ افسوسناک علامت یہ تھی ۔ کہ وُہ دعوے کرتے تھے ۔ کہ ہمیں اپنے درمیان کوئی لاپرواہی اور قباحت نظر نہیں آتی ۔ تو پھر خدا کیوں اپنے نبی کے ذریعے ہم پر تہمت لگاتا ہے ۔ وُہ نبی کو تعجّب سے جواب دیتے "کیوں ؟ کس لئے ؟ کس بات میں ؟ یہ ظاہر کرتا ہے ۔ کہ وُہ کتنے گر گئے تھے ۔ اور یہ پتہ چلتا ہے ۔ کہ اُن کا مرض کتنا گھر کر گیا تھا ۔ اور اُن کی روحانی قدرشناسی کس قدر مُردہ ہو چکی تھی ۔ وُہ اندھے ، ناپاک ، بددیانت اور خدا سے دُور تھے ۔ اور وُہ جانتے نہ تھے !

ہم اُن حوالوں کو جمع کرنے کی کوشش کرینگے ۔ جن سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے ۔ کہ اُن کی یہ افسوسناک خود فریبی انہیں کہاں اور کس سمت میں لئے جا رہی تھی ۔

۱:- محبّت جس کا اعتراف نہ کیا گیا۔ (۱: ۲) انہوں نے خیال کیا۔ کہ خدا کی محبّت کا مطلب اچھی فصل۔ مصیبت سے آزادی اور سہل کامیابی ہوگا۔ لیکن اس کی بجائے انہیں زبردست مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے اپنی تکالیف میں اتنا اضافہ کیا۔ کہ وُہ آخرکار خدا کے پچھلے تمام احسانوں اور برکتوں کو فراموش کر بیٹھے۔ وُہ نہیں جانتے تھے۔ کہ اُن کی تمام تکالیف اُن کی اپنی کرنی کا پھل ہیں۔ اور کہ تادیب کے ذریعے خُدا انہیں اپنی طرف متوجّہ کرنے کی کوشش میں تھا۔

۲:- ناپاکی جس کا احساس نہ تھا:- (۱: ۶-۸) انہیں اِس قدر بھی معلوم نہ تھا۔ کہ اُن کی پُرغفلت اور ناکارہ عبادت خدا کی توہین ہے۔ خدا کا حکم تھا۔ "بے داغ اور بے عیب"۔ مگر انہوں نے اپنے ناپاک ہاتھوں سے حرام ہدیے گزرانے۔ جو بالکل بے قیمت تھے۔ اور جن کو وُہ کسی دنیوی حاکم کے سامنے پیش کرنے کی جُرأت بھی نہ کرسکتے تھے۔ اُن کی یہ حِس سُلب ہوچکی تھی۔ کہ خُدا کا کیا حق ہے۔

۳:- اخلاقی پستی جو نظر نہ آتی تھی:- (۲: ۱۳-۱۵) انہوں نے اثر اور تن آسانی کے لالچ میں اپنی یہودی بیویوں کو قربان کردیا۔ اور شادی کے الٰہی قانون کو توڑ ڈالا۔ لیکن جب اُن سے بازپُرس ہُوئی۔ تو وُہ چلّا اُٹھے۔ کس لئے؟ اس میں کیا قباحت ہے؟ (۲: ۱۴) گو مذبح ان یہودی بیویوں کے آنسوؤں سے تر ہوگئے تھے۔ مگر اُن کو اپنے گناہِ کبیرہ کا علم نہ ہُوا۔ ان کے اخلاقی معیار اتنے پست ہوگئے تھے۔ ان سے اُن کے نیک و بد کے تصوّرات کی تنزّلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

۴:- خدا کے ساتھ دُشمنی جو دکھائی نہ دیتی تھی: (۲: ۱۷ و ۳: ۱۳-۱۵)

نوجوانوں کے اِس شک و شبہ کی احمقانہ گفتگو سے خداوند بیزار تھا۔ وُہ اُس کی عدالت اور قدرت کے شاکی تھے۔ اور خدا کی سیرت کے متعلق شور بے تمیزی بپا کرتے تھے۔ مگر جب اُن کو فہمائش کی جاتی اور انہیں بتایا جاتا۔ کہ یہ فی الحقیقت خدا کی مخالفت ہے۔ اُن کا جواب صرف یہی ہوتا۔ "ہم نے تیری مخالفت میں کیا کہا" (۱۳)۔

وُہ خدا کی تقدیس۔ عدالت اور محبت کی بنیادوں پر ضربیں لگا رہے تھے۔ لیکن انہیں پتہ نہ لگتا تھا۔ کہ اُن کے فعل کا کیا مطلب ہے۔ انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ ایسی پُر حماقت گفتگو اور طرزِ عمل سے کس طرح دوسروں کے ایمان اور عقیدت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور مردوں اور عورتوں کے دِلوں میں مایُوسی ڈیرہ کرتی ہے۔

۵:- خدا کے ساتھ ٹھگی جس کا اعتراف نہ کیا گیا:- (۳: ۸)

وُہ دہ یکی ادا نہ کرتے تھے۔ اور بالکل بے قدر و قیمت اور سستے ہدیے گزران کر وُہ خدا کے ساتھ ٹھگی کرنا چاہتے تھے۔ شاید اُن کا خیال ہوگا۔ کہ وُہ محض ہیکل کے فنڈ اور کاہنوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ لیکن معاملہ اس سے زیادہ نازک تھا۔ یہ بہتر ہے۔ کہ خدا کو کچھ نہ دیں۔ بجائے اس کے کہ اس کے ساتھ ٹھگی کی جائے (دیکھو اعمال ۵: ۱-۱۱) لیکن انہیں اس فریب کی حماقت اور کوتاہی نظر نہیں آتی تھی۔ کیونکہ اُن کے افلاس اور ابتلا کی یہی سب سے بڑی وجہ تھی۔ (۳: ۹-۱۱)

ہمارے اپنے اندر اسی بات کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جبکہ چندہ ادا نہیں کیا جاتا۔ یا چندہ کے لئے کھوٹے سکے یا ناکارہ اناج پیش کیا جاتا ہے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں۔ لیکن جب ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو ہم دراصل دو باتیں کرتے ہیں۔ ہم خدا کے ساتھ ٹھگی کرتے ہیں۔

اور اپنے ساتھ ٹھگی کرتے ہیں۔

۶:۔ خدا سے برگشتگی جو نہیں مانی جاتی تھی (۳: ۷)

خدا انہیں ان سب بدیوں سے اپنی طرف رجوع کرنا چاہتا تھا لیکن افسوس تو یہ تھا۔ کہ انہوں نے کبھی مانا ہی نہیں۔ کہ وہ خدا سے برگشتہ تھے! "ہم کس بات میں رجوع لائیں"۔ وہ حیران ہو کر پوچھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم خدا کے لوگ ہیں۔ اور اس کے مسکن اور موعودہ ملک میں عبادت کر رہے ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں۔ لیکن خدا دیکھتا تھا۔ کہ ان کے دل برگشتہ تھے۔ ان کی عبادت رسمی اور بے جوش تھی۔ ان کے ہدیے سستے اور نمائشی تھے۔ تاوقتیکہ انہیں اپنی حالت کی اصلیت کا علم نہ ہو۔ اور وہ اپنی گنہگاری اور برگشتگی کا اقرار نہ کریں۔ ان کی بیداری کی امید کوسوں دور تھی۔

ہم اپنے آپ کو بہت آسانی سے فریب دے سکتے ہیں۔ ظاہرا طور پر ہم عبادت کرتے ہیں۔ مگر ہمارے دل دنیا اور دنیا کی لذتوں میں پھنسے ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ مکاشفہ (۳: ۱۴-۱۹) اپنی حقیقی روحانی حالت سے خطرناک لاعلمی لودیکیہ کی کلیسیاء کی غلطی تھی۔ اور ملاکی کے زمانہ میں ایسی ہی یہودیوں کی حالت تھی۔ یقیناً ہماری دعا ہمیشہ زبور نویس کے ان لفظوں میں ہونی چاہئے۔ "اے خداوند تو مجھے جانچ اور میرے دل کو پہچان۔ مجھے آزما اور میرے خیالوں کو جان لے اور دیکھ مجھ میں کوئی بری روش تو نہیں۔ اور مجھ کو ابدی راہ میں لے چل (زبور ۱۳۹: ۲۳-۲۴)

پانچواں درس

"خدا کا اعلےٰ منصوبہ اور اُس کی تکمیل"

ملاکی ۳: ۱ - ۱۸

ملاکی نبی جبکہ سخت الفاظ میں لوگوں کے گناہ پر لعنت کرتا ہے۔
قوم کے سامنے خدا کا اعلےٰ منصوبہ بھی پیش کرتا ہے۔ لیکن قوم
اسے اُسی وقت عملی جامہ پہنا سکتی ہے۔ جبکہ افراد اس پر عامل
ہوں۔ اب ہم اس موضوع کا مطالعہ کرینگے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ
ہم پر روشن ہو جائیگا۔ کہ جو اعلےٰ تصور خدا نے یہودیوں کے سامنے
رکھا۔ آج وہی وُہ ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ الٰہی منصوبہ کیا تھا؟
۱:۔ "یہوداہ دلکشا مملکت ہوگا":۔ (۳: ۱۲) اس کا اشارہ نہ صرف
ملک کے قدرتی مناظر کی طرف ہے۔ بلکہ روحانی اور اخلاقی پہلوؤں
پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جب قومیں اس نئے یہوداہ کو دیکھیں گی
تو وُہ اسے مُبارک کہیں گی۔ اُن کی حکومت راست اور زراعت
بار آور ہوگی۔ (۱۱) اور لوگوں پر اثر ہوگا۔
۲:۔ "قوم ایک خاص معنی میں خدا کی "خاص ملکیت" ہونگے (۱۷)
وُہ خدا کے جواہر اور جائیداد ہونگے۔ اُس کا خاص خزانہ ہونگے۔
اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا کی حفاظت۔ نگہداشت اور ہدایت
خدا کے لوگوں کے شامل حال ہوگی۔ پولوس رسول کا روم ۱۲: ۱

میں یہی مطلب ہے۔

اِن دو لفظوں میں بڑا قریبی رشتہ ہے۔ یہودی لوگوں کے لئے باعثِ دلکشی ہونگے۔ کیونکہ وُہ خدا کا خاص خزانہ ہیں۔ ان کی خدا کے لئے اطاعت اور اُن کا توکّل دوسروں کے لئے باعثِ کشش ہونگے۔

اب ہمیں ملاکی نبی کی تعلیم سے یہ دریافت کرنا ہے۔ کہ اُس کے خیال میں یہ انقلاب کیونکر وُقوع میں آئیگا۔ ہم اس کی تعلیم کا خلاصہ چار لفظوں میں پیش کر سکتے ہیں:۔

۱۔ بقیہ
۲۔ مراجعت
۳۔ بازدہی
۴۔ احیاء یعنی بیداری

۱۔ باوفا خدمت:۔ جو بقیہ کے نام سے مشہُور ہیں۔ جو زمانہ کی تمام مصیبتوں میں ثابت قدم رہے ہیں۔ اور سچ پر قائم رہے۔ قوم کی برکت اُن کے شامل حال ہے۔ اِن مٹھی بھر حقیر آدمیوں سے احیا یعنی بیداری کی لہر پیدا ہونیوالی تھی۔ جان ویسلی نے ایک دفعہ کہا۔ "مجھے سو آدمی ایسے دو۔ جو دل سے خدا سے محبّت رکھتے ہوں۔ گناہ کے علاوہ اور کسی بات سے خوف نہ کھائیں۔ مَیں دنیا میں انقلاب برپا کر دُونگا"۔ پس یہودیوں کی اس بدبختی میں مٹھی بھر ایماندار موجود تھے۔ جن پر خدا اعتبار کر سکتا تھا۔ اُن کی سیرت کا مطالعہ کرو۔ (آیت ۱۶) وُہ خدا ترس تھے۔ اور اُس کا نام یاد رکھتے تھے۔ اس عالمگیر غفلت اور شک و شبہ کی فضا میں اِن چند آدمیوں نے خدا کے ساتھ اپنا تعلّق قائم رکھا۔ اُن

کے کام کا مطالعہ کرو۔ وُہ اکٹھے ہو کر حالات کا مشاہدہ کرتے تھے۔ ایک دُوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ دعا اور تمجید کرتے تھے۔ وُہ خدا کے حضور جمع ہوتے۔ اور اس طرح اُنہوں نے اپنے ایمان کو زندہ اور روشن رکھا۔ غالباً لوگ حقارت سے اُن پر انگشت نمائی کرتے ہونگے۔ انہیں خیالی پلاؤ پکانے والے دقیانوسی اور مذہبی دیوانے خیال کرتے ہونگے۔ لیکن فی الحقیقت وہی محبّ الوطن اور قوم کے محسن تھے۔

خدا کا خواب ملاحظہ فرمایئے:۔

خدا نے سُنا اور جواب دینے کے لیئے تیار ہو گیا۔ الٰہی نظر میں "یہ چند" قوم کی جان تھے۔ وُہ اسرائیل کی امید تھے۔ اور اُن کے طفیل سے خدا اپنے برگشتہ لوگوں کو برکت دینے والا تھا۔

ہندوستان میں مسیحی کلیسیاء ایک اقلیّت ہے۔ لیکن خُدا اُس کے ذریعے حیرت افزا کام کر سکتا ہے۔ کسی کلیسیاء۔ سکول اور فرقہ میں چند ہی حقیقی مسیحی ہُوا کرتے ہیں۔ لیکن وُہ اکٹھے ہو جائیں تو کارہائے عظیم انجام دئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ یہ انقلاب اُس وقت بپا ہوگا۔ جب لوگ خدا کی طرف رُجوع ہونگے (۳۱:۷) خدا نے اُن کی تمام ابتلا کو اس امر پر محمول کیا۔ کہ وُہ خدا سے برگشتہ ہو گئے تھے۔ وُہ دنیوی بن گئے تھے۔ اور غیر چیزوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے تھے۔ اُن کے نصب العین ضائع ہو چکے تھے۔ اور اُن کی عبادت رسم بن کر رہ گئی تھی۔ جُونہی وُہ خدا کی طرف متوجہ ہونگے۔ خدا فوراً ان کی طرف رجُوع کریگا۔ لوقا ۱۵ میں یسُوع خداوند کی تعلیم ایسی ہی ہے۔ جب تک بیٹا نہ لوٹا باپ اُسے گلے ملنے کے لئے نہ بھاگا۔ چرواہا بھیڑ کو ڈھونڈھنے اور عورت

درہم کی تلاش کرنے لگی۔ کیونکہ نہ بھیڑ کو اور نہ سکّے کو پتہ تھا کہ وہ کھوئے گئے تھے۔ لیکن لڑکا جو ارادۃً اور باغی ہو کر باپ سے علیحدہ ہوا تھا۔ اُسے خود واپس آنا تھا۔ پیشتر ازیں کہ اُس کی توبہ حقیقی ہو۔

۳:۔ پھر خدا کی طرف رجوع لانے کی تصدیق اس بات سے ہوتی تھی کہ وُہ سب مطالبات جو خدا نے اُن سے کئے تھے پُورے کئے جائیں۔ (آیت ۳:۱۰) انہیں تمام دہ یکی خدا کے حضور لانی تھی۔ کوئی حصّہ باقی نہ چھوڑنا تھا۔ اُن کی توبہ کی تصدیق اُن کی دہ یکی ادا کرنے میں دیانتداری سے ہوگی۔ اب اُن کے دل میں خدا کو دھوکہ دینے اور اُسے ٹھگنے کی کوئی خواہش نہ ہوگی۔ جو کچھ اُن کے پاس ہوگا۔ وُہ اُسے خدا کی امانت تصوّر کرینگے۔ اور جو کچھ خدا نے انہیں دیا۔ وُہ اس میں سے تناسب کے ساتھ اُس کی خدمت کے لئے بھی دینگے۔

توبہ اور رجُوع جو ہمیں خدا کے لئے دینے میں ایماندار نہیں بناتی۔ وُہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی۔ ہماری ملکیّت ہمارا ایک جز ہے۔ جب ہم خدا کی طرف رجُوع لاتے ہیں۔ تو ہمیں اپنی ملکیّت کو بھی لانا چاہئے۔

۴:۔ آخر میں خدا کی طرف سے احیا یعنی بیداری کا وعدہ ہے (۳:۱۰) یہ کتنی عجیب آیت ہے! اور احیاء کی کتنی حیرت انگیز تصویر ہے۔ آسمان کے کھلے دریچے۔ برکت کی حد سے زیادہ بارش ہے۔ خدا کی طرف سے جو دینے کے لئے اتنا تیار ہے کہ ہم لینے کے لئے بھی اتنے تیار نہیں۔

اس بیان کو اپنی زندگیوں کے لئے استعمال کریں۔ یہ حقیقتیں ہر ایک زمانہ کے لئے ہیں۔ اور خدا کے یہ وعدے اور تنبیہیں آج ہمارے بھی لئے ہیں۔

آٹھویں فصل

یوایل

مابعد الخروج انبیاء کے تاریخی پس منظر میں ہم نے دیکھا۔ کہ اُس عرصہ کے بعد جس میں ملاکی نے نبوّت کی عزرا اور نحمیاہ یروشلیم میں پہنچ گئے تھے۔ اور ۵۸۶ ق۔م سے ۴۲۵ ق۔م تک محنت کی۔ ہیکل ۵۱۶ ق۔م میں تعمیر ہو گیا۔ اس کے ۵۸ سال بعد عزرا کاہن اپنے احباب کے ساتھ پہنچ گیا۔ (عزرا ۷) اُس نے شریعت اور رسوم کی بحالی کا کام شروع کیا۔ عزرا اس کام کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا تھا۔ (۷: ۱۰) عزرا کی یروشلیم میں واپسی کے چودہ سال بعد یعنی ۴۴۴ ق۔م میں یروشلیم میں لوگوں کی تباہی کا حال سن کر نحمیاہ ایک پارٹی لیکر وہاں آ پہنچا۔ شہر کی برباد شدہ دیواریں تعمیر کیں۔ اور دیوانی عدالت قائم کر دی۔ اس کا کام نحمیاہ کی کتاب میں مندرج ہے اور ۴۲۵ ق۔م میں تمام ہوا۔

علماء کی رائے ہے۔ کہ اس وقت یوایل کی کتاب شروع ہوتی ہے۔ غالباً ۴۰۰ ق۔م کا زمانہ تھا۔ جب ہم اس کتاب کو پڑھتے ہیں۔ تو ایک اور ہی دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ اسرائیل کی شمالی سلطنت

صفحۂ ہستی سے مِٹ چکی تھی۔ اور اس کا کوئی ذکر نہیں۔ سب کچھ یہوداہ اور یروشلیم میں مرکوز ہے۔ کاہنوں اور بزرگوں کا ذِکر ہے۔ مگر کسی بادشاہ کا تذکرہ نہیں۔ لہٰذا ملوکیت ایک داستانِ پارینہ بن کر رہ گئی ہے۔ یہودی تمام روئے زمین پر پراگندہ ہو چکے ہیں۔ (۲-۱:۳) بعل پرستی کا دین اب مذمت کے لئے موجود نہیں۔ روز مرّہ کی قربانی باقاعدہ ہیکل میں گزرانی جاتی ہے۔ (یوایل ۱: ۹) یونانیوں اور ان کے حملہ کی لوٹ کھسوٹ کے اب خطرات رُونما ہو رہے ہیں۔ (یوایل ۳: ۶) اور یروشلیم میں یہودی فرقہ کفار کے تمسخر کا نشانہ تھا۔ (۲: ۱۷)

جب ہم یوئیل کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں خداوند کے یومِ عظیم کی آمد کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن یہ اسرائیل کی عدالت کا دن نہیں۔ بلکہ ایک ایسا دن جبکہ کفار کی افواج ایک آخری معرکہ عظیم کے لئے صف آرا ہونگی۔ اور یہوسفط کی وادی میں انہیں اپنی قطعی بدبختی سے ہم کنار ہونا پڑیگا۔ جبکہ ایماندار عزت سے سرفراز ہونگے۔ ہم یہاں حزقی ایل اور دانی ایل کی تخیل کی دنیا میں ہیں۔

پہلا درس

ٹڈی دل کا حملہ

یوایل ۱:۱-۲۰

یوایل کو نبوت کا موقع اور موضوع ٹڈی دل کے حملے میں ملا۔ جو ملک میں وارد ہوا۔ وہ اس بیرے میں اُن کی آمد اور بربادی کا ذکر کرتا ہے۔ ان کے پے در پے حملوں سے ملک میں کچھ بھی نہ بچنے نہ پایا۔ (۴) اور اس کا نتیجہ قطعی ویرانی ہوا۔ اور ویرانی بھی ایسی کہ خداوند کی قربانی کے لئے بھی کچھ نہ بچا۔ روزمرہ کی نذر موقوف ہو گئی۔ اور یہ انتہائی مصائب تھیں۔ (۱۳ و ۱۴)

اس غیر متوقع اور خوفناک بربادی کے ذریعے نبی چاہتا ہے۔ کہ لوگوں کو از سرِ نو یہ معرفت حاصل ہو۔ کہ وہ خُدا کے ہاتھ میں ہیں۔ (۱: ۱۵) ۴۵۵ ق۔م میں عزرا کی ہدایت سے تمام شریعت قبول کرنے کے بعد لوگ تو ہم کی حد تک قربانی کی رسُوم اور روزمرہ کی نذر میں مُبتلا ہو گئے تھے۔ فی الحقیقت وُہ سمجھنے لگے تھے۔ کہ یہ قومی زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔ (دیکھو یوئیل کی تمہید)

لیکن یوایل کا ماتھا ٹھنکا۔ اور جب یہ ٹڈی کی آفت و تباہی نازل ہوئی اور یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ نذر کے لئے بھی کچھ باقی نہ بچا (۱۳ و ۱۴)۔ اس نے لوگوں کو تلقین کی۔ تاکہ اُن پر یہ حقیقت

منکشف ہو جائے۔ کہ وُہ خدا کے ہاتھوں میں ہیں۔ نیز حقیقی مذہب سوم کا محتاج نہیں۔ بلکہ محبت کرنیوالے اُس خدا کے عرفان اور اُس کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے پر اصلی مذہب کا دارومدار ہے۔ جو اپنی الٰہی مرضی اور قوت کے ذریعے مار بھی سکتا ہے۔ اور جلا بھی سکتا ہے۔

یوایل کے استدلال کا منتہائے کمال پندرھویں آیت ہے۔

یہوواہ قریب ہے اور اس کا دن عنقریب طلوع ہونیوالا ہے۔

آیئے ہم یاد رکھیں۔ کہ خدا کے تمام پاک افعال انسان کی روح کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ تباہیاں صرف گنہگاروں کی تعذیر اور عدالت ہی کے لئے نہیں بلکہ وُہ افراد اور اقوام کو زندگی کے دائمی مسائل پر سنجیدہ طور پر غور کرنے کی دعوت بھی ہیں۔ آفت مجرموں کے لئے تعزیر نہیں۔ بلکہ بنی نوع انسان کے لئے وعظ و تلقین ہے۔ اس سلسلہ میں لوقا ۱۳: ۱-۵ میں یسوع کی تعلیم پڑھو۔ جہاں یسوع تردید کرتا ہے۔ کہ آفتیں ہمیشہ عدالت یا تعذیر کے لئے ہوتی ہیں۔ اور تصدیق کرتا ہے۔ کہ وُہ توبہ کی دعوتیں ہیں۔ اگر افراد اور اقوام ان ہلاکتوں اور تباہیوں سے اس طرح سبق سیکھنا شروع کر دیں۔ تو وُہ خدا کے زیادہ نزدیک ہوتے جائیں گے*

دُوسرا درس

توبہ کی دعوت

یوایل ۲:۱-۱۷

آج کے درس میں دو حصّے ہیں

۱- ۲:۱-۱۱ میں ٹڈی کے مزید حملے کا ذکر ہے۔ نہ صرف دیہاتی علاقہ میں جیسا کہ پہلے باب میں بیان ہؤا۔ بلکہ اب شہروں میں بھی۔ اِس سے یوایل کو خداوند کے دن کی آمد پہلے کی نسبت بہت زیادہ واضح دکھائی دیتی ہے۔

اس نئے حملہ کا ذکر ایک حملہ آور فوج کی زبان میں کیا گیا ہے۔ جو شہر کی دیواروں پر سے گھروں میں بھی گھُس جاتی ہے (۷-۹) یہ ممکن ہے۔ کہ یوایل نے ٹڈی کے اس ہولناک حملہ میں اُس آفت کا اشارہ پایا جو شمال کی طرف سے آہستہ آہستہ یونانی حملہ کی صورت میں پیدا ہو رہی تھی۔

۲- ۲:۱۲-۱۷ اِن آیات میں توبہ کے لئے دو دعوتیں ہیں۔ ایک بیشتر براہ راست لوگوں کے نام ہے (۱۲-۱۶) اور دُوسری کاہنوں اور چرواہوں کے نام (۱۷)

جیسا کہ ہم پہلے درس میں دیکھ چکے ہیں۔ یوایل ایسے زمانہ میں رہتا تھا۔ جبکہ عبادت کی ظاہری رسوم پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ عزرا

اور نحمیاہ نے اس کو نبی اور ناگزیر اہمیت دی۔ اور اب ہیکل کی عبادت اور رسوم لوگوں کی زندگی کا حاصل سمجھے جاتے تھے۔ یہ تھا خطرہ۔ لہٰذا وہ انہیں دِلی توبہ کی دعوت دیتا ہے۔ (۱۳) ایسی دلی دینداری بے صلہ اور بے برکت نہ ہوگی۔ بلکہ خدا اس کا دریا دلی کے ساتھ جواب دیگا (۱۴) اس دِلی توبہ سے کوئی باز نہیں رہ سکتا۔ نہ طفلِ شیرخوار اور نہ عروسِ نوبہار (جو عام طور پر جنگ کے ایام میں آزادی کا دعوےٰ کر سکتے تھے۔ استثنا ۲۴: ۵) اور یہ توبہ کی۔ ایسی ضروری دعوت تھی۔ کہ اس میں تمام کو شامل ہونا تھا۔

ایک بات جسے یہودی ناقابلِ برداشت پاتے تھے۔ وہ کفار کے طعن و تشنیع تھے۔ یہ لوگ یہودیوں کے دعاوی سے آگاہ تھے۔ کہ وہ خدا کے لوگ ہیں۔ اور ہیکل کی عبادت پر جو زور دیا جاتا تھا۔ اُس سے بھی واقف تھے۔ اب انہوں نے ٹڈی کی اس ہولناک آفت کو ان لوگوں پر نازل ہوتے دیکھا۔ جو اپنے آپ کو خدا کی برگزیدہ قوم سمجھتے تھے۔ پس انہوں نے اُن لوگوں کا ٹھٹھا اُڑانا شروع کیا۔ کہ "اب تمہارا خدا کہاں ہے" (۱۷) اگر تم خدا کے برگزیدہ ہو تو یہ آفت اور تباہی کیسی؟

یوایل دعوےٰ کرتا ہے۔ ان طعنوں اور پھبتیوں سے ہی کاہن اور چرواہے خدا کی طرف دعاہیں رجوع ہونگے۔ خدا اپنی قدرت دکھائیگا اور اپنے برگزیدوں کو ان کی طعن و تشنیع سے بچائیگا۔ یسوع کی زندگی میں دو واقعات ہیں جو ہمیں توبہ کی ان دو دعوتوں سے یاد آتے ہیں۔ ایک تو وہ پیرا ہے جس میں یسوع حقیقی عبادت کی بابت بتاتا ہے (یوحنا ۴: ۲۳-۲۴) اور دوسرا (متی ۲۱: ۱۲-۱۳)۔

جہاں ہمارے خداوند نے ان لوگوں کے طعنے سہے۔ جو اسے صلیب دے رہے ہیں۔ وہ تمسخر اُڑاتے تھے "اُس نے خُدا پر بھروسہ کیا۔ اگر وہ اُسے چاہتا ہے اب اِسے چھڑالے"۔

خدا ٹھٹھا اڑانے والوں سے دانا ہے۔ اور وہ ایک الہٰی منصوبہ میں لگا ہُوا ہے جسے ٹھٹھا اڑانے والے قیاس نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے ٹھیک وقت پر اُن لوگوں کو راستباز ٹھیرائیگا جو اُس پر بھروسہ کرتے ہیں +

تیسرا درس

نجات

یوایل ۲: ۱۸-۳۲

اب ہم لوگوں کی توبہ کے صلے میں خدا کے جواب کا مطالعہ کرینگے۔ وہ جواب دو حصّوں میں منقسم ہوتا ہے۔

۱۔ فراوانی کی بحالی۔ (۱۸-۲۷)

۲۔ پاک رُوح کا وعدہ۔ (۲۸-۳۲)

۱۔ یوایل کی طرف سے توبہ کی دعوت سترھویں آیت کے ساتھ تمام ہو گئی۔ اور یہ اغلب ہے۔ کہ سترھویں اور اٹھارویں آیت

کے درمیان کافی وقفہ پڑا۔ اُس کی اپیل کو کامیابی ہُوئی۔ اور لوگوں نے ٹڈی دل کے حملوں کے روحانی مطلب کو بھانپ لیا۔ وُہ توبہ واستغفار کے ساتھ خدا کی طرف رجُوع ہُوئے۔ خدا نے سُنا اور جواب دیا۔ شمالی ٹڈی دل مشرقی ومغربی سمندر میں اس طرح اُڑ جائیں گے جس طرح ہوا میں تنکا۔ اُن کے ہر وہ جسم سے تعفن اور بدبو پھیلے گی۔ (۲۰) پھر فراوانی اور زرخیزی آئیگی۔ فصلیں لگیں گی۔ انسانوں اور حیوانوں کے لئے غلہ کی فراوانی ہوگی۔ نہ صرف یہ بلکہ اچھی فصلوں کے ذریعے ہولناک ٹڈی کے نقصان کا خسارہ بھی برابر کر دیا جائیگا۔ (۲۵)

یہ ہے تصویر مادی جواب کی جو خدا اپنے لوگوں کی توبہ پر دیتا ہے یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں :۔

ا :۔ انسان کی توبہ کا جواب ہمیشہ نہ صرف روحانی بلکہ مادی منفعت ہوتا ہے۔ جب ہمارا رشتہ خدا کے ساتھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ تو کسی نہ کسی طرح ہمارے مادی مفاد بھی رو بہ ترقی ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گھر۔ کاروبار۔ شادمانی سب پر ہی خدا کی برکت کی مُہر لگ جاتی ہے۔

ب :۔ خدا نے وعدہ کیا۔ کہ "برسوں کا حاصل" جو ٹڈی کی نذر ہُوا۔ وُہ بھی پورا کر دیا جائیگا۔ (۲۵) گناہ ایک گھُن ہے۔ ایک ٹڈی ہے جو ہماری کشتیٔ حیات اور اس کے حاصل کو چٹ کرتی ہے۔ اُن سالوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ جو خدا کی خدمت میں صرف ہو سکتے تھے۔ لیکن اگر خالص توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع کریں تو ضائع شدہ سالوں کا خسارہ بھی پورا ہو جائیگا۔ پچھلے سال وقت کے لحاظ سے گزر چکے ہیں۔ واپس نہیں آسکتے۔ لیکن آنیوالے سال خدا کی

ہدایت و استعانت سے ایسے مفید اور پُر منفعت ثابت ہو سکتے ہیں۔ کہ گذشتہ سالوں کی خشکی اور خسارہ خدا کی نظر میں پُورا ہو سکتا ہے۔

۲:- لیکن خدا کی طرف سے توبہ کا جواب نہ صرف دنیاوی و ارضی زندگی کے لئے مادی برکات ہی ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی ایک بخشش پاک رُوح بھی ہے۔ (۲۸-۳۲) اس وعدۂ عظیم کے باعث یوایل پینتیکوست کا نبی کہلاتا ہے۔ اس وعدہ کی شرائط پینتیکوست کے روز ٹھیک اس طرح پُوری ہوئی۔ کہ پطرس اپنے وعظ اعمال (۲:۱۷-۲۱) میں عین یہ لفظ استعمال کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ "ہر فردِ بشر" سے یوایل کا مطلب صرف یہودی قوم تھا۔ کیونکہ غیر قومیں تباہ ہونے کو تھیں۔ جیسا کہ ہم تیسرے باب میں مطالعہ کرینگے پطرس نے جب یہ اقتباس پینتیکوست کے دن استعمال کیا۔ اس کا مطلب بھی یہودی قوم ہی تھا۔ اور اس کے کافی عرصہ بعد اُسے خدا کے مقصد کی معرفت حاصل ہُوئی۔ کہ خدا رُوح کی یہ بخشش سب ایمانداروں کو عطا کریگا۔ خواہ وُہ یہودی ہوں یا غیر قوم (اعمال ۱۰:۴۵) یہ ایک اور نبی کا کام تھا کہ خدا کے معاف کرنے والے فضل کی رویا دیکھے جو غیر قوموں کو ملیگا۔ یہ ہم یوناہ نبی کی کتاب میں پڑھیں گے۔

رُوح پاک کے نازل ہونیکے متعلق یوایل کی پیشین گوئی پینتیکوست کے دن پوری ہُوئی۔ ہم رُوح کی قوت اور اختیار کے زمانے میں رہتے ہیں۔ یسوع نے یوحنا رسول کی انجیل کے ۱۴-۱۵ اور ۱۶ ویں باب میں ہم پر منکشف کر دیا۔ کہ رُوح پاک کن کن مختلف طریقوں سے ہماری انسانی کمزوریوں میں ہماری دستگیری کریگا۔ کیا ہم نے خدا کی اس عظیم ترین بخشش سے فائدہ اٹھایا؟ کیا وُہ رُوح پاک جو باپ ضرورتمند انسانوں کو

کو عطا کرتا ہے ہماری ذاتی ملکیت بن گیا۔ یوحنا ۱۱: ۱۳ کا وعدہ ہر ایماندار کی زندگی میں اب بھی پُورا ہو سکتا ہے +

چوتھا درس

غیر معبودوں کی عدالت

یوایل ۳: ۱-۲۱۔

اب تک یوایل نے غیر معبُودوں یعنی کفار کے متعلق ۲: ۱۷ کے ماسوا اور کچھ نہیں کیا، اور یہ ہم پہلے ہی دوسرے درس میں دیکھ چکے ہیں۔ لیکن اس پچھلے باب میں اسرائیل کی اسیری مانی ہُوئی بات ہے (۱) ایک وعدہ ہے کہ یہ ختم ہوگی اور ملک کو حملہ آور سے آزادی دلائی جائیگی۔

بعض بعض قومیں عدالت کے لئے چُنی جاتی ہیں۔ اور کتاب کا اختتام ملک میں فوق العادۃ زرخیزی کی رویا کے ساتھ ہوتا ہے۔ غالباً یوایل نے یہ باب اپنی باقی پیشین گوئیوں کی نسبت مختلف حالات اور کسی دوسرے وقت لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

تمام غیر معبُود قومیں عدالت کے لئے اکٹھی کرکے ایک وادی میں لائی جائیں گی۔ جس کا نام نبی پہلے یہوسفط بتاتا ہے۔ (۳: ۲) اور پھر انفصال کی وادی کہتا ہے (۳: ۱۴) لیکن جو وادی اس منظر

کی آماجگاہ بنتی ہے۔ وہ وادیٔ قدرون ہے اور اسے یہوسفط کا نام دیا جاتا ہے۔ غیر اقوام کی عام عدالت کے علاوہ خاص قومیں نام لے لے کر علیحدہ کی جاتی ہیں۔ یہ اسوری یا اہل بابل نہیں۔ وہ تو کبھی کے ہلاک ہو چکے ہیں۔ نہ سامری۔ یا موابی یا آمونی ہیں جنہوں نے یہودیوں پر اُن کی بابل سے مراجعت کے ابتدائی ایام میں عرصۂ حیات تنگ کیا تھا۔ یہ خاص قومیں صور وصیدا۔ فلستین اور ادوم و مصر ہیں۔ (۴ و ۱۹) پہلی تین کا جرم یہودی عبادت گاہ سے خزانے کی چوری (۵) اور یہودی مرد۔ عورتوں اور بچوں کا غلام بنا کر فروخت کرنا ہے۔ ادومی اور مصریوں کا گناہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے بے گناہ یہودیوں کا خون بہایا۔ (۱۹) چونکہ ہم نحمیاہ کے بعد اسور کی تاریخ سے آگاہ نہیں۔ اس لئے ہم نہیں بتا سکتے۔ کہ ان واقعات کا اشارہ کس طرف ہے۔ ہمیں جو کچھ معلوم ہے۔ وہ اس قدر ہے۔ کہ پانچویں صدی کے بعد اسوری غلام جوق در جوق یونان میں لائے جاتے تھے۔ (۶)

اس بے پناہ ہلاکت میں سے یہوداہ صحیح و سالم بچ نکلیگا۔ کیونکہ خدا کی حضوری اس کے تحفظ کی ضامن ہے۔ (۲۰ و ۲۱) علاوہ بریں فلسطین ایک دفعہ پھر خدا کا خیابان ہوگا۔ اور خداوند کے مسکن سے برکت کا ایک چشمہ پھوٹ نکلیگا۔ (۱۷ و ۱۸)

اس کتاب کا مطالعہ ختم کرتے وقت ہمیں دو واقعات ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔

۱۔ وہ حقیقت جس نے یہودی قوم کو آفتوں۔ ایذاؤں اور اسیری میں جادۂ مستقیم سے بھٹکنے نہ دیا۔ اور انہیں محفوظ رکھا۔ وہ یہ عقیدت تھی۔ کہ وہ خدا کی برگزیدہ قوم ہیں۔ بلا شبہ اُن کا نصب العین تنگ

تھا۔ اور جو معنی یسوع خداوند نے بتائے اُس کی رُو سے مسیحی نہ تھا۔ لیکن ہمارے لئے بھی انقلابات اور زندگی کی آزمائشوں اور غمناکیوں میں یہ ایقان اور عقیدت کہ ہم خدا کی ملکیت ہیں ایک محفوظ رکھنے والی قوت ثابت ہوگی۔

۲:- اس عقیدت سے قریبی تعلق رکھنے والا یہ غیر متزلزل یقین تھا۔ کہ وہ مقام جہاں خداوند ربّ الافواج سکونت پذیر ہے۔ وُہ مقدس اور ہلاکت سے بالا ہے۔ اور اس قسم کے مسکن سے برکت کا سوتا بہہ نکلیگا۔ (۱۷ و ۱۹ و ۲۱) پس اُن کا ایمان تھا۔ کہ یروشلیم اور ہیکل کبھی تباہ نہ ہونگے۔ وُہ اس نوبت تک غلطی پر تھے۔ کہ اُن کے مسیح سے انکار کا نتیجہ یہودیوں کی قطعی تباہی اور ہلاکت ہوا۔ یروشلیم کو ۷۰ء میں طیطس نے مسمار کر دیا۔ اور یسوع خداوند کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

تاہم ہمارے لئے اس میں یہ حقیقت مضمر ہے۔ کہ وُہ زندگی جس میں خدا بستا ہے۔ اور جو خداوند کے قبضہ میں ہے دائم رہے گی۔ برکت اور بارآور خدمت کا سرچشمہ بن جائیگی۔ یہ سب کچھ اُس رُوح الہٰی کے طفیل ہوتا ہے۔ جو ہمارے باطن میں سکونت پذیر ہوتا ہے۔ اور پینتکوست کے دن عطا ہُوا۔ اور ہم سب کو مل سکتی ہے۔ دیکھو یوحنا ۷: ۳۷-۳۹)+

نویں فصل

یُوناہ نبی کی کِتاب

تمہید

نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ ہر خاص و عام مسیحی کے لئے اس عجیب کتاب کا محض ایک ہی قابلِ یادواقعہ ہے۔ وُہ یہ کہ اس میں یوناہ اور مچھلی کا بیان پایا جاتا ہے۔ تو بھی یہ کہنے میں کوئی ہرج نہیں۔ کہ پرانے عہدنامے میں کوئی کتاب الہامی تعلیم کے لحاظ سے اس اُونچے درجے تک نہیں پہنچتی۔ اور نہ خدا کی عالمگیر محبت ہی اس صفائی اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ کتاب کا خاص مضمون اعمال ۱۱: ۸ کے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ "خدا نے غیر اقوام کو بھی زندگی کے لئے توبہ کی توفیق دی ہے"۔ پرانے عہدنامے میں اور کہیں بھی یہ بات اس خوبصورتی اور وضاحت سے بیان نہیں کی گئی۔ یہ خدا کی محبت۔

کتاب کے طرزِ بیان اور ۳: ۳ میں نینوہ کے بیان کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کتاب کی تاریخ تصنیف ۳۰۰ ق۔م سمجھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ نبیوں کا سِلسلہ ۲۰۰ ق۔م تک بند ہو چکا تھا۔ لہٰذا یہ اس کے بعد کی نہیں ہو سکتی۔ ۳۰۰ ق۔م پر عام آرا کا اتفاق ہے۔

امتّی کا بیٹا یوناہ گلیل کے علاقے جات حیفر کا باشندہ یربعام ثانی کے عہد حکومت کے شروع میں ظاہر ہوا۔ لہٰذا یہ قریباً ۷۸۰ ق۔م میں موجود تھا۔

(۲ سلاطین ۱۴: ۲۵) اگر یہ کتاب اس ہی نے تصنیف کی۔ تو یہ عاموس کی کتاب سے بھی ایک پشت پہلے کی ہو جاتی ہے۔ لیکن کتاب میں کوئی ایسی دلیل اور دعوٰے نہیں۔ کہ یہ کتاب یوناہ بن امتّی ہی کی تصنیف ہے۔ اس میں صرف اس کے ساتھ خدا کے سلوک کا بیان ہے اور اب یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ یہ یوناہ کی تصنیف نہیں ہے۔

ہم اس کتاب کی بابت کیا سمجھیں کہ آیا یہ حقیقی واقعہ کا تواریخی بیان ہے یا محض نصیحت آمیز تمثیلی بیان ہے؟ اس کے متعلق مختلف خیالات و آراء پائی جاتی ہیں۔ بہتوں کا خیال ہے کہ چونکہ مسیح اس بیان سے اقتباس پیش کرتا ہے۔ (متی ۱۲: ۳۹ و ۴۱۔ لوقا ۱۱: ۲۹-۳۰) لہٰذا یہ اس بات پر ایک مہر ہے کہ یہ ایک تواریخی بیان ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ مسیح کا لگاتار کہانیوں اور تمثیلوں کا استعمال کرنا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ واقعات جن کا وہ ان تمثیلوں میں ذکر کرتا ہے۔ حقیقی واقعات ہیں۔ مثلاً مسرف بیٹے یا دولتمند اور لعزر کی تمثیل میں شخصوں کا ذکر کرنا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ یہ

شخص حقیقت میں ہو گزرے ہیں ۔ تو بھی ہمیں ہرگز یہ خیال نہیں
کرنا چاہیئے ۔ کہ کتاب کی روحانی قدر و قیمت اس بات پر منحصر ہے
کہ وُہ تواریخی ہے یا تمثیلی ۔

اس کا خاص پیغام کیا ہے ؟

روحانی تکبّر اور جھوٹی قوم پرستی کے برخلاف پر زور احتجاج یا
انکار ہے ۔ یہ کتاب بڑے زور کے ساتھ بیان کرتی ہے ۔ کہ خدا کا
پیار اور فکر یہودی تعصب اور سیاسی تنگ خیالی کی حدود سے
کہیں زیادہ وسیع ہے اور کہ خدا غیر اقوام کی توبہ سے ویسا ہی خوش
ہوتا ہے جیسا کہ یہودیوں کی توبہ سے ۔ مصنف کے خیال میں اسرائیل
کا خدا سب لوگوں کی فکر کرتا ہے ۔ تائب غیر اقوام اتنی ہی جلدی
معافی حاصل کر سکتی ہیں جتنی جلدی یہودی ۔ اس سے بڑھکر
یہ کہ خدا ان کو ڈھونڈتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وُہ توبہ کریں ۔ مسیحی
مذہب سے پیشتر کے علم ادب میں کہیں بھی خدا کے متعلق اس سے زیادہ
وسیع ۔ اعلےٰ اور پُر محبت خیال پایا نہیں جاتا ۔ جیسا کہ اس چھوٹی کتاب
میں پایا جاتا ہے ۔ اس کی تعلیم یہودیوں کے قومی فخر اور تنگ خیالی کے
مقابلے میں کہیں بڑھ چڑھ کر ہے ۔ حتّٰی کہ مسیح کے زمانے تک بھی یہ
سچ نظر آتا ہے ایک مصنف نے اس چھوٹی مگر نرالی کتاب کے متعلق
کہا ہے ۔ "میں چاہتا ہوں ۔ کہ ہر ایک کو جو اس کے قریب آتا ہے ۔
آگاہ کروں ۔ اپنے پاؤں سے جوتی اُتار کیونکہ وُہ جگہ جہاں تو کھڑا ہے پاک ہے"
پرانے عہدنامے میں یہ سب سے بڑی مشنری یا بشارتی کتاب ہے ۔

یہ کتاب چار بابوں کے مطابق چار حصوں میں منقسم ہے لیکن روزانہ مطالعہ کے
لئے ان کے ماتحت اور چھوٹی تقسیمیں کرنی پڑینگی :۔ باب ۱ ۔ نافرمانی اور
اس کا نتیجہ ۔ باب ۲ ۔ دعا ۔ باب ۳ ۔ دوسرا موقعہ ۔ باب ۴ ۔ تائب کیلئے خدا کی محبت ۔

پہلا درس

خدمت کے لئے یوناہ کو دعوت

یوناہ ۱:۱-۵

یہ باب تین حصّوں میں منقسم ہو سکتا ہے۔

۱- یوناہ کی دعوت ۱:۱-۲

۲- یوناہ کا جواب ۱:۳-۱۱

۳- سزا ۱:۱۲-۱۷

۱- ایک مُبشّر ہونے کے لئے یوناہ کو دعوت

ہم یوناہ کی بابت دوسرے نبیوں کے مقابلے میں بہت کم جانتے ہیں۔ اس کی بابت کلام میں صرف ایک ہی چھوٹا سا بیان ہے جو دوسرے سلاطین ۱۴:۲۵ میں پایا جاتا ہے۔ اس کی بچپن کی تربیت اور کام کی بابت ہمیں کوئی علم نہیں۔ یہ یربعام ثانی ایک بڑے مگر طاقتور بادشاہ کا ہمعصر تھا۔ اس بادشاہ نے اپنی ۴۱ سالہ حکومت کے عرصے میں اسرائیل کی سلطنت کو بہت ترقی دی۔

خدا کے حکم پر عمل کرنے میں یوناہ کی نارضامندی کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اس امر کو ذہن نشین کریں۔ کہ بت پرست لوگوں کو ہر ایک یہودی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور یہ اُن کے

خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ کہ وُہ توبہ کر سکتے ہیں۔ یا خدا اُن کی توبہ کو قبول کر سکتا ہے۔ یہودیوں کا اعتقاد تھا۔ کہ خدا بُت پرست لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔ اور کہ ان کے لئے صرف ایک ہی چیز مقرر ہے۔ اور وُہ ان کی بربادی و تباہی ہے۔ یہ اُن کے خیال و گمان سے بھی باہر تھا۔ کہ خدا اپنی برگزیدہ قوم کے علاوہ اور بھی کسی کی بہتری ڈھونڈھتا ہے۔ ان کے خیال میں غیر اقوام کی توبہ اور نجات نہیں۔ بلکہ ان کی سراسر بربادی اور تباہی ہی خدا کی بادشاہت کو قائم کرنے کا واحد ذریعہ و طریقہ تھا۔ شروع میں یوناہ بھی پورے طور پر اسی عام خیال کا معتقد تھا۔

اس لئے اب جبکہ یوناہ کو خدا کا پیغام ملا۔ تو وُہ گھبرا گیا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اگر وُہ نینوہ کو جائے اور وہاں منادی کرے۔ تو وُہ بُت پرست لوگ توبہ کر کے خدا کے ہاتھ سے بچ جائیں جو کہ اس کی تنگ خیالی سے بعید تھا۔ لہٰذا اس نے سوچا۔ کہ یہی بہترین تجویز ہے۔ کہ خدا کے حکم کو ٹال دُوں اور اتنی دُور بھاگ جاؤں جتنی دُور میں جا سکتا ہُوں۔

یہ خیال کہ بُت پرست لوگوں کے لئے خدا کے پاس محض سزا اور بربادی ہی ہے۔ خدا کے اس مقصد سے ہم آہنگ نہیں جو اس نے یہودی قوم کے بانی ابراہام پر ظاہر کیا۔ پڑھو پیدائش ۱۲: ۳ اور ۲۲: ۱۸ جہاں خدا وعدہ کرتا ہے۔ کہ ابراہام کی نسل سب قوموں کے لئے برکت کا باعث ہوگی۔ بعد ازاں اضحاق (پیدائش ۲۶: ۴) اور یعقوب (پیدائش ۲۸: ۱۴) پر بھی یہ مقصد ظاہر کیا گیا۔ جس سے اس مقصد کو اور بھی تقویت ہو گئی خدا کے اعلےٰ مقصد کے مطابق اسرائیل کو زمین کی "سب قوموں

کے لئے برکت کا باعث بنناتھا۔ لہٰذا یہودی قوم کا خاص کام اس کے آغاز ہی سے مشنری اور بشارتی تھا۔

لیکن اسرائیل نے خدا کے اس مقصد کو فراموش کر دیا اور غرور میں آکر سوچنے لگے۔ کہ محض وہی خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں اور باقی سب اس کی حفاظت اور توبہ کے امکان سے باہر ہیں۔ یہ ساری کی ساری کتاب اور یوناہ کا تجربہ اس خیال کو باطل ثابت کرنے کے لئے ظہور میں آیا۔

سو یوناہ خدا کی دعوت کا شنوا نہ ہوا۔ بلکہ ترسیس کو بھاگ گیا۔ ترسیس۔ بحیرۂ روم کے مغربی کنارے ملک سپین میں فنیکیوں کی ایک آبادی تھی۔ خدا نے یوناہ کو نینوہ کو جانے کا حکم دیا تھا۔ جو کہ ۵۰۰ میل مشرق میں تھا۔ لیکن یوناہ نے خدا کی دعوت اور مقصد کو ٹالنے کی خاطر ۲۰۰۰ میل مغرب کی طرف ترسیس کو بھاگنے کی تجویز سوچی۔ کسی کا یہ خیال کرنا کہ وہ اپنی جائے رہائش کے تبدیل کرنے سے خدا کی مرضی اور ارادے کو ٹال سکتا ہے کیا ہی بیوقوفی ہے۔

ہو سکتا ہے۔ کہ یوناہ کے دل میں اور بھی وجوہات ہوں۔ جنہوں نے اسے خدا کے حکم کی فرمانبرداری سے روکا ہو۔ نینوہ ۵۰۰ میل کے فاصلے پر تھا۔ وہاں کا سفر نہایت کٹھن تھا۔ جس میں بہت خطرات اور مشکلات کا سامنا تھا۔ وہ اپنے خاندان کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا؟ شاید وہ یہ بھی سوچتا ہوگا۔ کہ نینوہ کے لوگ از حد بُرے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ میری منادی کے سبب وہ غصے میں آجائیں۔ اور مجھے مار ڈالیں۔ اس کے خیال میں وہ ہر حالت میں بُچے لوگ تھے جو محض اسی لائق

تھے۔ کہ خدا انہیں اپنے غضب کی آگ سے بھسم کر ڈالے۔ شاید یوناہ اپنے دل میں یہ بھی بہانہ بناتا ہوگا۔ کہ اسرائیل ہی میں یربعام ثانی کی حکومت اس قدر خراب ہے۔ کہ اس میں بیداری پیدا کرنے اور توبہ کی رغبت دلانے کی سخت ضرورت ہے۔ وُہ سوچتا تھا۔ کہ ان حالات میں اس کے لئے یقیناً یہی بہتر ہے۔ کہ وُہ اپنے ہی گھر ٹھیرے۔ اور اپنے ہی لوگوں میں خدا کی خدمت انجام دے۔ جہاں اس کی سخت ضرورت ہے۔ کیا ضرورت ہے۔ کہ وُہ اتنے دُور دراز شہر کو جائے جو اس قدر خراب ہے کہ وہاں کے لوگ نہ ہی اسے قبول کرینگے اور نہ ہی خدا کے پیغام کو؟ یوناہ کے خیالات کچھ اسی قسم کے تھے۔ آج کل ہمارے بھی اسی قسم کے خیالات ہوتے ہیں۔ جب خُدا ہمیں کسی مشکل اور پُر خطر خاص کام کے لئے بلاتا ہے۔ تو ہم خدا کے بلاوے کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یوناہ کی طرح بہت سے بہانے بناتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ سچی خوشی اور حقیقی برکت ہم اور ہمارے خاندان اور کام میں اسی وقت ظاہر ہوگی۔ جب باوجود ہر قسم کی مشکلات کے ہم خدا کی مرضی پر چلیں گے۔ اور اس کے ارادے کو پُورا کرینگے۔ اگر ہم اس سے ٹلنے کی کوشش کرینگے تو کسی آفت میں اپنا خاتمہ کرینگے +

دُوسرا درس

خُدا کی دعوت اور یوناہ کا جواب

یوناہ ۱:۳-۹

گزرے درس میں ہم دیکھ چکے ہیں ۔ کہ خُدا کا فرمانبردار ہو کر نینوہ جیسے خراب شہر کو جانے اور وہاں منادی کرنے میں یوناہ کس قدر ناخوش تھا ۔ ہم ذرا تفصیل کے ساتھ اس کا مُطالعہ کریں ۔ کہ اس نے کس طرح ٹلنے کی کوشش کی ۔

۱۔ یوناہ نے خدا کی حضوری سے بھاگنے کی کوشش کی (۱:۳)

اس نے خیال کیا ۔ کہ اگر وُہ اسرائیل کے ملک سے کافی دُور چلا جائے تو وُہ اس کی حضوری سے دُور ہو جائیگا ۔ جو ایک چیلنج کی صورت میں اس کے لئے ازحد بے چینی کا باعث تھی ۔ یہودیوں کے تصور کے مطابق خدا اسرائیل ہی کی سرزمین میں رہتا تھا ۔ اور اس کا اثر بہت حد تک محض اسی زمین تک محدود تھا ۔ جس میں اس کے لوگ بودوباش کرتے تھے ۔

مگر نہ ہی یوناہ اور نہ ہی آج ہم اس کی حضوری سے اِس طرح دُور ہو سکتے ہیں ۔ وُہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے ۔ اور اس کی قدرت اس کی سب مخلوقات پر چھائی ہوئی ہے ۔ یہ واقعہ نہ صرف ہم کو آگاہ کرتا ہے کہ ہم اس کی الٰہی اور پاک مرضی کو

ٹال نہیں سکتے۔ بلکہ یہ ہمارے لئے ہمّت افزائی اور تسلّی کا باعث بھی ہے۔ کہ جہاں کہیں ہم اس کے حکم سے جاتے ہیں۔ اس کی حضوری ہمارے ساتھ رہتی ہے۔ اور وہ ہمیں آرام و چین بخشتا ہے۔ خروج ۳۳ : ۱۴ - یوناہ نے جب آخرکار خدا کا حکم مانا۔ اور نینوہ کو گیا تو اس نے معلوم کیا۔ کہ خدا اس کے ساتھ ہے اور کہ اس کی حضوری ایسی چیز نہیں جس سے دوری اختیار کی جائے بلکہ وہ ایسی چیز ہے۔ کہ جس کی موجودگی میں خوشی اور راحت حاصل ہوتی ہے۔

۲ - یوناہ کس قدر بیوقوف اور بے عقل آدمی تھا۔ وہ خدا کا حکم مان کر ۵۰۰ میل مشرق کی طرف نینوہ کو جانے کو راضی نہ ہوا۔ لیکن اس کے لئے بالکل تیار ہوگیا کہ خدا کی مرضی کو ٹال کر قریباً ۲۰۰۰ میل کا لمبا اور خطرناک بحری سفر اختیار کرے۔ یہودی سمندر سے نفرت کرتے اور اس سے ڈرتے تھے۔ تو بھی یوناہ اس خطرے میں پڑنے کو تیار تھا۔ تاکہ وہ کسی طرح نینوہ کو جانے سے بچ جائے۔ وہ فرمانبرداری کے ۵۰۰ میل کے سفر سے کانپ اٹھا۔ لیکن نافرمانی کے ۲۰۰۰ میل کے سفر کو خوشی سے قبول کیا۔

ہم بھی بہت دفعہ عین اسی طرح کرتے ہیں۔ ہم سوچنے لگتے ہیں کہ ہمارے اپنے طریقے اور تجاویز خدا کی تجاویز اور مرضی سے بہتر ہیں۔ ہم خدا کی مرضی کو مشکل پاکر اس سے پھر جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آخرکار ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارا اپنا طریقہ جو ہم نے خود اختیار کیا زیادہ مشکل۔ فضول اور خطرناک ہے۔

۳ - غور کیجئے۔ خدا نے یوناہ کو روکا نہیں بلکہ اُسے یافہ تک جانے دیا۔ تاکہ وہاں سے تری کا سفر شروع کرے۔ خدا اُسے روک سکتا تھا۔ اور اسے مجبور بھی کر سکتا تھا کہ وہ نینوہ کو جائے۔ لیکن خدا اپنے خادموں کے ساتھ ایسا نہیں کرتا۔ خدا نے یوناہ کو عین اسی طرح جانے دیا جس طرح مسرف بیٹے کی تمثیل میں باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو دُور دراز ملک کو جانے دیا۔ گو کہ اس کا دل نہایت آرزومند تھا کہ اسے گھر ہی میں رکھے۔

بہت دفعہ خدا یہی پسند کرتا ہے۔ کہ ہم اپنی غلطیوں سے سبق حاصل کریں۔ یوناہ تب ہی فرمانبردار ہوا جب اس نے جان لیا کہ وہ خدا سے بچ نہیں سکتا اور مسرف بیٹا بھی تب ہی گھر کو پھرا اور فرمانبردار فرزند بن کر اپنے باپ کے گھر رہنے کو راضی ہوا جب وہ ایک تلخ تجربے میں سے گزر چکا۔

بہت دفعہ خدا ہمیں اپنی ہی راہ اختیار کرنے دیتا ہے تاکہ وہ ہماری بیوقوفی اور ہمارا گناہ ہم پر ظاہر کرے اور اس طرح وہ ہمیں اپنے راستے پر واپس لاتا ہے۔ تاکہ ہم جان جائیں۔ کہ یہی ہمارے لئے بہترین اور دانائی کی راہ ہے۔

۴:- یوناہ کی حرکات کا ملاحظہ کیجئے۔ جوں ہی وہ الٰہی حضوری سے بچنے کے لئے نہایت جلدی میں یافہ پہنچا تو اس نے وہاں پہنچتے ہی ایک جہاز چلنے کو تیار پایا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اس نے اس کو نہایت ہی نیک فال تصور کیا۔ وہ فوراً دفتر میں گیا۔ اور اپنے ٹکٹ کا کرایہ ادا کیا۔ (۱: ۳) خیال کیجئے کہ وہ انسان کے ساتھ کس قدر دیانتدار تھا۔ تو بھی اس سارے عرصے میں وہ خدا کو دھوکا دینے اور اپنے فرائض کی ادائیگی سے بچنے کی کوشش

کرتا رہا۔ کیا ہم بھی اکثر اوقات ایسا نہیں کرتے؟ ہم اپنے بل اور قرض ادا کرتے ہیں۔ لیکن اس سب سے بڑے قرض کی طرف سے بالکل لاپروا رہتے ہیں۔ جس کے ہم خدا کے قرضدار ہیں یعنی جو خدا کا ہے خدا کو ادا نہیں کرتے۔ وُہ قرض ہماری محبت اور جاں نثاری کی خدمت ہے۔

جب یوناہ جہاز پر سوار ہو گیا۔ تو اُس نے جہاز کے نیچے اُتر کر ایک خاموش جگہ پائی جہاں وُہ لیٹ کر سو گیا (۱: ۵) اس طرح سے بھی اس نے کوشش کی کہ خدا کی آواز بند ہو جائے۔ اور اس کی اپنی ضمیر کی آواز خاموشی اختیار کرے۔ اس نے سوچا۔ کہ اگر وُہ سو جائیگا تو وُہ خدا کے حکم کو بھول جائیگا۔ لیکن یہ نہ ہو سکا۔ جہاز کے بُت پرست ناخدا نے اُسے جگایا اور اس سے کہا۔ کہ اس آفت کے وقت اپنے خدا کو پکار۔ (۱: ۶)

یوناہ کسی غیر ضروری تکلیف اور خطرے میں پڑ گیا۔ کیونکہ اس نے خدا سے بچنے کی کوشش کی۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر وُہ خدا کا حکم مان لیتا۔ گو کہ وُہ پوری طرح سمجھ بھی نہ سکتا تھا۔ کہ خدا اسے کیوں نینوہ کو بھیجنا چاہتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری نہیں۔ کہ خدا ہمیں کیوں بلاتا اور حکم دیتا ہے۔ لیکن یہ سب سے ضروری ہے۔ کہ ہم فوراً اس کے احکام کی تعمیل کریں۔

تیسرا درس

یُوناہ کی سزا اور تربیّت

یوناہ ۱:۱۰-۱۶۔

یوناہ کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ سیکھ لے۔ کہ وُہ خدا کی مرضی سے جو وُہ اس کے لیے رکھتا تھا ٹل نہیں سکتا۔ اسے سیکھنا تھا۔ کہ نینوہ کے گنہگار لوگ خدا کو اس قدر پیارے تھے کہ یوناہ کا وہاں جانا اور منادی کرنا ازحد ضروری تھا۔

خدا نے یوناہ کو کس طرح فرمانبرداری سکھائی؟

۱۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ کہ خدا نے یوناہ کے بھاگنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ بلکہ حقیقت میں بھاگنے کے لئے تمام حالات موافق آئے اور اس نے ترسیس کے دُور دراز شہر کو جانے کو ایک جہاز بالکل تیار پایا۔

لیکن یوناہ کو سیکھنا پڑا۔ کہ وُہ اس طرح خدا سے بچ نہیں سکتا۔ جیسا کہ ہم اُس کی اقراری دعا کے مطالعہ کے وقت دیکھیں گے۔ یوناہ نے معلوم کر لیا۔ کہ سمندر کے گہراؤ میں بھی خدا کی حضوری نے اسے ڈھونڈ لیا (زبور ۱۳۹:۱-۱۲)۔ ایک یہودی کے لئے یہ سبق سیکھنا آسان نہ تھا۔ کیونکہ اس کا یقین تھا۔ کہ خدا اسرائیل ہی کی سرزمین سے علاقہ رکھتا اور

اسی میں سکونت کرتا ہے جتنا عرصہ یوناہ اس خیال کے زیر اثر رہا۔ اتنی دیر تک اس کے لئے خدا کی دعوت پر لبیک کہنا تقریباً ناممکن رہا۔ کہ وُہ دُور دراز بت پرست نینوہ شہر کو جائے اور ان میں توبہ کی منادی کرے۔ لہٰذا خدا نے یوناہ کو یہ بڑا سبق سکھایا۔ کہ اس کی حضوری۔ اس کی مرضی اور اس کے احکام سے محض بھاگنے سے کوئی ٹل نہیں سکتا۔ ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اگر خدا ہمیں کسی خاص مشکل کام کے لئے بلاتا ہے۔ اگر اس کی مرضی میں ہمیں دکھ۔ مُصیبت اور رنج اٹھانا ہے۔ اگر وُہ اپنی بادشاہت اور اپنے کام کی خاطر ہم سے کچھ فیصلے طلب کرتا ہے۔ تو ہمیں کبھی دلی چین حاصل نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی ہم اس کی حضوری سے بچ سکیں گے خواہ ہم دل بہلانے کے لئے کسی دوسرے طریقے کی طرف رُخ کریں یا اس واقعہ کو بھلانے کی کوشش کریں۔ جیسا یوناہ کے ساتھ ہُوا ویسا ہی ہمارے ساتھ ہوگا۔ نہ ہی دُوری نہ ہی فاصلہ نہ ہی دوسری مصروفیت اور نہ ہی نیند سے ہمیں آرام و چین حاصل ہوگا۔

۲۔ خدا نے یوناہ کو سزا دی اور اسے تجربے سے سکھایا کہ قصورواروں کی راہ کٹھن ہے اور کہ خدا سے بھاگنے کی کوشش میں اس کی نافرمانی اور بیوقوفی نے جہاز کے سب مسافروں کو بڑی بھاری مصیبت اور بلا میں پھنسا دیا جو شاید ان کی موت کا بھی باعث ہو جاتی۔

یوناہ نے نیند سے بیدار ہوتے ہی طوفان کے شور کو سُنا۔ لہروں کو ٹکراتے دیکھا اور جہاز کو بُری طرح ڈگمگاتے پایا۔ سب طرف ملاح اور مسافر ازحد ڈرے اور گھبرائے ہُوئے شور مچاتے اور چیخیں مارتے تھے۔ ہر ایک اپنے اپنے معبود کو پکارتا اور اس کے آگے رحم کے لئے آہ و نالہ کر رہا تھا

جب یوناہ نے سب کچھ سُنا۔ تو اس کی ضمیر نے اُسے قائل کیا اور اس نے اپنے دل میں معلوم کیا۔ کہ میں ہی اس خوفناک بلا کا باعث ہوں۔ اس نے سمندر کی ہولناک گرجوں میں خدا کی آواز سُنی۔ اور اپنی بیوقوفی اور گناہ کا احساس کیا۔ ساؤل ترسیسی کی طرح اس کا دل چھد گیا۔ اسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ سارے جہاز کے دکھ اور مصیبت کا بوجھ اس پر پڑنے والا ہے۔ اور وُہ اپنے آپ کو اور زیادہ ضبط نہ کرسکا۔ خصوصاً اس پر یہ اس وقت صاف روشن ہوگیا جبکہ قرعہ ڈالا گیا اور قرعہ اس کے نام کا نکلا (آیت ۷) اب پہلے سے بھی زیادہ اس کے گناہ نے اسے قائل کیا۔ حقیقت میں یہی اُس کی تبدیلی کا موقعہ تھا۔ وُہ نہ صرف خدا سے ملتا ہے بلکہ اس حقیقت تک بھی پہنچ جاتا ہے جس سے وُہ بھاگا تھا۔ وُہ بُت پرست ملاحوں کے رُوبرُو بھی اپنے گناہ کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکا۔

غور کیجئے۔ یوناہ کی تبدیلی کس قدر حقیقی تھی۔ یہاں تک کہ اب وُہ اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار تھا۔ تاکہ یہ بُت پرست لوگ موت سے بچ جائیں۔ اس تجربے سے پیشتر وُہ چاہتا تھا۔ کہ خدا سب بُت پرستوں کو نیست و نابود کر دے۔ لیکن اب وُہ اپنی جان تک دینے کو تیار تھا۔ تاکہ یہ لوگ بچ جائیں۔ (آیت ۱۲) اُس میں کیا ہی بڑی تبدیلی آگئی۔ پہلے مغرور اور نافرمان لیکن اب حلیم اور خود انکار۔ وُہ مرنے کو تیار تھا تاکہ دوسرے بچ جائیں اور مسیح نے خود اسی بات سے محبت کا ثبوت دیا۔ "اس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لئے دیدے (یوحنا ۱۵: ۱۳)۔

گناہ اور خدا کی نافرمانی کا نتیجہ اسی طرح دُور تک پہنچتا ہے۔ نہ صرف ہم خود ہی دکھ اور مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں بلکہ ہم دوسرے

کو بھی اسی دُکھ اور مُصیبت میں پھنساتے ہیں۔ جب ہم خدا کی مرضی اور ارادے سے پھر جاتے ہیں اور نافرمانی اور گناہ کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو ہمارے بچوں، دوستوں اور سماج وغیرہ سب پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

۳۔ خدا نے ان بت پرستوں کے سلوک سے جو کہ جہاز پر تھے یوناہ کو بہت کچھ سکھایا۔

ا۔ انہوں نے اس کو دُعا کیلئے بلایا (آیت ۶)

یہودی سوچتے تھے۔ کہ خدا صرف یہودیوں ہی کی دعا سنتا ہے۔ اور کہ ان کو خاص طور پر رعایت حاصل ہے۔ یہاں صرف ایک ہی یہودی تھا جو دعا کرنے کی بجائے سو رہا تھا۔ حقیقت یہ تھی۔ کہ یوناہ دعا کرنے کے قابل ہی نہیں تھا۔ کیونکہ وُہ جان بوجھکر خدا کی نافرمانی کر رہا تھا۔ ہم کبھی دعا نہیں کر سکتے جبکہ ہم یہ جانتے ہوں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وُہ الٰہی مرضی کے خلاف ہے۔ جب یوناہ نے اتنے بت پرست لوگوں کو اپنے معبودوں سے جن پر ان کا اعتقاد تھا دعا کرتے سُنا تو کتنا شرمندہ ہوا ہوگا۔ لیکن وُہ جو صرف ایک واحد خدا کو جاننے اور ماننے کا دعوےٰ کرتا تھا دعا کرنے کی بابت سوچتا بھی نہیں حقیقت میں وُہ اپنے گناہ آلودہ دل کے سبب دُعا کر ہی نہیں سکتا تھا۔

ب:۔ بت پرست لوگوں نے یوناہ کو ترس کھانا سکھایا۔

جبکہ اس نے ان پر اپنی ساری حقیقت ظاہر کر دی اور اپنے گناہ کے کفارے کے لئے اپنی جان پیش کر چکا (آیت ۱۲) تو بھی بت پرست ملاحوں نے اس کو جہاز پر سے گرانے سے گریز کیا۔ انہوں نے جہاز اور اس کی جان بچانے کی مقدور بھر کوشش کی (آیت ۱۳) اگر وُہ اس کی نصیحت پر عمل کرتے اور اس کو جہاز پر سے ایکدم تلاطم خیز سمندر میں پھینک دیتے تو وُہ بڑی جدوجہد اور محنت سے بچ جاتے اور اس کے

ساتھ ہی ان کو اپنے فوری بچاؤ کا یقین ہو جاتا۔ لیکن وُہ اتنے رحمدل تھے
کہ ان سے یہ نہ ہو سکا۔ اور گو کہ وُہ ناراض تھے۔ کہ یوناہ نے یوں گناہ کیا۔
اور ان کو خطرے میں ڈالدیا تو بھی وُہ اس کو قربان کرنے میں نہایت
ناخوش تھے یہاں تک کہ آخری دم بھی انہوں نے دعا کی کہ وُہ اس
بڑی بھاری ذمہ واری سے سبکدوش سمجھے جائیں (آیت ۱۴)
مجھ کو پکا یقین ہے۔ کہ ان بت پرست لوگوں کے اچھے اور ہمدردانہ
برتاؤ نے یوناہ پر ضرور گہرا اثر کیا۔ غالباً وُہ سوچتا ہوگا۔ کہ اگر نینوہ کے بت
پرست بھی ان لوگوں کی مانند ہیں تو وُہ اس لائق ہیں کہ ان کو بچایا
جائے۔ یوناہ اور ان بُت پرست ملاحوں کے درمیان کس قدر بڑا فرق
نظر آتا ہے۔ یہ بُت پرست ملاح یوناہ اکیلے کی جان کو بچانے کے لئے فکر
مند اور کوشاں ہیں لیکن یوناہ نینوہ کے ہزاروں باشندوں کی تباہی
کی طرف سے بالکل لاپروا ہے۔ یہ ایسا سبق ہے جو ہم ہند کے مسیحیوں کو سیکھنے
کی سخت ضرورت ہے۔ ہم دعوےٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک سچے اور واحد خدا
اور واحد نجات دہندہ خداوند یسوع مسیح پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم یہ بھی
دعوےٰ کرتے ہیں۔ کہ وُہ ہماری دعا کو سنتا ہے اور ہم کو گناہ اور بُرائی پر غلبہ
پانے کی قوت عنایت کرتا ہے لیکن کتنی دفعہ غیر تمند اور دیندار غیر مسیحی ہم
کو شرم دلاتے ہیں۔ جبکہ وُہ اپنے عقیدوں میں بڑی سرگرمی دکھاتے اور
خود انکاری اور جاں نثاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ہرگز ان کے دعوؤں
کی سچائی کا ثبوت نہیں ہے۔ لیکن یہ ہمارے لئے ایک چیلنج ہے۔ جو ہمیں
یہ سکھاتا ہے۔ کہ مسیحی مذہب کی سچائیوں اور اُن حقیقتوں کے دینے جو
انسان کیلئے خدا کا اعلےٰ ترین اور آخری الہام ہے۔ اور زیادہ دعائیہ
زندگی۔ سرگرمی۔ غیر تمندی اور قربانی کی ضرورت ہے۔ ہمیں سونا نہیں
چاہئے جبکہ دوسرے دعا میں مشغول ہیں +

چوتھا درس

یُوناہ کی دُعا

پڑھو یوناہ ۲:۱۰ - ۱:۱۷

وُہ لوگ جوکہ یوناہ کی کہانی کو ایک تمثیل خیال کرتے ہیں۔ مچھلی کے نشان کی یوں تشریح کرتے ہیں۔ وُہ کہتے ہیں۔ کہ یوناہ کسی واحد شخصیّت کی جگہ نہیں بلکہ پوری اسرائیل قوم کی جگہ پر ہے۔ اس قوم نے یوناہ کی طرح غیر اقوام کے متعلق اپنے خاص کام اور فرائض سے انکار کیا۔ لہٰذا وُہ خدا کی مرضی سے جو وُہ ان کے لئے رکھتا تھا دُور ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ وُہ اسیری کی سزا میں گرفتار ہو گئے اور بابل نے اسرائیل کو نگل لیا (یرمیاہ ۵۱: ۳۴ و ۴۴ و ۴۵)

لیکن اسیری سے اسرائیل واپس آئے (ٹھیک ایسے ہی جیسے یوناہ مچھلی کے پیٹ سے باہر اُگلا گیا) وُہ ابھی بھی ایک قوم اور غیر اقوام کے لئے خدا کے خادم تھے۔ گو کہ یہ تشریح دلچسپ ہے غالباً ایسا ہی ہو گا۔ اور یہ تواریخی واقعات کے ساتھ موافقت بھی رکھتی ہے تو بھی اس تشریح سے دل کو پوری تسلّی نہیں ہوتی۔ لیکن میرے خیال میں اس واقعہ کو اگر ہم اس طرح سمجھیں جس طرح اس کا بیان ہُوا ہے تو اس سے ہم زیادہ روحانی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ خواہ وُہ اس حالت میں نہایت ہی حیرت انگیز اور نرالا معلُوم ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے زمانوں میں خدا کے برگزیدہ خادم معجزانہ طریقوں

سے بچائے جاتے ہیں۔

یہ ایک ایسے آدمی کی جو کہ ایک تجربے میں سے گزر چکا ہے دل سے حقیقی دعا ہے ان باتوں پر غور کیجئے جو اس کی دعا میں پائی جاتی ہے۔

۱۔ اس دکھ، مصیبت اور آفت نے جس میں یوناہ نے اپنے آپ کو گرفتار پایا اسے دعا کی ترغیب دی (آیات ۲ و ۳ و ۵ و ۷) جب شروع میں وہ خدا کے حضور سے بھاگا۔ اور ایک جہاز کو انتظار کرتے اور چلنے کو تیار ہی پایا تو اُسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ سب حالات موافق ہیں۔ اور کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیگا لیکن اس وقت وہ دعا نہیں کرتا بلکہ سو گیا۔ اب جبکہ اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ تہہ دل سے دعا کرتا ہے۔ اکثر اوقات بے حد تنگی، تکلیف اور بیماری دعا کی طرف ہماری راہ نمائی کرتی ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے۔ کہ وہ ایسا ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں آرام اور خوشی میں بھی بلا ناغہ دعا کرنا چاہئے۔ ایسی حالت میں جب کہ ہم پر کوئی مصیبت نہیں دعا کی عادت ڈالنا مصیبت کا جب وہ ہم پر آہی جائے مقابلہ کرنے کی بہترین تیاری ہے۔

۲۔ آٹھویں آیت میں اس حقیقت کا بیان ہے۔ جس کا یوناہ نے پتہ لگایا۔ اس نے معلوم کیا۔ کہ خدا کے حکم کو مان کر نینوہ کے گنہگار، بت پرست لوگوں میں منادی کرنے سے انکار کرنا ایک جھوٹی شیخی تھی۔ اس میں غرور اور شیخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کیونکہ وہ سوچتا تھا کہ محض یہودی ہی خدا کا رحم اور فضل حاصل کرنے کے لائق ہیں۔ لیکن اسے پتہ لگ گیا کہ اس قسم کے اعتقاد ہی نے اسے اس ہولناک بلا میں پھنسایا ہے۔ جس میں وہ خدا کو پکارتا ہے اور رحم کی التجا کرتا ہے۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اگر ہم دوسروں کے لئے فضل اور معافی سے انکاری ہوتے ہیں تو خود بھی ان سے محروم رہ

جانے کے خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔ مسیح نے بھی کہا ہے "اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہیں کروگے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہارے قصور معاف نہ کریگا۔ (متی ۶: ۱۴ و ۱۵ و ۱۸: ۲۱-۳۵)

۳- چوتھی آیت یوناہ کے ایمان کو ظاہر کرتی ہے۔ جس نے اسے پھر امید دلائی کہ خدا اس کی ضرور سنیگا۔ شروع میں اس نے اپنے گناہ کا اس قدر احساس کیا۔ کہ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ خدا اسے پھر کبھی بھی قبول نہیں کریگا۔ کیا ہی بڑی تبدیلی وقوع میں آگئی۔ شروع میں اس نے خدا کی حضوری سے ٹلنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن اب وُہ نہایت ہی افسوس کرتا ہے۔ کہ وُہ کیوں اس کی حضوری سے اس قدر دُور ہے۔ اس لئے وُہ نہایت ہی آرزومند ہے کہ "پاک ہیکل" کو واپس پھرے اور یہ پاک ہیکل خدا کے ساتھ رفاقت ہی کا نشان ہے۔

یوناہ کا خدا کی طرف از سرِ نو متوجہ ہونا بالکل بجا تھا۔ خواہ کچھ بھی ہو چکا ہو۔ ہم نے گناہ کیا ہو یا نافرمانی۔ خدا کا کان ہماری آہ وزاری کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ اور وُہ نہایت ہی آرزومند رہتا ہے۔ کہ ہم دعا اور توبہ کے ذریعے اس کی طرف پھریں۔

۴- یوناہ کی دُعا کا خاتمہ شکر گزاری اور اپنے آپ کی مخصوصیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ حقیقت میں سچی دُعا کا خاتمہ اسی طرح ہونا چاہئے۔ اب وُہ تیار تھا۔ کہ اپنی منتوں کو ادا کرے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اس کی زندگی تبدیل ہو جانے کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ اُس نے خدا کے سامنے خدمت اور فرمانبرداری کے چند ایک وعدے کئے۔ اب وہ ان وعدوں کو پُورا کرنے کے لئے جو اس نے خدا کے ساتھ کئے اپنے آپ کو مخصُوص کرتا ہے اور ہم ۳: ۳ میں دیکھتے ہیں۔ کہ اس نے کس

طرح اپنی منتوں کو پُورا کیا۔
چاہئے کہ حقیقی دعا عمل کی طرف ہماری راہ نمائی کرے۔ جس میں ہم اپنی دعاؤں کے وعدوں اور درخواستوں کو عملی جامہ پہنائیں۔

پانچواں درس

یوناہ کے لئے دوسرا موقعہ اور سبق جو اس نے سیکھا

پڑھو یوناہ ۳: ۱-۱۰
اس درس میں دو ظاہرا حقیقتیں پائی جاتی ہیں۔
۱۔ یوناہ کی فرمانبرداری ۳: ۱-۴
۲۔ نینوہ کے لوگوں کی توبہ ۳: ۵-۱۰
ا۔ ۳: ۱ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے کس طرح یوناہ کو دوسرا موقعہ دیا اور اسے بلایا۔ تاکہ نینوہ میں منادی کرے۔ اسے نہ صرف جانے ہی کا حکم دیا گیا بلکہ اسے منادی کے لئے پیغام بھی عطا کیا گیا (۳: ۲)
یہ پیغام لوگوں کو آگاہ اور ہوشیار کرنے کا پیغام تھا اور آنے والی عدالت کا اعلان تھا (آیت ۴)
خواہ ہم یوناہ کو اسرائیل قوم کا نشان سمجھیں اور خواہ ہم اسے ایک تواریخی شخص خیال کریں دونوں حالتوں میں ایک ہی بڑی نصیحت نکلتی ہے۔ اسیری کے بعد یہودی یروشلیم میں لانے اور بحال کئے گئے

اور یروشلیم اور ہیکل دوبارہ تعمیر کئے گئے۔ خدا نے اپنے لوگوں کو ترک نہیں کیا بلکہ ان کو واپس بلایا۔ اور ان کے لئے اپنا وہی مقصد قائم رکھا کہ وہ سب دنیا کے لئے برکت کا باعث ہوں۔

یوناہ بھی ایسے ہی تجربے میں سے گزرا جب اس نے اپنی نافرمانی سے توبہ کر لی۔ اور آئندہ فرمانبرداری کی منتوں کو پورا کرنے کیلئے اپنے آپ کو مخصوص کر چکا (۲:۹) تو خدا نے اس کو ہمیشہ کے لئے ترک نہیں کیا بلکہ اسے ایک نیا موقعہ اور نیا حکم دیا۔ مسیح نے پطرس کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ جبکہ اس کے بزدلانہ انکار کے بعد خداوند نے اس کیلئے خاص پیغام بھیجا اور یوحنا ۲۱ باب میں ہم اس کی نئی ذمہ واری کی بابت پڑھتے ہیں کہ وہ مسیح کی بھیڑوں کو چرائے۔ خدا ہم خطاکار خادموں کے ساتھ کس قدر محبت اور صبر کا برتاؤ کرتا ہے۔ شاید آپ خیال کرینگے۔ کہ ہماری بھاری غلطیوں یا نافرمانی اور اردگرد کی حاجتمند دنیا کی طرف سے ہماری لاپرواہی کے سبب خدا ہمیں مایوسی اور ناامیدی میں چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ جب کبھی ہم سچی توبہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مخصوص کر کے اس کی طرف پھرتے ہیں تو وہ ہمیں ضرور قبول کرتا ہے۔ اور ہمیں اپنی خدمت میں استعمال کرتا ہے۔

وہ پیغام جو خدا نے یوناہ کو دیا۔ آنیوالی عدالت۔ بیدار اور ہوشیار ہونے کا پیغام تھا۔ میں اکثر سوچتا ہوں۔ کہ آجکل ہم اپنی منادی میں پاک کلام کی آگاہیوں کو بیان کرنا بھول جاتے ہیں۔ ہم مسیحی پیغام کے وعدوں اس کی مثالوں اور اس کی تسلی بخش باتوں پر بہت زور دیتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس حقیقت کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ خداوند مسیح نے خود اور اس کے رسولوں نے بھی خدا کی راستبازی اس کی طرف سے گناہ کی سزا اور آخری عدالت کی حقیقت پر از حد زور دیا ہے۔ لہذا ہمیں بھی ان

حقیقتوں کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ ان پر زیادہ زور اور توجہ دینی چاہئے۔ کہ ان لوگوں کے لئے جو خدا کا مقابلہ کرتے ہیں عدالت کا دن بالکل قریب ہے۔ گناہ کی بابت سب سے خوفناک اور سنجیدہ الفاظ خدا کے پیارے بیٹے ہمارے منجات دہندہ کی زبان مبارک سے نکلے۔ اور اگر ہم اس کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو چاہئے کہ جیسے اس نے حقیقت کو ظاہر کیا ویسے ہی ہم بھی ان حقیقتوں کے اظہار میں کبھی غفلت نہ کریں۔ پڑھو متی ۵: ۲۱ یوحنا ۹: ۳۹ اعمال ۲۲: ۲۵ رومیوں ۲: ۳ - عبرانیوں ۱۰: ۲۷ متی ۲۵: ۳۱-۳۳ یوحنا ۵: ۲۲ -

۲- یوناہ کی منادی کا اثر فوری اور نہایت وسیع تھا۔ نینوہ بہت بڑا شہر تھا۔ اس کے گرد و نواح کو شامل کر کے اس کے گرد پھرنے میں تین دن خرچ ہوتے تھے۔ لہٰذا اس کا محیط قریباً ساٹھ میل کا تھا۔

لہٰذا خدا کا دیا ہؤا پیغام یعنی گناہ کی سزا اور توبہ کی ترغیب نینوہ کی گلیوں میں اِدھر اُدھر سناتا پھرتا رہا۔ لوگوں کی اس کے گرد بھیڑ لگ جاتی تھی۔ اور وُہ جب اس کے جوش کو دیکھتے اور سنجیدہ کلام کو سنتے تھے تو ان کے دل قائل ہو کر چھد جاتے تھے۔ لہٰذا ان کے درمیان ایک بڑی بھاری بیداری پیدا ہو گئی۔ انہوں نے منادی کروائی کہ سارے لوگ روزہ رکھیں اور توبہ کریں۔ یہ تحریک عوام سے لیکر اراکین سلطنت بلکہ شاہی خاندان تک بھی پہنچ گئی۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس تحریک کا آغاز حکومت کی طرف سے نہیں ہؤا بلکہ یوناہ کے جوشیلے پیغام کا خاص و عام کی طرف سے بے ساختہ جواب تھا۔ (آیت ۵) بعد ازاں یہ تحریک زیادہ پھیل گئی یہاں تک کہ شاہی فرمان سے اس کو تقویت دی گئی۔ فرمان یہ تھا۔ کہ سارے شہر میں ہر کوئی اپنی اپنی بُری راہ سے باز آئے اور سب خدا کے حضور شدت سے نالہ کریں آیات ۶-۹ -

خدا نے ان کے آہ و نالے کو سنا اور شہر کو معاف کیا (آیت ۱۰) یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ اتنے بڑے شہر میں محض ایک آدمی کی منادی سے اتنا بڑا اثر ہوا۔ ہمیں پتہ نہیں کہ یوناہ نے وہاں کتنے مہینے خرچ کئے لیکن اس کا کام ہمیں صفائی سے بتاتا ہے۔ کہ خدا ایسے انسان کو کس طرح استعمال کرتا ہے جو شروع میں خواہ نارضامند اور نافرمان ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن آخر کار خدا کی دعوت کو قبول کر کے ازحد مشکل کام کو ایمان کے ساتھ شروع کر دیتا ہے۔ یوناہ کی منادی اس وجہ سے موثر ثابت ہوئی۔ کہ وہ خدا اور اس کی قدرت کا حقیقی تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ موثر منادی کا سوائے اس کے اور کوئی بھی بھید نہیں ہے +

چھٹا درس

یوناہ کا آخری سبق

پڑھو یوناہ ۴: ۱-۱۱

یہ نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ کہ جب یوناہ نے دیکھا کہ نینوہ نے توبہ کر لی اور خدا نے سارے شہر کو معاف کر دیا تو وہ اس سے ازحد رنجیدہ اور نہایت ناخوش ہوا۔ (۴: ۱-۴) ہم امید کر سکتے تھے۔ کہ یوناہ اپنی منادی کا بت پرست لوگوں کی طرف سے ایسا جواب پا کر کہ وہ خدا کی طرف پھر آئے نہایت خوش ہوا ہو گا۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ یوناہ کو کیا ہو گیا؟

دُوسری آیت میں وہ اپنے خیال کی ہمارے سامنے تصویر کھینچتا اور وجہ بیان کرتا ہے۔ کہ پہلے پہل وُہ کیوں خدا کے حضور سے بھاگا۔ اور منادی کرنے سے انکار کیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بت پرست لوگوں کو بچا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا بلکہ وُہ انکی بربادی اور تباہی ہی میں خوش تھا۔ وُہ اپنے دل میں جانتا تھا۔ کہ خدا میں محبت تحمل اور مغفرت کی صفات پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ خدا نے اسے معاف کردیا تھا اور وہ نہایت گھبرایا ہُوا تھا۔ کہ نامعلوم اُس کی منادی کا کیا نتیجہ ہوگا۔ خواہ یہ کتنا ہی عجیب معلوم کیوں نہ ہو۔ لیکن یوناہ اپنی منادی کی کامیابی اور اس کا اثر دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ باوجود خدا کی قدرت اور مغفرت کے گہرے تجربے کے جس نے اسے جانے اور نینوہ میں منادی کرنے پر رضامند کیا۔ یوناہ کے دل اور دماغ میں پرانے یہودی اعتقاد نے پورا گھر کیا ہُوا تھا کہ بت پرست لوگ ہرگز توبہ نہیں کرسکتے لہٰذا برباد اور تباہ ہی ہونے چاہئیں وُہ ان کی بربادی دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ اور وُہ یہ بھی چاہتا تھا کہ ان کی بربادی کے متعلق سب پیشین گوئیاں پوری ہوں۔ اگر اس کی منادی ناکام رہتی اور اس کا پیغام رد کردیا جاتا اور اگر لوگ توبہ نہ کرتے تو وُہ نہایت ہی خوش ہوتا۔ وُہ دیکھنا چاہتا تھا کہ شہر اور اس کے باشندوں پر خدا کے غضب کی آگ نازل ہو۔ ابھی تک اس نے وُہ بڑا سبق نہیں سیکھا تھا جو خدا اسے سکھانا چاہتا تھا۔ وُہ ان کی نجات کی نسبت ان کی ہلاکت سے زیادہ خوش ہوتا۔

وُہ ظاہرا اور ابھری ہُوئی حقیقت جو اس کتاب کا مصنف یہودی لوگوں کے دل اور دماغ میں نقش کرنا چاہتا ہے یہ ہے کہ یہودی قوم سے باہر بت پرستوں کے لئے بھی توبہ کا امکان ہے انہوں نے اس حقیقت کو ماننے سے انکار کردیا تھا اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں خدا کی محبت اور حفاظت کی اس تنگ خیالی کے خلاف یوناہ کی

کتاب ایک زبردست احتجاج ہے۔ کوئی انسانی ہستی جو خدا کی صورت پر بنی ہوئی ہے۔ تجربہ کے امکان سے باہر نہیں۔ اس توبہ سے وہ اپنے خالق کی رفاقت میں بحالی حاصل کرتی ہے۔ اگر کچھ لوگوں کے لئے تجربہ کا امکان نہ ہوتا تو اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ وہ خدا کی رحمت کے دائرے سے باہر ہیں اور ان پر ہلاکت کا حکم ہو چکا ہے۔ اس صورت میں خدا کے خالق کے انصاف میں فرق آتا ہے۔ کیونکہ اگر کچھ ایسے انسان ہیں جو تجربہ کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔ تو وہ توبہ کرنے کے سبب سزا کیوں پاتے ہیں۔

ہم سب کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم یہ سبق سیکھیں۔ ہم غیر مذہب آدمیوں اور عورتوں اور لامذہب لوگوں سے ہمیشہ ملتے رہتے ہیں جن کیلئے سچی توبہ قریباً ناممکن نظر آیا کرتی ہے۔ اُن کی راہ خراب اور اُن کے دل اس قدر سخت ہوتے ہیں کہ ان پر کسی بات کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ اور ہم ایسا طریقہ اختیار کرنے کا میلان دکھاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تجربہ اور نجات کی اُمید سے کوسوں دُور ہیں۔ اگر ہم نئے عہدنامے کی تعلیم کی خاص خاص مثالوں پر غور کریں تو ہمیں صاف معلوم ہو جائیگا کہ ایسا خیال خدا کے انصاف اور محبت کے لئے بےعزتی کا باعث ہے۔ مسیح کے قول کا متی ۹: ۱۳ اور پطرس کے خیال کا ۲ پطرس ۳: ۹ اور پولس کی تعلیم کا رومیوں ۵: ۸ میں ملاحظہ کریں مسیح میں خدا کے ظہور کا خاص مقصد یہ تھا۔ کہ وہ سب آدمیوں پر ثابت کر دے۔ کہ خدا گنہگار سے گنہگار انسان کی توبہ کا نہایت آرزومند ہے۔ اور کہ اس نے مسیح کو قبول کرنے میں اس بات کا انتظام کیا ہے خدا کی محبت اور قوت کے آگے قومی اور جغرافیائی حدود کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتیں۔ وہ واحد طاقت جو گنہگار کو نجات سے دُور رکھتی ہے اس کی

اپنی نارضامندی ہے۔ کہ وُہ اپنے گناہ کو ترک کرے اور تائب حالت میں خدا کی طرف پھرے۔

ہم پڑھتے ہیں۔ کہ یوناہ بیحد رنجیدگی اور غُصّے کی حالت میں شہر سے چل پڑا اور باہر نکل گیا۔ کہ وُہ کسی علیحدہ جگہ میں چلا جائے جہاں اسے کوئی نہ چھیڑے (آیت ۵) اگر لوگوں کیلئے اس کے دل میں حقیقی پیار ہوتا تو وُہ ان کی توبہ سے خوش ہوتا۔ اور ان ہی کے درمیان رہتا تاکہ وُہ ان کی مدد راہ نمائی اور ہمت افزائی کر سکے۔ اس بڑے شہر میں اور کوئی منادنہ تھا۔ تو بھی یوناہ نے ان کو چھوڑ دیا۔

لہٰذا خدا کو یوناہ کو سکھانا پڑا۔ کہ یہ بچوں کا سا رویہ جو اس نے اختیار کیا کس قدر غلط اور احمقانہ تھا۔ اور کہ اس نے خدا کے محبّت سے بھرے ہُوئے دل کے سمجھنے میں کیسی غلطی کی ہے۔ جو اپنی ساری مخلُوقات پر از حد ترس کھاتا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیۓ ہمیں ایک کہانی بتائی گئی ہے۔ کہ یوناہ کس طرح شہر کی مشرقی جانب ایک چھپر بنا کر رہنے لگا۔ کیونکہ وُہ ابھی بھی اس امید میں تھا۔ کہ خدا نینوہ کو نیست و نابود کر دیگا جیسا کہ ہم پہلے بھی دیکھ چکے ہیں کہ اس کی نجات کی نسبت اس کی بربادی میں یوناہ زیادہ خوش تھا۔

جب اسے وہاں بیٹھے بیٹھے کئی دن گزر گئے تو وُہ ایک نہایت جلدی بڑھتے ہُوئے درخت کے سایہ کے سبب بہت خوش ہُوا جس نے اس کے چھپر کو ڈھانپ لیا۔ لیکن اسے دیمک یا کسی اور کیڑے نے نقصان پہنچایا جس کے سبب وُہ مرجھا کر سُوکھ گیا۔ تب مشرقی لُو زور سے چلنے لگی اور یوناہ بھی از حد تکلیف میں مبتلا ہُوا اور اس درخت کی بربادی کے سبب شدت سے رنجیدہ ہُوا (آیات ۶-۸)

تب اس مصیبت میں خدا کی آواز اُسے آئی جس نے اُسے جتایا

کہ اپنے خلق کئے ہوئے گنہگار انسانوں کے لئے خدا کے ترس اور رحم کے مقابلے میں یوناہ کا اس درخت کی بربادی پر ترس کھانا جس کی زندگی تھوڑی دیر کی تھی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر ترس اور رحم کی کچھ قدر و منزلت ہے تو وہ قدر و قیمت اس ترس اور رحم کے حقداروں کی نسبت کے مطابق ہوتی ہے۔ سو خدا نے پکار کر کہا۔ کہ یوناہ نے ایک ارنڈ کے درخت کی بربادی کے لئے افسوس کرنا اپنا حق سمجھا جو آخرکار ایک خودغرضی کا افسوس تھا۔ کیونکہ وہ ایک ایسی چیز کی بربادی کے سبب سے تھا جو اس کے آرام کو بڑھاتی اور اس کے بچاؤ کا باعث تھی۔

خدا نے اس بڑے شہر کے لوگوں کا ایک لاکھ بیس ہزار بچوں کا اور بے زبان مویشیوں کا خیال کیا۔ جو اس تباہی اور بربادی میں شامل ہوتے۔ جو یوناہ اس شہر پر نازل ہوئی دیکھنا چاہتا تھا یوناہ کو آدمیوں۔ عورتوں۔ بچوں اور جانوروں پر بالکل ترس نہ آیا۔ لیکن اسے اس پیڑ پر ضرور ترس آیا۔ جس نے اسے پناہ دی تھی۔ اس قسم کا ترس کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ خودغرضی کا ترس تھا۔ اور کہ اس ترس کا حقدار بہت تھوڑی قدر رکھتا تھا۔

خدا کا یہ رحم اور پیار جو کسی گنہگار کی موت نہیں چاہتا بلکہ صبر سے اس کی توبہ اور واپسی کا انتظار کرتا ہے اپنے پورے معنی اور زور میں محض خداوند مسیح کے تجسم میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا گنہگار انسان کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ یہ مسیحی مذہب کا نرالا پیغام ہے۔ اور یہی ہمارے پیغام کی شان ہے۔ جو ہم دنیا کو اور ہندوستان کو سناتے ہیں۔ وہ اعلےٰ ترین بات جو غیر مسیحی مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ ایک کہانی ہے۔ کہ کس طرح

آدمی اور عورتیں دُکھ اور قربانی کے ذریعے خُدا کی تلاش میں کوشاں رہی ہیں مسیحیت کا نرالا پیغام یہ ہے۔ کہ خدا کو گنہگار انسان پر ترس آیا اور مسیح میں ہو کر اس دُنیا میں آ گیا تاکہ کھوئے ہُوئے انسان کو ڈھونڈے اور بچائے۔ کھوئے ہُوئے کو ڈھونڈنے میں جو دُکھ خدا کو اٹھانا پڑا۔ وُہ کوہ کلوری کی صلیب میں نظر آتا ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ خدا بچانے کی قدرت رکھتا ہے۔ قدرت کے ساتھ جی اُٹھنے میں پایا جاتا ہے۔ اور وُہ ذریعہ جس کے وسیلے کمزور انسان خدا کی رفاقت میں رہ سکتا ہے انسان کے اندر سکونت کرنے والی رُوح کی بخشش میں مہیا کیا گیا ہے۔ یہی پُوری انجیل ہے۔ اور یہی انجیل ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان سب کو بچا سکتی ہے جو مسیح میں ہو کر خدا کے پاس آتے ہیں +

نیشنل کرسچن کونسل کی لٹریچر کمیٹی کی

امداد سے

مشعل پریس کھرڑ میں باہتمام

پادری ڈبلیو - ایم - رائبرن صاحب ایم اے پرنٹر و پبلشر

چھپ کر کھرڑ ضلع انبالہ سے شائع ہوئی +